رسائل

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ

ترجمہ، مقدمہ وحواشی

محمد نذیر رانجھا

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

رسائل

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، مقدمہ وحواشی

محمد نذیر رانجھا

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی

نام کتاب : رسائل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ

ترجمہ، مقدمہ وحواشی : محمد نذیر رانجھا

ترتیب : وی پرنٹ، راولپنڈی، ۰۵۱-۵۸۱۴۷۹۶

اہتمام : پورب اکادمی پبلشرز، اسلام آباد، ۰۵۱-۵۳۸۲۹۶۷

ناشر : خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

طباعت : اوّل

سالِ طباعت : ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

ہدیہ : ■ /- روپے

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی

انتساب

بہ نام نامی زبدۃ العارفین وقدوۃ الکاملین شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مخدوم زمان سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی:

مرشد مہربان چنیں باید
تا درِ فیض زود بکشاید

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین
سخرہ کند بر دھہ طعنہ زند بر چلہ

خاک پائے اولیائے عظام
احقر محمد نذیر رانجھا

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خان محمد
عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ
نقشبندیہ مجددیہ
کندیاں، ضلع میانوالی
پاکستان

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

تقریظ

امابعد!

عزیز محترم جناب محمد نذیر رانجھا صاحب سلمہ' حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے رسائل کا اُردو ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ فقیر دعا گو ہے کہ اُن کی اس مساعی جمیلہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ کے متوسلین کے لئے فائدہ مند بناویں۔

اُن کا یہ لکھنے کا سلسلہ بڑا مبارک ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرماویں، لوگوں کے لئے فائدہ مند گردانے اور اپنی رضا و خوشنودی سے سرفراز فرماویں۔ آمین۔

والسلام!

فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ

۳ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

۱۰ اپریل ۲۰۰۸ء

فیکس: 242555 فون: 0459-241604

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ زَیَّنَ السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلَھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیَاطِیْنَ، وَزَیَّنَ الْاَرْضَ بِالرُّسُلِ وَالْاَوْلِیَآءِ وَالْعُلَمَآءِ وَجَعَلَھُمْ حُجَجًا وَّبَرَاھِیْنَ، یَرْفَعُ بِھِمُ الظُّلُمَاتِ وَالشُّکُوْکَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا وَاَسْلَافِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاَصْحَابِنَا وَجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَمَّا بَعْدُ:

قدر گل و مل بادہ پرستاں دانند
نہ خود منشاں و تنگدستاں دانند

از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن
کین نقش غریب نقشبنداں دانند

خوشا روز اوّل کہ جولائی ۱۹۶۹ء میں حضرات کرام دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کے محبّ و مخلص اور اپنے مہربان و مشفق اور محسن صادق جناب صوفی شان احمد بھلوانہ (م بروز منگل ۲۱/اکتوبر ۱۹۹۷ء)، برادرِ گرامی جناب صوفی احمد یار بھلوانہ (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) اللہ کریم دونوں بھائیوں کو غریقِ رحمت فرمائے (ساکن پرانا بھلوال، ضلع سرگودھا)، کی تشویق و راہنمائی سے یہ ننگ جہاں کشاں کشاں خانقاہ سراجیہ شریف جا پہنچا اور اس خانقاہ عالیہ کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز سلطانِ طریقت و شہنشاہِ حقیقت، آفتابِ عالم تاب و مہتاب ضیاء بار خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ، مخدوم زماں

سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی زیارت ودست بوسی کا اسے شرف نصیب ہوا۔

خوشا روز دوّم کہ بعد از نماز فجر اور حلقہ ومراقبہ اس پر تقصیر کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی سلک تاجدار کے اس گوہر نامدار و درشاہوار اور زنجیرہ روحانی کے عروۃ الوثقیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت ازلی ارزائی ہوئی اور تلقین وارشاد کے سبقِ اوّل، مثلِ آخر کا حظ وافر اور شافی وکافی عطا ہوا:

شالا مڑ آون اوہ گھڑیاں
جدوں سنگ سجناں دے رلیاں

در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سر من روزِ قیامت

غالباً اوائل نومبر ۲۰۰۶ء میں گرامی مرتبت حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی نے احقر کو کتب خانہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ، کندیاں، ضلع میانوالی میں محفوظ چند رسائل عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت اقدس (سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی) کے زیرِ مطالعہ رہنے والی خصوصی کتب کی الماری میں سے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اہلِ سلسلہ اور تصوف کے شائقین ان سے مستفید ہوں۔ لہٰذا ان کا اُردو ترجمہ کریں۔

فَاَجَبْتُهُمْ اِلٰی ذٰلِکَ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مَقَامِیْ هُنَالِکَ وَاللّٰهُ تَعَالٰی هُوَ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَیْهِ التُّکَلَانُ:

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید

تن رامرا اُلفت زکلفت رستہ می سازد
کہ آتش مشت خار خشک راگل می سازد

چنانچہ بتوفیق الٰہی بروز اتوار ۱۱ر ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ/ ۳ر دسمبر ۲۰۰۶ء کو ''انفاسِ رحیمیہ''

کے اُردو ترجمہ کا آغاز کر دیا۔ دفتر سے چھٹی کے روز اس کام میں مصروف رہا، یہاں تک کہ ارشاد رحیمیہ اور رسالہ شریفہ خواجہ خواجگان خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، جو اِس کے آخر میں طبع تھا، کے ترجمہ وحواشی کا کام مکمل ہوگیا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔ اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے احقر کو گرامی مرتبت حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی کے حکم پر اِن رسائل کے ترجمہ کی سعادت ارزانی فرمائی۔ اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے حقیر کی اس سعی کو قبول ومنظور فرمائے اور ذریعۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم. وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ. يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ.

خاک پائے اولیاءِ عظام
محمد نذیر رانجھا غفر ذنوبہ وستر عیوبہ
مکان نمبر ۱۳۱، غازی آباد،
کمال آباد، راولپنڈی

بروز جمعرات، ۲۸ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ/ ۷ر فروری ۲۰۰۸ء

مقدمہ

- احوال ومناقب حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- مختصر حالات حضرت شاہ اہل اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان

آپ فاروقی نسب، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب، جامع علوم عقلی ونقلی، حاوی علوم اصلی وفرعی اور محدث تھے۔ (۱)

والد بزرگوارؒ

آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ وجیہ الدین بن معظم العمری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھا، جن کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م ۲۴ھ/ ۶۴۴ء) تک پہنچتا ہے، جو حسن صورت اور شجاعت و بہادری کے علاوہ علم و فضل میں بھی خاص امتیاز رکھتے تھے، نیز جس طرح ظاہری علم میں بے مثال تھے، اسی طرح علم باطن میں بھی ضرب المثل تھے۔ انہوں نے رہزنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہادت پائی۔ (۲)

نانا بزرگوارؒ

آپ کے نانا بزرگوار کا نام شیخ رفیع الدین محمد بن قطب العالم بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھا، جو بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنا اثاثہ اپنے وارثوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اپنی اولاد میں ہر ایک کو اُس کے حسب حال سامان دیا۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہؒ ان کی سب سے چھوٹی اولاد تھیں، جب ان کی باری آئی تو انہوں نے ان کو طریقت کے فوائد واوراد اور مشائخ کا شجرۂ طریقت

عنایت فرمایا۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی نانی محترمہؒ نے اپنے شوہرِ نامدار سے کہا کہ ابھی اس بچی کی شادی بھی نہیں ہوئی، اسے جہیز کا سامان دینا چاہیے تھا، نہ کہ یہ رسائل! شیخ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ رسائل ہمیں اپنے بزرگوں سے ترکہ میں ملے ہیں۔ اس بچی کا ایک فرزند ہوگا، جو ہماری اس معنوی میراث کا مستحق ثابت ہوگا، جہاں تک جہیز و شادی کے سامان کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرمائے گا، ہمیں اس کی فکر نہیں۔''

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں پیدا ہوا اور کچھ سمجھ دار ہوا تو میری نانی ماجدہ نے وہ سامان (رسائل) مجھے عنایت فرمایا اور میں اس سے مستفید ہوا۔

آپ کو علم و فضل، جرأت، استغناء اور قناعت اپنے اسلاف سے بطور وراثت نصیب ہوا تھا۔ آپ کے ددھیال و ننھیال صاحبِ عزت و وجاہت رہے اور ان کے اکثر و بیشتر افراد فضل و کمال، فلاح و تقوی کا نمونہ تھے اور یہ فاروقی اور مرتضوی خاندانوں اور نسبت و تعلق کا فیض تھا، جو ہمیشہ قائم و دائم رہا۔ آپ نے نہ صرف اس خزانہ وراثت کی حفاظت کی، بلکہ اسے ہمیشہ حرزِ جان بنائے رکھا۔ (۳)

ولادت

آپ کی ولادت تقریباً ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء میں ہوئی۔ آپ کے دو بھائی تھے۔ شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۹۰ء) اور شیخ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ۔

چونکہ آپ کے والد بزرگوار کو آپ سے بہت زیادہ محبت تھی، لہٰذا وہ سفر و حضر میں آپ کو ساتھ رکھتے تھے۔ گو شیخ ابوالرضا محمد اپنے فضل و کمال کی بنا پر بہت ہی بلند مرتبے کے حامل تھے، لیکن علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے لحاظ سے آپ کو تاریخی شہرت حاصل تھی۔ (۴)

تعلیم وتربیت

آپ نے جب آنکھ کھولی تو اپنے گھر کو علم اور دین کی برکات سے معمور پایا۔ مدتوں تک اللہ اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کے علاوہ کان میں اور کوئی آواز نہ پڑی۔ خاندان کے بزرگوں کی بدولت گھر کا ماحول جلوہ اسلاف پر قائم تھا۔ اسی دینی ماحول میں تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا اور اسی گہوارہ احسان وتصوف میں آپ کی روحانیت پروان چڑھی۔ آپ نے چار برس کی عمر میں قرآن مجید پڑھا اور پھر چھوٹے رسائل سے شرح عقائد اور حاشیہ خیالی تک اپنے بڑے بھائی شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۹۰ء) سے تعلیم حاصل کی۔ ان سے صرف ونحو، ادب وکلام، اصول اور علوم معقول کی کتابیں پڑھنے کے بعد بارہ برس کی عمر میں مرزا زاہد ہروی المشہور بہ میر زاہد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۲ھ/ ۱۶۹۰ء)، جو آگرہ میں اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی طرف سے محتسب تھے، کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ شرح مواقف، اصول کی تمام کتب اور حدیث وفقہ ان سے پڑھی۔ (۵)

اساتذہ کی شفقت وعنایات

آپ کے اساتذہ آپ پر بہت مہربان تھے اور اُن کی شفقت وعنایات کی وجہ سے آپ کی اُن سے بے تکلفی ہو گئی تھی۔ حضرت میر زاہد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۲ھ/ ۱۶۹۰ء) کے آپ کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ سے، جو اپنے وقت کے ارسطو اور افلاطون سمجھے جاتے تھے، لوگوں کو سخت تعجب ہوتا تھا۔

ایک روز اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے حضرت میر زاہد رحمۃ اللہ علیہ کو کسی ضرورت سے بلا بھیجا۔ وہ جانے کا قصد کر ہی رہے تھے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے۔ انہوں نے مکان کا دروازہ بند کر دیا اور کہا کہ جب تک میر افلاں کام نہ ہو جائے۔ آپ کو نہ جانے دوں گا۔ میرزا صاحبؒ نے کہا: ''اس وقت پراگندہ خاطر

ہوں۔ بادشاہ کے پاس سے واپس ہو کر اس کام کو انجام دوں گا۔'' لیکن شاگرد رشید و محترم نے پھر اصرار کیا۔ آخر کار میر زاہد صاحبؒ ٹھہر گئے اور آپ کے کام کو انجام دینے کے بعد شاہی دربار میں گئے۔

آپ حضرت میر زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز ترین شاگردوں میں سے تھے اور آپ کی ذہانت و فطانت کی وجہ سے وہ آپ کی بہت زیادہ قدر کرتے تھے۔ حضرت میر زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی آپ پر خصوصی شفقت و توجہ کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ کسی دن کہتے کہ آج میں نے مطالعہ نہیں کیا تو وہ فرماتے کہ ایک دو سطریں پڑھ لو، تاکہ ناغہ نہ ہونے پائے۔

آپ نے حضرت شیخ عبداللہ المعروف خواجہ خورد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حاشیہ خیالی وغیرہ کے مشکل مقامات میں رجوع کیا اور تشفی حاصل کی۔ اس استفادہ علمی کے دوران بعض اوقات ایسا ہوا کہ کسی کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھا اور آخر تک اس کا درس خود دیا۔

خواجہ خورد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نانا بزرگوار شیخ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور خواجہ خوردؒ نے ان سے علمی و باطنی دونوں طرح کا استفادہ کیا تھا۔ اس لیے وہ آپ سے بڑی خصوصیت اور احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ (۶)

درس و تدریس اور مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد

آپ نے تکمیل تعلیم کے بعد ایک مدرسہ قائم کیا اور اس میں دینی علوم کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس مدرسہ کا نام ''مدرسہ رحیمیہ'' مشہور ہوا، جو آج بھی اسی نام سے زندہ ہے۔ آپ کے درس میں فقہ و تصوف، کلام و فلسفہ کے علاوہ قال اللہ و قال الرسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آواز بھی سنائی دیتی تھی، جو ابھی ہندوستان میں عام نہیں ہوئی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) نے قرآن و حدیث کی جو روشنی ہندوستان میں پھیلائی اور جس سے سارا برصغیر پاک و ہند منور ہو گیا، یہ نور انہوں نے سب سے پہلے اپنے والد بزرگوارؒ ہی سے حاصل کیا تھا۔

آپ کی دی ہوئی دو سندیں آپ کے مکتوب نمبر ۱۳ میں موجود ہیں، جن سے معلوم

ہوتا ہے کہ آپ تین چیزوں، یعنی تفسیر، حدیث اور تصوف کی اجازت خصوصی طور پر عطا فرماتے تھے۔(۷)

اتباعِ سنت کا بلند ذوق

آپ صغر سنی ہی میں سر پر پگڑی باندھ کر سر بہ زانو بیٹھتے، وضو میں تمام اعضاء کو پورے طور پر دھوتے اور وضو کی سنتوں کا اہتمام کرتے۔ آپ کے ماموں شیخ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ، جو خود صالح بزرگ تھے، آپ کی اس کیفیت کو دیکھ کر خوش ہوتے اور فرماتے تھے:

> ''اس (سعادت مند بچے) کو دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ اسلاف کی یہ دولت ہماری نسل میں باقی رہے گی، اگر پوتوں کو نہ ملی تو کیا حرج ہے، نواسے اس کے حامل ومحافظ ہوں گے۔''(۸)

روحانیت سے قلبی لگاؤ

آپ کی طبیعت بچپن ہی سے دین کی طرف مائل تھی اور دنیاوی مال و دولت اور عزت وجاہ کی طلب ہرگز نہ تھی۔ جو بزرگ کوئی ایسا وظیفہ بتانا چاہتے، جس سے دنیا کا کوئی مقصد حاصل ہوتا، اس کی طرف توجہ نہ کرتے اور کہتے، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ ایک نقشبندی بزرگ خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے تشریف لا کر آپ کے محلّہ ہی میں فروکش تھے، آپ کی طبیعت کا یہ انداز دیکھ کر انہوں نے آپ کو اسم ذات کے تصور کے دوام کی یہ تدبیر بتائی کہ کاغذ یا تختہ پر جس قدر ہو سکے، اسم ذات کو لکھتے جاؤ، کچھ روز کے بعد خود بخود ذہن میں اس کا تصور بیٹھ جائے گا۔ چنانچہ آپ نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ اس کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ نے حاشیہ خیالی (حاشیہ شرح عقائد) ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) کو نقل کرنا شروع کیا تو اِس کے پورے ایک جزء پر اسم ذات لکھتے چلے گئے اور آپ کو اِس کی خبر تک نہ ہوئی۔(۹)

ذوق بیعت اور زیارت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم

یوں تو اپنی فطری صلاحیت کی بنا پر آپ نے احسان وتصوف کی بہت سی منازل طے کر لی تھیں، لیکن اس میں پختگی اور دوام کی خاطر کسی مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی ضرورت تھی، لہٰذا بیعت کا ذوق دامن گیر تھا۔ ایک روز حضرت شیخ شکر بار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء) کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں:

''اے بیٹا! کسی کا مرید مت بنو، یہاں تک کہ حضرت خواجہ آپ کو قبول نہ فرمالیں۔''

آپ صبح حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے صاحبزادے حضرت خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب کی تعبیر پوچھی۔ تعبیر سننے سے پہلے آپ نے خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ شہر میں آپ کے علاوہ خواجہ لقب کے بزرگ کوئی نہیں۔ یہ اشارہ غالباً آپ کی طرف ہے، لہٰذا آپ اپنی خدمت میں قبول فرمالیں۔ حضرت خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس خواب میں اشارہ میری طرف نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جانب ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ آپ کو زیارت نصیب ہوگی۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں کے بعد آپ کو رحمت دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوگئی۔

کچھ روز بعد آپ دوبارہ حضرت خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کی درخواست کی، جس پر انہوں نے ازراہِ تواضع یہ عذر کیا کہ میں اتباعِ سنت میں سست ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ آپ کا قدم جادہ شریعت سے ذرہ بھر الگ ہو۔ (۱۰)

بیعت طریقت

علم ظاہری کے ساتھ ہی گھر کے ماحول میں آپ کی باطنی تربیت کا آغاز ہوا اور غیر محسوس طور پر آپ کی روحانیت کو فروغ وترقی ملتی رہی۔ بچپن ہی سے احسان وتصوف کے

آثار نمایاں ہونے لگے۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی قدس سرہٗ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ عبداللہ مشہور بہ خواجہ خورد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، جو بڑے عارف تھے۔ بعض غیبی اشارات اور روحانی بشارات کی بناپر آپ نے ان سے بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے خیر خواہانہ مشورہ دیا کہ حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) کے خلفاء میں سے کسی ایسے شیخ سے، جو تشرّع، ترکِ دنیا اور تہذیب نفس میں راسخ القدم ہو، اس سے بیعت کرلو۔ آپ نے کہا کہ ہمارے قریب میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں حضرت حافظ سیّد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ خورد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر فرمایا: ''بہت غنیمت ہیں، جلد اِن سے بیعت ہو جاؤ۔'' آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اگر چہ ان پر اخفاو خمول (بے نشانی) کا غلبہ تھا، انہوں نے پہلی درخواست پر آپ کو بیعت فرمالیا۔ آپ دونوں بزرگوں، حضرت خواجہ خورد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ سیّد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور اُن کے فیض صحبت سے استفادہ کرتے رہے۔ اگر چہ خواجہ خورد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ باقاعدہ بیعت نہ تھے، لیکن ان کی صحبت سے پورا فائدہ اٹھایا۔ خواجہ صاحبؒ کی حیثیت تقریباً مرشد کی تھی، مگر انہوں نے آپ سے ہمیشہ عزیزانہ برتاؤ رکھا اور آپ کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت سیّد حافظ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ کبھی کوئی خدمت نہیں لیتے تھے۔ آپ اگر ارادہ بھی کرتے تو حافظ صاحب ٹال دیا کرتے تھے۔ حضرت سیّد حافظ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ من جانب اللہ آپ کی جانب ہی تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے آپ سے فرمایا:

> ''تم بچہ تھے اور بچوں میں کھیل رہے تھے، میری طبیعت کی تمہاری طرف کشش ہوئی۔ میں نے دعا کی کہ خدایا اس بچہ کو اولیاء میں شامل فرما اور اس کا کمال میرے ہاتھ سے ظاہر ہو، الحمد للہ کہ اس دعا کا ثمرہ ظاہر ہوا۔''

آپ کو بارہ برس کی عمر میں حضرت زکریا علیہ السّلام کی خواب میں زیارت ہوئی۔ بعد ازاں روحانی ذوق میں ایک غیر معمولی انقلاب پیدا ہو گیا اور ذکر و اذکار میں پہلے سے

زیادہ دلبستگی نصیب ہوگئی۔ (۱۱)

عطائے خلافت

حضرت حافظ سیّد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت شیخ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۹ھ/ ۱۶۷۸ء) کے ہاتھ مبارک پر بیعت کرلی، جو سلسلہ ابوالعلائیہ احراریہ کے ایک بلند مرتبہ صاحب اجازت بزرگ تھے۔ ان کا سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۲ء) اور حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے واسطہ کے بغیر حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۶ھ/ ۱۴۹۱ء) اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ کبار تک پہنچتا ہے۔ نیز انہوں نے حضرت امیر نوالعلاء بن امیر ابوالعلاء اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔

حضرت شیخ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جدّ مادری شیخ عبدالعزیز شکر بار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء) سے خصوصی نسبت رکھتے تھے، لہٰذا وہ آپ کی تعظیم کا خصوصی خیال کیا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کی خوب پذیرائی فرمائی اور بہت شفقت وعنایت سے پیش آئے اور آپ کی تربیت میں خاص توجہ فرمائی، جس کی وجہ سے حضرت شیخ کے بعض قدیم مرید آپ سے حسد کرتے تھے۔ حضرت شیخؒ نے آپ کو خلافت واجازت دی تو ایک بڑی دعوت کی، جس میں بہت سے خواص وعوام شریک ہوئے۔ اس مجمع کے سامنے حضرت شیخؒ نے آپ کے سر پر دستار ارشاد وخلافت اپنے مبارک ہاتھ سے باندھی۔ (۱۲)

حضرت سیّد عظمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت ومحبت

آپ کو بھی اپنے مرشد حضرت شیخ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۹ھ/ ۱۶۷۸ء) سے بڑی محبت تھی۔ حضرت شیخؒ آپ سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ شہر کے

دوسرے بزرگوں سے بھی ملاقات کرو، لیکن آپ اس سے پس وپیش کرتے تھے تاکہ مرشد سے تعلق کی یکسوئی میں فرق نہ آجائے۔

ایک روز حضرت شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ سیّد عظمت اللہ (جو چشتیہ سلسلہ کے بڑے برگزیدہ بزرگ تھے) کی خدمت میں جاؤ۔ آپ کو حسبِ معمول تامل ہوا تو حضرت شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا کہ انہیں سیّد صاحب کی خدمت میں لے جاؤ۔ چنانچہ آپ خادم کے ہمراہ سیّد عظمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ زنان خانہ میں صاحب فراش تھے، لہٰذا پہلے تو انہوں نے معذرت کر دی، لیکن جب حضرت شیخ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کا خیال آیا تو خادم سے چارپائی اٹھوا کر باہر تشریف لائے اور آپ سے نام ونسب دریافت کیا۔ آپ نے اپنا نام بتایا، مگر حضرت شیخ عبدالعزیز شکر بار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء) کی نسبت کا اظہار نہیں کیا۔ بعدازاں باتوں باتوں میں جب سیّد عظمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اِس بات کا علم ہوگیا تو وہ فوراً چارپائی سے نیچے اُتر آئے اور بے حد تواضع وشفقت فرمائی۔ انہوں نے آپ کے سر پر عمامہ باندھا اور کچھ نقد اور کچھ تبرکات، جو شیخ عبدالعزیز شکر بار رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دادا بزرگوار کے حوالے کیے تھے، آپ کے سپرد کر دیئے۔

آپ یہ تبرکات لے کر حضرت شیخ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے آپ سے فرمایا: ''نقد سے اطمینان ظاہری کی طرف اشارہ ہے اور عمامہ سے جمعیت باطن کی جانب اشارہ ہے، یہ دونوں چیزیں کم جمع ہوتی ہیں۔'' اس جمعیت ظاہر کی بشارت کے بعد خود آپ کا بیان ہے کہ معاشی پراگندگی کا سوال میری زندگی میں سرے سے پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ جمعیت باطن کی اس خوشخبری کے بعد مجھے حیات اخروی کے لیے کبھی کوئی دشواری اٹھانی پڑی۔ (۱۳)

طب سے لگاؤ

آپ نے طب میں بھی ذہن رسا پایا تھا، گویا آپ کے خاندان میں امراضِ روحانی

کے ساتھ ساتھ جسمانی امراض کے علاج و معالجہ کا سلسلہ خدمتِ خلق کے طور پر قدیم سے چلا آرہا تھا۔ آپ کی بھی اس میں دلچسپی رہی ہے، لیکن آپ نے اسے ذریعۂ معاش نہیں بنایا۔ آپ کی مہارت فن کے بہت سے واقعات مشہور و معروف ہیں۔

ایک دفعہ آپ بارہسہ کے دیہات میں تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے کسی بیمار کا قارورہ پیش کیا گیا۔ آپ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد نسخہ تجویز کر دیا۔ وہاں ایک ہندو طبیب بھی موجود تھا، اس نے کہا کہ آپ نے اس مرض کی تشخیص اچھی طرح کر لی ہے یا نہیں؟ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''یہ عورت کا قارورہ ہے اور اسے فلاں بیماری ہے اور اِس کے یہ اسباب ہیں۔'' اس ہندو طبیب نے آپ سے پھر پوچھا کہ یہ کس کتاب میں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کسی طب کی کتاب میں نہیں ہے، بلکہ فراست امت محمدیہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے۔''(۱۴)

اعتدال پسندی

آپ ہر چیز میں اعتدال اور توسط کو پسند فرماتے تھے اور مختلف مسائل میں فریق بن کر اختلاف کو بڑھانے کی بجائے ان میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس وقت علماء میں جو شرعی مسائل پیدا ہو چکے تھے، ان سب میں آپ کا مسلک زیادہ یہ تھا: ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' یعنی جو صاف (واضح) ہو اُسے اختیار کر لو اور جو گدلا اور کدورت والا ہو اُسے ترک کر دو۔ آپ صوفی تھے، مگر تصوف میں بھی آپ میانہ روی اور احتیاط کے قائل تھے۔

ایک مرتبہ آپ کسی صاحبِ حال بزرگ سے ملنے گئے تو انہوں نے کہا کہ میرے دل میں بہت دنوں سے یہ خدشہ پیدا ہو رہا ہے۔ کسی طرح اس بات پر اطمینان نہیں آتا، جو علما کہتے ہیں کہ دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ محال ہے۔ میں بالکل عیاں اور ظاہری طور سے دیکھتا ہوں۔ پہلے صوفیہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے اور یہ شعر اسی معنی میں ہے:

دیدہ را فائدہ آنست کہ دلبر بیند
ور نہ بیند چہ بود فائدہ بینائی را

یعنی: آنکھ کا کیا فائدہ ہے کہ وہ دلبر نہ دیکھے؟ اگر وہ نہ دیکھ سکے تو بینائی سے کیا فائدہ ہے؟

آپ نے ان بزرگ سے کہا: ''آپ فرماتے ہیں کہ ظاہر وعیاں دیکھ رہا ہوں، یہ بصیرت کا بصری اشتباہ ہے۔'' پھر آپ نے ان سے فرمایا: ''اپنی آنکھ بند کیجیے۔'' انہوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت آپ کا وہ پہلا ادراک باقی ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا: ''ہاں، باقی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہی اشتباہ کی پہچان ہے۔ اس وقت آپ کو (آنکھ بند کرنے کے بعد بھی) جو ادراک ہو رہا ہے، وہ بصر کا نہیں، بلکہ بصیرت کا ہے اور آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بھی بصر ہی کا ہے۔ اسی طرح آپ رؤیت باری کا مشاہدہ تو دیدہ بصیرت سے کرتے ہیں، مگر سمجھتے ہیں کہ یہ مشاہدہ بصر سے ہو رہا ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کی دقّت نظر اور تطبیق بین المسائل کی خصوصیت میں بڑی حد تک آپ کی اس متوازن ذہنیت اور تربیت کا بھی ہاتھ تھا، جس کی جانب خود حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی کئی جگہ اشارہ فرمایا ہے۔ (۱۵)

مشائخ واولیاء سے محبت

آپ کو اپنے زمانہ کے مشائخ و اولیاء اور مجاذیب سے بڑی محبت تھی۔ ان سے ملاقات کرتے۔ یہ زمانہ جذب وسلوک، خدا طلبی، عشقِ الٰہی اور درویشی کا گویا موسمِ بہار تھا اور ایسے حضرات کی کثرت تھی جو اُس کا ذوق رکھتے تھے اور روحانی و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ ان بزرگوں نے آپ پر خاص توجہ فرمائی اور ان بزرگوں کی روحانی تربیت اور فیوض و برکات سے لبریز صحبت نے آپ کو صاحبِ کشف و کرامات بزرگ بنا دیا۔ آپ کے ملفوظات سے آپ کی دقّت نظر، غیر معمولی ذہانت اور اعلیٰ استعداد علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (۱۶)

مسلکی ذوق

آپ پر حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کی نسبت خاص کے مقابلہ میں، جو مسلک وحدۃ الشہود میں راسخ القدم تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی نسبت غالب تھی، لہٰذا عرصہ تک توحید وجودی کے ذوق مسلک پر رہے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ اس سے بالکلیہ انقطاع عمل میں آیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے قریب کے اجداد مادری میں حضرت شیخ عبدالعزیز شکر بار رحمۃ اللہ علیہ (م۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء) بھی گزرے ہیں، جن پر توحید وجودی کا غلبہ تھا، ان موروثی و تربیت اسباب کی بنا پر آپ توحید وجودی کا ذوق اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء) سے عقیدت اور اُن کی تحقیقات سے ایسا ذوق وشغف رکھتے تھے، جو جادہ شریعت اور دائرۂ علم سے متجاوز نہیں ہونے پاتا تھا۔ آپ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بڑی تعظیم سے لیا کرتے اور فرماتے تھے: ''اگر میں چاہوں تو ''فصوص الحکم'' کا منبر پر کھڑے ہو کر بیان کروں اور اس کے تمام مسائل کو آیات واحادیث کے ساتھ مبرہن کروں اور اس طرح بیان کروں کہ کسی کو شبہ نہ رہے، لیکن اسی کے ساتھ وحدۃ الوجود کی صراحت کرنے سے احتراز کرتا ہوں کہ اس زمانہ کے اکثر لوگ اس کو سمجھ نہیں سکیں گے اور الحاد وزندقہ کے گڑھے میں گر جائیں گے۔''[۱۷]

فتاویٰ عالمگیری کی خدمات

آپ فتاویٰ عالمگیری کے ان مرتبین میں شامل تھے، جو سب ملک کے ممتاز ترین علماء وفقہاء، صاحبِ نظر اور صاحبِ درس حضرات تھے۔ اس جماعت کے نگران اعلیٰ وصدر شیخ نظام الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) نے اس کام پر اُس زمانے میں دولاکھ روپے صَرف کیے۔ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کا کچھ کام ملا حامد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھا، جو میر زاہد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰ء) کے درس

میں آپ کے ہم سبق رہ چکے تھے۔ اس تعلق کی بنا پر انہوں نے از راہِ ہمدردی آپ کو اِس کام میں شرکت کے لیے لکھا تو آپ کے پیرومرشد حضرت ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۹ھ/ ۱۶۷۸ء) نے سخت مخالفت کرتے ہوئے آپ کو روک دیا۔ آپ خود بھی شاہی ملازمت پسند نہیں کرتے تھے، لہٰذا انکار کر دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو اِس کی خبر ہوئی تو وہ آپ سے ناراض ہوئیں اور اصرار کرتے ہوئے آپ کو اِس خدمت کے قبول کر لینے پر مجبور کیا۔ ناچار آپ نے اِس کام میں شرکت اختیار کر لی۔ جب آپ کے پیرومرشد حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۹ھ/ ۱۶۷۸ء) کو خبر ہوئی تو انہوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ترک ملازمت کا یوں اشارہ دیا: ''جب اللہ تعالیٰ کا حق آ جائے تو بندے کا حق باقی نہیں رہتا۔'' آپ نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ دعا فرمائیں یہ ملازمت چھوٹ جائے اور والدہ ماجدہ ناراض نہ ہوں، چنانچہ انہوں نے ایسی ہی دعا فرما دی۔

مصنف ''الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند'' نے بڑے تفحص و تحقیق کے بعد فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین کے نام درج کیے ہیں، جن کی تعداد اکیس (۲۱) ہے اور آپ بھی اس جماعت میں شامل ہیں۔ (۱۸)

فتاویٰ عالمگیری کے کام سے علیحدگی

اس زمانے میں اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کو فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تدوین کا بڑا اہتمام تھا۔ شیخ نظام الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک صفحہ بادشاہ کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے وہ حصہ پڑھا جو شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھا۔ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق دو کتابوں کی متفرق عبارتیں جمع کر دیں، جس سے عبارت میں گنجلک پیدا ہو گئی۔ آپ شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ کے دوست تھے، جب آپ کی نظر اُس مقام پڑی تو اس کی تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں دو کتابوں کی مختلف المعنی عبارتیں جمع کر دی گئی ہیں، لہٰذا آپ نے مسوّدہ کے حاشیہ پر یہ عبارت لکھ دی:

''من لم یتفقہ فی الدّین قد خلط فیہ، ھذا غلط وصوابہ کذا۔''

یعنی: تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے کاتب سے یہاں خلطِ مبحث ہو گیا ہے اور صحیح یوں ہے۔

شیخ نظام الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے متن کی عبارت کے ساتھ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ بھی پڑھ دیا، وہ تو روانی میں پڑھتے گئے، لیکن اورنگ زیب عالمگیرؒ، جو پوری توجہ سے سنتے تھے، چونک پڑے اور کہا: ''این عبارت چیست؟'' یعنی یہ عبارت کیسی ہے؟

شیخ نظام الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ گھبرا گئے، کیونکہ انہوں نے اس کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ پھر سنبھل کر کہنے لگے کہ میں نے اس مقام کا مطالعہ نہیں کیا، کل تفصیل سے اس کا مطلب عرض کروں گا۔ جب واپس آئے تو شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ سے گلہ کیا کہ میں نے یہ حصہ تمہارے بھروسے پر چھوڑا تھا، تمہاری وجہ سے مجھے بادشاہ کے حضور شرمندگی اٹھانی پڑی۔ شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ بعدازاں شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کی تو آپ نے اصل کتاب سے انہیں دکھا دیا کہ عبارت میں خلل اور انتشار اس وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ اس صورتِ حال سے بعض معاصرین اور رفقاء کو حسد ہوا، جس کی بنا پر آپ فتاویٰ عالمگیری کے کام سے الگ ہو گئے۔ (۱۹)

حمیت اسلامی

آپ میں خاندانی روایت اور اپنے والد بزرگوار شہید شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مجاہدانہ تڑپ اور حمیت اسلامی کاملاً موجود تھی۔ بلا مبالغہ یہ سچ ہے کہ اس نجیب خاندان میں نسل در نسل جہاد و عزیمت کا سلسلہ زندہ و جاوید رہا، کیونکہ غیرت و شجاعت انہیں خاندانی ورثہ میں ملی تھی۔ اگرچہ شخصی طور پر آپ کا ذکر کسی جہادی مہم میں شامل نہیں، مگر آپ کے حالاتِ زندگی میں علو ہمت، عمل بالعزیمت اور دینی غیرت کے واقعات کا بھرپور تذکرہ ملتا ہے اور یہی دولت ایمانی اور جذبہ خیر آپ کی اولاد امجاد کو وراثت میں نصیب ہوا ہے۔ (۲۰)

پسندیدہ صفات اور بلند اخلاق

آپ پسندیدہ صفات اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔ شجاعت و فراست آپ میں کمال درجے کی تھی۔ عقل معاد کی طرح عقل معاش بھی کامل اور وافر دسترس پر رکھتے تھے۔ ہر معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی پسند فرماتے تھے۔ زہد و عبادت میں نہ اتنی محویت و کثرت تھی کہ وہ رہبانیت سے مشابہ ہو جائے اور نہ اتنی بے تکلّفی اور وسعت تھی کہ بات تساہل و غفلت سے جا ملے۔ لباس میں تکلف نہیں ہوتا تھا، ملائم اور سخت لباس جو میسر آتا، اسے استعمال فرماتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کو اچھا ہی لباس عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سب ضرورتیں پوری فرما دیتا تھا۔ بازار جا کر کسی شے کے خریدنے کی نوبت مشکل ہی سے آتی تھی۔ امیروں اور حاکموں کے گھروں پر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ اس دروازہ کو اپنے لیے بالکل بند کر رکھا تھا، ہاں اگر اس طرح کے لوگ آپ کی زیارت کے لیے خود آتے تو آپ بہت خندہ پیشانی اور اخلاق سے پیش آتے۔ ان میں جو زیادہ معزز ہوتا، اس کا اسی طرح اعزاز فرماتے۔ اگر نصیحت کی فرمائش کرتے تو بڑی نرمی کے ساتھ نصیحت فرماتے اور نیک کاموں کے کرنے اور بری باتوں سے روکنے کا فریضہ انجام دیتے۔ علم اور علماء کی ہمیشہ تعظیم کرتے۔ جہالت اور جاہلوں سے نفرت کرتے۔ ہر حال میں سنت نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اتباع و پیروی کرتے۔ استقامت کا درجہ یہ تھا کہ عمر بھر کبھی بغیر عذر کے جماعت فوت نہیں ہوئی۔ بچپن اور جوانی میں کبھی ناجائز اُمور کی طرف رغبت نہیں ہوئی۔ ضروری اُمور میں خرید و فروخت سے بھی احتراز نہ کرتے۔ نہ تنگ دست علماء کی پُر تکلف شکل وصورت کی پابندی کرتے اور نہ آزاد فقراء کے بے قید لباس کو اپناتے، بلکہ بے تکلف زندگی بسر فرماتے تھے۔ ضرورت کے بغیر قرض لینا گوارا نہ کرتے اور جو لوگ عیش و نشاط کے لیے قرض لیتے، اس کو برا سمجھتے اور ملامت کرتے تھے۔ [۲۱]

معمولات وعبادات

نوافل میں آپ کا وظیفہ تہجد تھا۔ جس کی رکعات کی کوئی پابندی نہ تھی، بلکہ رغبت و نشاط کا لحاظ رکھتے ہوئے جس قدر بھی ممکن ہوتا، ادا فرماتے تھے۔ اسی طرح اشراق وچاشت کی نمازیں اور دو رکعت مغرب کے بعد اپنے والدین اور بڑے بھائی کے ثواب کے لیے پڑھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے، سوائے اس کے کہ کوئی عذر ہوتا۔ بہت ہی خوش آوازی کے ساتھ اور تجوید کے قواعد کی پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اکثر بیرونی دوستوں کی مجلس میں روزانہ کی تلاوت کے علاوہ ترجمہ وتفسیر کے ساتھ دو تین رکوع پڑھتے تھے۔

روزانہ ایک ہزار بار درود شریف، ایک ہزار بار نفی واثبات کا وِرد فجر سے پہلے کرتے، کچھ تو جہری اور کچھ خفی کرتے اور بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر روزانہ کا معمول تھا۔ اپنے بھائی حضرت شیخ ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۹۰ء) کی وفات کے بعد بعض دوستوں کی درخواست پر وعظ اسی اُسلوب سے کرتے تھے۔ اکثر مشکوٰۃ، تنبیہ الغافلین اور غنیۃ الطالبین سے وعظ کہتے تھے۔ آخر میں تفسیر کا سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ جب زہراوین (یعنی سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران) کے بیان سے فارغ ہوئے تو ضعف غالب آ گیا اور یہ سلسلہ (تفسیر) بھی رُک گیا۔ [۲۲]

درود شریف وذکر کی برکات

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا، درود شریف اور محض توجہ کی بدولت پایا۔ نیز روزانہ سورۃ المزمل گیارہ بار پڑھتے اور یـا مغنی گیارہ سو مرتبہ ظاہری غنا کے لیے پڑھتے تھے۔ ہمیشہ ہر حال میں ظاہری اسباب کے بغیر حق تعالیٰ بندوں کے دلوں کو اُن کی خدمت میں مصروف رکھتا تھا۔ [۲۳]

آخری رمضان المبارک اور مقامِ عزیمت

آپ نے ۷۷ برس کی عمر میں رمضان کے آخری روزے رکھے۔ تمام روزوں اور تراویح کی پابندی کو حسبِ معمول انجام دیا۔ اگرچہ شریعت کی رُو سے افطار کی اجازت ثابت تھی، کیونکہ آپ بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکے تھے اور روزہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اور سب گھر والے آپ سے عرض کرتے تھے کہ شریعت کی اجازت کے باوجود اس قدر مشقت برداشت کرنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ جواب میں فرماتے کہ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہے کہ ضعف و کمزوری کی بنا پر میں بے ہوش ہو جاتا ہوں، پھر ہوش میں آجاتا ہوں اور اس کی وجہ سے تھک جاتا ہوں۔[۲۴]

بیماری اور سفرِ آخرت

اسی برس شوال کا مہینہ آیا تو آپ کی بھوک اچانک ختم ہوگئی۔ کمزوری غالب آ گئی، یہاں تک کہ زندگی کی امید نہ رہی اور بے حس و حرکت ہو کر گر پڑے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اس وقت موجود تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس گرنے میں آپ کی زبان سے یہ کلمہ بلند ہوا:

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ."

یعنی: میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (اور) وہ (ہمیشہ) زندہ رہنے والا (اور) قائم رہنے والا ہے۔

بعد ازاں روبصحت ہونے لگے اور کسی قدر افاقہ ہوا، حتیٰ کہ ماہِ صفر کے شروع میں بیماری نے پھر غلبہ پایا۔ ۱۲ر صفر کو صبح صادق سے پہلے جب آثارِ موت ظاہر ہوئے تو آپ کی پوری توجہ اس طرف تھی کہ نمازِ فجر فوت نہ ہو۔ اس ضعف کی حالت میں کئی بار پوچھا کہ صبح ہو گئی یا نہیں؟ حاضرینِ مجلس نے کہا کہ ابھی نہیں ہوئی۔ جب وقت آخر بالکل قریب آ گیا تو

اِن جواب دینے والوں کو سختی سے فرمایا:

''بس کرو! اگر تمہاری نماز کا وقت نہیں آیا تو ہماری نماز کا وقت آ گیا ہے۔''

پھر فرمایا: ''میرا رُخ قبلہ کی جانب کردو۔''

اسی وقت اشارہ سے نماز ادا فرمائی، حالانکہ ابھی وقت میں شک تھا۔ بعدازاں زیرلب اسم ذات کے ذکر میں مصروف ہو گئے اور اسی حال میں بروز بدھ ۱۲رصفر المظفر ۱۱۳۱ھ/۴رجنوری ۱۷۱۹ء کو جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ [۲۵] فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

قطعہ تاریخ وفات

در ہزار و یکصد و سی و یک از ہجر رسولؐ
بامداد چار شنبہ از صفر ثانی عشر
ہادی راہِ طریقت شیخ دیں عبدالرحیم
کرد از دنیائے دوں در جنت المأوی سفر [۲۶]

ازواج واولاد

آپ کا پہلا نکاح اپنے والد بزرگوار کی زندگی میں ہوا، جن سے ایک صاحبزادے حضرت صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، جو جوانی کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ یہ زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا عرصہ تک حیات رہیں اور انہوں نے ۱۱۲۸ھ یا ۱۱۲۹ھ/ ۱۷۱۶ء یا ۱۷۱۷ء میں وفات پائی۔

آپ کا دوسرا نکاح کبرسنی میں بعض بشارات اور غیبی اشارات کی بنا پر حضرت شیخ محمد صدیقی پھلتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء) کی صاحبزادی حضرت فخر النساء رحمۃ اللہ علیہا سے ہوا، جن سے اللہ کریم نے آپ کو دو صاحبزادے عطا فرمائے، جن میں بڑے حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اور چھوٹے حضرت شاہ اہل اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) ہیں۔[۲۷]

شاگردانِ رشید

آپ کے تلامذہ اور متوسّلین میں بے شمار لوگ تھے۔ آپ کے مکتوبات و حالات کے ضمن میں جن حضرات گرام کے نام مذکور ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء)

۲۔ حضرت شاہ اہل اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء)

۳۔ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے نام آپ کے کئی مکتوباتِ گرامی ہیں۔

۴۔ حضرت شیخ معظم رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت شیخ دلدار بیگ رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت شیخ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے نام آپ کے متعدد مکتوباتِ گرامی ہیں۔

۷۔ حضرت شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شیخ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۹ھ/۱۶۸۷ء) کے صاحبزادے تھے۔

۸۔ حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت شیخ عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت حبیب الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حضرت فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت حسام الحق یا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا اسمائے گرامی ''انفاس رحیمیہ'' سے ماخوذ ہیں۔

۱۴۔ حضرت مولوی نذر محمد رحمۃ اللہ علیہ، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشہور تھے۔

۱۵۔ حضرت شاہ گل رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا دو اسمائے گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے ملفوظات سے ماخوذ ہیں۔

۱۶۔ حضرت شیخ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ حضرت شیخ عبداللہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ۔ مترجم فتاویٰ عالمگیری ہیں۔ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا بڑا اشہرہ سنا۔ ایک روز ان کی ملاقات کرنے تشریف لے گئے، لیکن مل کر خوشی نہ ہوئی۔ ایک روز دوبارہ کسی مجلس میں ان سے پھر ملاقات ہوئی تو حضرت عبداللہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی دعا پڑھی اور اعراب میں کچھ غلطی کی، جس پر حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ٹوکا۔ اس طرح دونوں صاحبان میں مناظرہ کی سی صورت پیدا ہوگئی، لیکن آخر میں حضرت چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرلی۔

۱۸۔ حضرت مرزا علی خوانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ حضرت شیخ محمد غوث پھلتی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا چار اسمائے گرامی ''انفاس العارفین سے ماخوز ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کے متوسلین میں درج ذیل دو خواتین کے اسمائے گرامی بھی مذکور ہیں:

۲۰۔ حضرت ام عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہا۔ ''انفاس رحیمیہ'' میں ان کے نام آپ کا مکتوب گرامی ہے۔

۲۱۔ حضرت بی بی شریفہ خانم رحمۃ اللہ علیہا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ دادا بزرگوار سے فیض یافتہ اور صاحب توجہ وکشف تھیں۔ (۲۸)

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) تحریر فرماتے ہیں:

''ان کی شہرت زیادہ تر اپنے لائق اور باکمال فرزند ہی کے ذریعہ ہے اور انہی نے ان کا تعارف ''انفاس العارفین'' کے ذریعہ کرایا، جہاں تک علم ہے، ان کے حالات میں ان کے کسی اور مسترشد کی کوئی کتاب نہیں، لیکن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات بالخصوص ''انفاس العارفین'' سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے علوئے مرتبہ، قوت باطنی، مقبولیت عنداللہ اور علم سلوک میں ان کے مرتبہ عالیہ سے علی وجہ البصیرۃ اس سے زیادہ معتقد و متاثر ہیں، جتنا کہ ایک سعادت مند فرزند عام طور پر اپنے باکمال باپ کے کمالات و احسانات کا معترف اور مداح ہوتا ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے کمالات باطنی و علمی کے بارے میں علم الیقین اور وجدانی کیفیت اور اُن کے تذکرہ میں ایک سکر اور سرشاری کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت، کمالات علمی و باطنی کے حصول اور علم و سلوک میں درجہ امامت اور اجتہاد تک پہنچنے میں والد بزرگوار کی نسبت باطنی، قوت تاثیر اور شفقت و دعاؤں کا بڑا حصہ ہے۔''(۲۹)

متن قرآن کی تعلیم

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کے فیض سے حدیث کا خوب چرچا ہوا، لیکن اس زمانے تک تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف ہی کے ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ متن قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا رواج ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء میں حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے قرآن مجید کو فلسفہ اور منطق کے سہارے کے بغیر پڑھا پڑھایا اور اس خطے میں سنت حسنہ کو زندہ کیا۔

آپ کے بعد آپ کے خاندان نے اس طریقہ کو اپنے تراجم اور درس و تدریس کے ذریعہ عام کر دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''انفاس العارفین'' میں آپ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

''غالباً اپنے احباب کے حلقہ سے باہر ہر روز دو رکوع کی تلاوت تدبّر و بیان معانی کے ساتھ کرتے تھے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں اپنے اوپر انعام الٰہی کا ذکر کرتے ہیں، وہاں اپنے والد بزرگوار کے اس طریقہ درس کو اپنے لیے نعمتِ عظمیٰ اور فتحِ عظیم فرماتے ہیں۔ (۳۰)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

آپ کسی شخص کو سنت یا تعامل کے خلاف کام کرتے ہوئے دیکھتے تو بڑی نرمی اور شفقت سے منع فرماتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آپ کی نصیحت لوگوں پر بہت جلد اثر انداز ہو جاتی تھی۔

آپ کے ایک ملنے والے کو، جو علم و فضل سے بھی بہرہ ور تھے، فضول گوئی کی عادت تھی۔ آپ نے ایک روز بڑی شفقت سے انہیں فرمایا:

''اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نسبت و تعلق چاہتے ہو تو اِس عادت کو چھوڑ دو، ورنہ اس دربار سے فیض نہیں پا سکو گے۔''

آپ کی یہ بات اس کے دل میں اتر گئی اور اس نے فضول گوئی کو ترک کر دیا۔

آپ عام فائدہ کے لیے جمعۃ المبارک کے روز وعظ فرماتے، جس میں احباب شریک ہوتے تھے۔ (۳۱)

بادشاہ اور امراء سے احتراز

آپ نے امراء کے پاس جانے اور اُن سے ملنے کی رسم کو بالکل ختم کر دیا تھا، لیکن

اگر اُن میں سے کوئی خود حاضرِ خدمت ہوتا تو اُس سے کج خلقی نہ فرماتے، بلکہ اعزاز واکرام کا برتاؤ فرماتے تھے۔ جب فتاویٰ عالمگیری کی تالیف کے سلسلے میں شاہی ملازمت کا تعلق ختم ہو گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور شکرانہ ادا کیا۔ بعدازاں اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے آپ کو زمین دینی چاہی تو اسے بھی قبول نہ فرمایا۔ اسی طرح آپ کے جاننے والوں میں سے ایک صاحب بادشاہ کے درباری تھے۔ انہوں نے کسی موقع پر بادشاہ کے سامنے آپ کے خصائل ومناقب بیان کیے تو اورنگ زیبؒ نے آپ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اس پر ان درباری صاحب نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا:

''بادشاہوں اور امراء کے گھر جانا ان کا شیوہ نہیں ہے۔''

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے کسی دوسرے مخلص کے ذریعے ملاقات کا پیغام بھجوایا تو آپ نے قبول نہ فرمایا۔ ہر چند اُن صاحب نے اصرار کیا، مگر آپ راضی نہ ہوئے۔ اس پر اُن صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ کم از کم آپ ایک رقعہ ہی بادشاہ کے نام لکھ دیں، تا کہ کوتاہی نہ سمجھی جائے۔ اس پر آپ نے ایک کاغذ پر بادشاہ کے لیے یہ عبارت تحریر فرمائی:

''اہلِ دل کا اجماع ہے کہ وہ فقیر بُرا ہے جو امیر کے دروازے پر جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔ آپ کے پاس جزءِ قلیل ہے، لہٰذا اگر آپ مجھے (کچھ دینا بھی) چاہیں تو وہ ذرہ بے مقدار (یعنی انتہائی قلیل حصہ) ہوگا۔ میں اس ذرا بھر کی خاطر اپنا نام اللہ تعالیٰ کے دفتر سے کیوں نکال لوں، کیونکہ بزرگانِ چشتیہ کے بعض ملفوظات میں مذکور ہے کہ جس شخص کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھا گیا، اس کا نام اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دفتر سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔''

منقول ہے کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے آپ کے اس رقعہ کی بڑی قدر کی اور اسے ہمیشہ اپنی جیب میں رکھا، یہاں تک کہ یہ گل کر ضائع ہو گیا۔

ایک بار اورنگ زیب عالمگیرؒ کے پوتے عظیم الشان نے آپ کی ملاقات کی خواہش

کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں یہ لکھ بھیجا:

''اگر آپ خواجہ معین الدین چشتی (رحمۃ اللہ علیہ کے مزار) کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تو بہانہ سے مجھے بھی شرف نیاز حاصل ہو جاتا۔''

آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ وَاِنَّمَا یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ۔''

یعنی: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

''میں ایسی چیزوں پر فریفتہ نہیں ہوتا۔''

آپ کے زمانہ (۱۰۵۴-۱۱۳۱ھ/ ۱۶۴۴-۱۷۱۹ء) میں گونا گوں سیاسی انقلاب آئے اور کئی بادشاہ آئے اور گئے۔ انہوں نے دعا و برکت کے بہانے آپ کی ہمدردی و حمایت حاصل کرنا چاہی، لیکن آپ نے ہمیشہ گریز فرمایا اور ایسے معاملات میں بہت کم دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ معزالدین جہاندار شاہ (م ۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۳ء) پر فرخ سیر (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) نے حملہ کیا تو معزالدین نے فتح کے لیے دعا کرانے کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا، لیکن آپ نے اپنے احباب کی وساطت سے یہ پیغام بھیج کر انہیں منع کر دیا:

''ان کا آنا مناسب نہیں، کیونکہ اگر میں سچ بولوں گا تو وہ ناخوش ہوں گے اور اگر جھوٹ کہوں تو یہ درویشوں کا شیوہ نہیں ہے۔''

چنانچہ فرخ سیر اور سادات بارہہ میں جھگڑا ہوا تو آپ کے سامنے یہ قضیہ پیش ہوا۔ آپ نے صرف یہ فرمایا:

''میری خاطر اس بادشاہ (فرخ سیر) کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) فرماتے ہیں کہ جب تک والد بزرگوار زندہ رہے، فرخ سیر پر کوئی آنچ نہیں آئی، لیکن آپ کی وفات

کے پچاس ہی روز کے بعد اس کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور وہ قید ہو گیا۔ (۳۲)

سخن فہمی ونکتہ آفرینی

آپ بڑے سخن فہم اور نکتہ شناس تھے۔ افہام وتفہیم کے وقت بکثرت اشعار پڑھتے تھے اور اشعار میں ایسے نکات پیدا کرتے تھے کہ آپ کے بزرگ بھی تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ آپ پہلی مرتبہ اپنے مرشد حضرت شیخ ابوالقاسم اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۹ھ/ ۱۶۷۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ گھر کی تعمیر میں مشغول تھے اور اُن کی زبان پر یہ شعر جاری تھا:

ہر کرا کہ ذرہ وجود بود
پیش ہر ذرہ در سجود بود

یعنی: جس کسی کا ذرہ برابر وجود ہے، وہ ہر ذرہ کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔

آپ نے ''وجود'' کے لفظ کو ''شہود'' سے بدل کر پڑھا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ میں نے صحیح نسخوں میں لفظ وجود ہی دیکھا ہے۔ آپ نے عرض کیا، جی ہاں! میں نے بھی ایک صحیح نسخہ میں دیکھا ہے، جس میں لفظ ''شہود'' ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت زیادہ مشغول تھے، لہٰذا بات یہیں ختم ہو گئی۔ دوسرے روز آپ پھر حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: ''اگر لفظ ''شہود'' مانا جائے تو شعر کے معنی کیا ہوں گے؟'' آپ نے عرض کیا: ''جس کو ہر ذرہ میں اللہ تعالیٰ کا شہود ہو جائے گا، وہ یقیناً ہر ذرہ کے سامنے سجدہ کرے گا۔''

نیز آپ نے عرض کیا کہ اگر ''وجود'' کا لفظ ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ''عبد'' اور ''معبود'' دونوں بالکل مجتمع اور متحد ہو گئے تو پھر سجدہ کی کیا ضرورت ہے؟

یہ سن کر شیخ ومرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح نسخوں میں لفظ ''وجود'' ہے، اس کی کیا تاویل ہوگی؟

آپ نے عرض کیا کہ اگر وجود کا لفظ صحیح ہے تو پھر ''وجود'' کے معنی ''وجدان'' کے ہوں گے، جو شہود کا ہم معنی ہے۔ یعنی: جس کو خدا کا وجدان ہو جائے گا، وہ ذرہ ذرہ میں اس کا جلوہ دیکھے گا۔

آپ کے شیخ و مرشد حضرت ابوالقاسم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی اس نکتہ آفرینی سے بہت خوش ہوئے اور بعد ازاں آپ کو بہت عزیز رکھنے لگے۔ (۳۳)

سخن گوئی

کسی حد تک آپ سخن گو بھی تھے۔ آپ کے مکتوبات و ملفوظات میں بے شمار ہندی و فارسی اشعار موجود ہیں، جن میں سے ایک ہندی شعر اور دو فارسی رباعیوں کے متعلق صریحاً کہا گیا ہے کہ آپ کی ہیں۔ ہندی شعر جس میں ''رحیم'' تخلص ہے، وہ درج ذیل ہے:

جب جیو نہ تھا تب پیو نہ تھا اب پیو ہے جیو ناتھ
رحیم پیاسوں یوں ملی جوں بوند سمندر ہاتھ

یعنی: جب ہمارا وجود نہ تھا تو ہمارا کوئی معشوق بھی نہ تھا، لیکن اب معشوق تو ہے مگر وجود باقی نہیں رہا، رحیم محبوب کے ساتھ یوں مستغرق ہو گیا، جیسے بوند سمندر میں مل کر فنا ہو گئی۔

ایک روز نماز ظہر کے بعد آپ نے فی البدیہہ یہ رُباعی کہی:

گر تو راہے حق بخواہی اے پسر
خاطر کس را مرنجاں الحذر
در طریقت رکن اعظم رحمت است
ایں چنیں فرمود آں خیرالبشر

ترجمہ: اے بیٹا! اگر تو اللہ تک پہنچنے کا راستہ چاہتا ہے تو خبردار کسی کا دل مت دکھا۔

※ طریقت میں رکن اعظم رحمت (مہربانی) ہے، خیرالبشر (حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ایسے ہی فرمایا ہے۔

بعدازاں آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) سے فرمایا کہ اس (رُباعی) کو لکھ لو، میرے دل پر القا ہوا ہے کہ میں تمہیں یہ وصیت کر جاؤں۔

یہ فارسی رباعی بھی آپ کی ہے:

اے کہ نعمائے تو از حد فزوں
شکر نعمتہائے تو از حد فزوں
عجز از شکر تو باشد شکر ما
گر بود فضل تو مارا رہنموں

ترجمہ: اے وہ ذات (یعنی باری تعالیٰ)! جس کی نعمتیں بے شمار ہیں، تیری نعمتوں کا شکر بھی حد سے زیادہ ہے۔

٭ اگر تیرا فضل ہماری رہنمائی کرے تو تیرے شکر سے عاجز رہنا ہی ہمارا (تیری ذات اقدس کا) شکر کرنا ہے۔ (۳۴)

ملفوظات

آپ کے ملفوظات اور حکیمانہ ارشادات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ دنیا و آخرت کی آسائش کا راز

آپ سے احباب ملنے آتے تو آپ انہیں رخصت کرتے وقت ان کے سامنے یہ شعر بطور وصیت پڑھا کرتے تھے:

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
بادوستاں "تلطف" بادشمناں "مدارا"

یعنی: دنیا و آخرت کی آسائش کی شرح ان دو لفظوں میں ہے۔ دوستوں کے ساتھ "مہربانی" اور دشمنوں کے ساتھ "تواضع" (سے پیش آؤ)۔

۲۔ کسی قوم کو ملامت کرنے کا ضرر

آپ نے فرمایا: عام مجلس میں کسی خاص قوم کو ملامت نہ کرو، نہ کہو کہ اہلِ یورپ ایسے ہیں اور اہلِ پنجاب ایسے ہیں اور افغان اس طرح کے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس قوم کا کوئی آدمی یا کوئی اہل غیرت شخص موجود ہو اور وہ بُرا منائے اور مجلس میں بدمزگی پیدا ہو جائے۔

۳۔ جمہور کے خلاف بات کرنے کا نقصان

جو بات جمہور کے خلاف ہو، اسے ہرگز مجلسِ عام میں نہ کہو، اگرچہ وہ صحیح ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ لوگ بحث و مباحثہ کریں گے اور مجلس میں کدورت پیدا ہوگی۔

۴۔ واضح تردید سے پرہیز

مجلسِ عام میں کسی شخص کی واضح تردید نہ کرو۔

۵۔ کم مرتبہ لوگوں پر تلطف

جو لوگ تم سے کم مرتبہ کے ہیں، وہ اگر پہلے سلام کریں تو اسے خدا کی نعمت سمجھو اور اس پر اس کا شکر ادا کرو اور ان سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ اور ان کی مزاج پرسی کرو۔ اس لیے کہ اکثر ایک حقیرسی نظرِ عنایت، جس کی تمہارے ہاں کوئی قیمت نہیں ان کے نزدیک اس کی بڑی عظمت ہوتی ہے اور اگر وہ تمہاری طرف سے یہ ادنیٰ سی مہربانی نہیں پائیں گے تو انہیں دکھ ہوگا۔

۶۔ ضرورت پیش کرنے کا انداز

اگر تمہیں کسی سے کوئی ضرورت پیش آجائے اسے عمدہ انداز اور آہستہ آہستہ ظاہر کرو، یہ نہ ہو کہ بات پتھر کی طرح مارو۔

۷۔ والدین کی خدمت

والدین کی خدمت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے عہدہ برآ ہونا بڑا مشکل کام ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت آسان ہے، کیونکہ والدین معمولی سی دلجوئی سے بھی راضی ہو جاتے ہیں اور غلبۂ شفقت کی بنا پر تھوڑی خدمت کو بھی بہت خیال کرتے ہیں۔

۸۔ بڑوں سے گفتگو کے آداب

بڑوں سے گفتگو کرنے میں پیچیدہ، مختصر اور (زیادہ) آہستہ بات نہیں کرنی چاہیے۔

۹۔ گفتگو، راستہ چلنے اور نشست و برخاست کا اُسلوب

بات چیت کرنے، راستہ چلنے اور اُٹھنے بیٹھنے میں طاقتور لوگوں کی عادت اپناؤ، خواہ کمزور ہی کیوں نہ ہو۔

۱۰۔ لباس اور صفتِ کمال میں مطابقت

آدمی کا لباس اور اس کی وضع ایسی ہوئی چاہیے، جس سے اس صفتِ کمال کی خبر مل جائے، مثلاً اگر کوئی فقیہہ یا فلسفی ہے تو اس کو انہی جیسا لباس پہننا چاہیے اور انہی جیسے زندگی گزارنی چاہیے۔ اگر کوئی درویش ہے تو اسے صوفیہ جیسا لباس اور انہی جیسا رہن سہن اختیار کرنا چاہیے۔ (۳۵)

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ انفاس رحیمیہ

آپ کے لائق و سعادت مند صاحبزادے حضرت شاہ اہل اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) نے بڑی محنت و جستجو سے آپ کے ۲۶ مکتوباتِ گرامی کا ایک مجموعہ ''انفاس رحیمیہ'' کے نام سے مرتّب و مدوّن فرمایا اور اس کے آغاز میں ایک دقیق و خوبصورت دیباچہ تحریر کیا۔ اس کا اُردو ترجمہ زیرِ نظر کتاب میں شامل ہے۔

آپ کے مکتوبات گرامی کے مضامین اور معارف پڑھ کر آپ کے اعلیٰ علمی و روحانی مقام سے آگاہی ہوتی ہے۔ اس کا فارسی متن ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں مطبع مجتبائی، دہلی سے طبع ہوا۔ اس کا ایک اُردو ترجمہ از طالب حق، عالمی کتب خانہ، لاہور سے اور ترجمہ دیگر از قدیر محمد قریشی اکبر آبادی، المصطفیٰ اکادمی، کراچی سے ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا ہے۔

۲۔ ارشادِ رحیمیہ در طریق حضرات نقشبندیہ

یہ رسالہ سلوک و طریقت نقشبندیہ میں ہے اور چار فصول پر مشتمل ہے۔ ایک انتہائی اہم و پسندیدہ رسالہ ہے۔ قبل ازیں اس کا فارسی متن مع اُردو ترجمہ ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء مطبع روز نامہ اخبار، دہلی سے اور ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء میں دہلی سے اور ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں مطبع مجتبائی، دہلی سے شائع ہوا۔ آخر الذکر ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۳۶)

۳۔ خیالی پر حاشیہ لکھنے کا خیال

آپ کے دل میں حاشیہ خیالی پر ایک دوسرا حاشیہ لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اس کی تصنیف و تالیف نہ کر سکے۔

۴۔ رسالہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ تاج سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

(م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے ایک رسالہ کو عربی میں ضبط کیا تھا، جس کا آپ نے فارسی ترجمہ کیا۔
یہ رسالہ آپ کے خاندان میں بہت عرصہ تک متداول رہا اور گویا اسی وجہ سے آپ کے رسالہ ''ارشاد رحیمیہ در طریق حضرات نقشبندیہ'' کے آخر میں شاملِ اشاعت بھی ہوا۔ زیرِ نظر کتاب میں اس کا اُردو ترجمہ بھی شامل ہے۔

۵۔ فتاویٰ عالمگیری

فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں آپ ملاّ حامد رحمۃ اللہ علیہ کے معاون کی حیثیت سے شریکِ کار رہے۔ گو بعض اسباب کی بنا پر یہ کام زیادہ عرصہ جاری نہ رہا۔ پھر بھی جتنے دن رہے، بڑے مفید اور قیمتی اضافے کیے۔

۶۔ مجموعہ مکتوبات

آپ کے ایک دوسرے ''مجموعہ مکتوبات'' کا ذکر مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء) نے کیا ہے، جس کا قلمی مخطوطہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن (ہندوستان) کی لائبریری میں موجود ہے، لیکن اس کے بارے میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ آیا یہ ''انفاس رحیمیہ'' سے الگ نسخہ ہے، یا وہی؟ [۳۷]

مختصر حالات

حضرت شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت فخر النساء رحمۃ اللہ علیہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے، جو حضرت شیخ محمد صدیقی پھلتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۳ء) کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) آپ کے بڑے بھائی ہیں۔

ولادت

آپ کی تاریخ ولادت نامعلوم ہے۔ بڑے بھائی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کی ولادت ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء ہے۔ اس کے کئی برس بعد آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کی ولادت کے سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''انفاس العارفین'' میں یہ عجیب واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز جبکہ میں بہت کم سن تھا، میرے والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم دہلویؒ) نے مجھے کئی بار اہل اللہ کہہ کر آواز دی۔ کسی نے اس لفظ کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ اہل اللہ اس (ولی اللہ) کا بھائی ہے جو عنقریب پیدا ہوگا، لہٰذا اس کا نام میری زبان پر آگیا ہے۔[۳۸]

تعلیم و تربیت

اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/

۶۲ ۱۷ء) سے دینی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ علاوہ ازیں علم طب سے شغف تھا اور اس کی بھی باقاعدہ تعلیم پائی۔ (۳۹)

سفرِ آخرت

آپ نے ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء میں سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ (۴۰)

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ انفاس رحیمیہ (فارسی)

آپ نے اپنے والد بزرگوار کے ۲۶ مکتوبات گرامی کا ایک مجموعہ "انفاس رحیمیہ" کے نام سے مرتب فرمایا، جس کے آغاز میں ایک قابلِ قدر دیباچہ درج فرمایا، جس میں تصوف کے دقیق اور حسین مسائل و واقعات درج ہیں۔ اس کا ترجمہ زیرِ نظر کتاب میں موجود ہے۔

۲۔ رسالہ طب

آپ نے علم طب میں ایک مختصر رسالہ تحریر کیا۔

۳۔ رسالہ فقہ و سلوک (فارسی)

فقہ، عقائد اور سلوک کے موضوع پر ایک مختصر رسالہ لکھا۔

۴۔ مختصر تفسیر قرآن مجید

قرآن مجید کی مختصر تفسیر بھی لکھی۔

۵۔ ہدایہ کا خلاصہ

برہان الدین ابوبکر مرغینائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۹۳ھ/ ۱۱۹۷ء) کی فقہ حنفی میں مشہور و متداول کتاب ''ہدایہ'' کا خلاصہ لکھا، جس کے شروع میں حمد و ثناء کے بعد ذکر کیا کہ میں نے اصول مسائل اور ان کے دلائل کا انتخاب کیا ہے اور ان ہی مسائل کو لیا ہے جو کثیر الوقوع ہیں۔ شاذ و نادر پیش آنے والے مسائل کو چھوڑ دیا ہے۔ نیز اِن مسائل کے ساتھ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کے دلائل کا اضافہ کر دیا ہے، تا کہ طالبان یقین نفع حاصل کر سکیں۔ [۴۱]

حواشی مقدمہ

۱۔ رحمان علیؒ، مولانا/ محمد ایوب قادری، پروفیسر (مترجم): تذکرہ علمائے ہند، کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء، ص ۲۹۶

۲۔ قدیر محمد قریشی اکبر آبادی (مترجم): ترجمہ انفاس رحیمیہ، کراچی: المصطفیٰ اکادمی، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ص ۱۸ (پیش لفظ)

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، دہلی: مطبع احمدی، س۔ن، ص ۴/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت و عزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء، جلد ۵: ۷۹-۸۰/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۸۸ء ص ۴۵-۴۶

۴۔ قدیر محمد قریشی اکبر آبادی: پیش لفظ، ص ۱۹/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت و عزیمت، جلد ۵: ۸۰

۵۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۴۷

۶۔ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت و عزیمت، جلد ۵: ۸۱-۸۲/ قدیر محمد قریشی

اکبر آبادی: پیش لفظ، ص ۱۹/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۴۶، ۴۸

۷۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۴۹، ۵۰

۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۴/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۰/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۵۱

۹۔ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۰-۸۱/ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۵/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۶۷-۶۸

۱۰۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۵۲

۱۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۵-۶/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۱/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۵۰-۵۱

۱۲۔ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۲-۸۴/ قدیر محمد قریشی اکبر آبادی: پیش لفظ، ص ۱۹/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۵۳-۵۵/ نیز ملاحظہ کریں: مکتوب نمبر ۱۴، انفاس رحیمیہ (زیرِ نظر کتاب)

۱۳۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۵۴-۵۵

۱۴۔ ایضاً، ص ۵۶-۵۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۶۲-۶۳

۱۶۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۳۵، ۵۰، ۶۵، ۶۶، ۸۵/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۲-۸۳

۱۷۔ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۴

۱۸۔ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۴/ مجیب اللہ ندوی،

مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۷۰/ عبدالحیٔ حسنی، مولانا سیّد: الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند، دمشق: المجمع العلمی، س۔ن، ص ۱۱۱

۱۹۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۲۴/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۵-۸۶/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۷۰-۷۱

۲۰۔ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۷

۲۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۲۴/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۶-۸۷/ قدیر محمد قریشی اکبرآبادی: پیش لفظ، ص ۱۲۹-۱۳۰/

۲۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۸۴/ قدیر محمد قریشی اکبر آبادی: پیش لفظ، ص ۱۲۹- ۱۳۰/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت و عزیمت، جلد ۵: ۸۷

۲۳۔ قدیر محمد قریشی اکبرآبادی: پیش لفظ، ص ۱۳۰

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۸۳/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۸- ۸۹/ قدیر محمد قریشی اکبرآبادی: پیش لفظ، ص ۱۳۱/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۵۸

۲۶۔ قدیر محمد قریشی اکبرآبادی: پیش لفظ، ص ۱۳۲/ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۸۵

۲۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۸۲/ رحمان علیؒ، مولانا/ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علمائے ہند، ص ۲۹۶/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۸

۲۸۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۵۵-۵۶/ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۵۴

۲۹۔ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۸۹-۹۰

۳۰۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۶۳ - ۶۴/ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۸۶

۳۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۸۵/ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۷۹-۸۰

۳۲۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۸۲-۸۴/ نیز ملاحظہ کریں: مکتوب نمبر ۱۳، انفاس رحیمیہ (زیرِ نظر کتاب)

۳۳۔ ایضاً، ص ۶۵-۶۶

۳۴۔ ایضاً، ص ۶۶-۶۷

۳۵۔ ایضاً، ص ۸۰، ۸۶-۸۹

۳۶۔ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، ص ۶۷، ۷۴/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک وہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی فارسی کتب اور اُن کے اُردو تراجم)، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۹۹۹ء، ص ۸۸، ۹۵، ۲۳۵، ۲۴۵

۳۷۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص ۶۷-۷۱

۳۸۔ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۵: ۹۷/ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: انفاس العارفین، ص ۶۲/ قدیر محمد قریشی اکبرآبادی: پیش لفظ، ص ۲۰

۳۹۔ قدیر محمد قریشی اکبرآبادی: پیش لفظ، ص ۲۱

۴۰۔ ایضاً

۴۱۔ عبدالحیٔ لکھنوی، مولانا: نزہۃ الخواطر، حیدرآباد دکن: ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۷۵ء، جلد ۶: ۴۱/

قدیر محمد قریشی اکبرآبادی: پیش لفظ،ص۲۱/ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی، ص۴۷/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک وہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی فارسی کتب اوراُن کے اُردو تراجم)، ص۹۵، ۲۴۵

ارشادِ رحیمیہ

در طریق حضرات نقشبندیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دیباچہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ كَمَاهُوَ بِهٖ حَقِيْقٌ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدِ الشَّفِيْقِ كَمَا هُوَ بِهٖ يَلِيْقُ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ غَاصُوْا فِيْ بَحْرِ التَّوْحِيْدِ وَاَظْهَرُوْا فَرَائِدَ الدُّرَرِ مِنْ لُجَّةِ الْعَمِيْقِ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے، جو اس کے شایانِ شان ہیں اور درود وسلام ہو اُس کے سراپا شفقت رسول حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر جو آپ کی شان کے لائق ہے اور آپ کی آل (اطہارؓ) اور اصحاب (کرامؓ) پر، جنہوں نے توحید کے سمندر میں غوطہ لگایا اور گہرائیوں سے قیمتی موتی نکالے۔

اَمَّا بَعْدُ، احقر اور کم ہنر اللہ کریم کی رحمت کا امیدوار محمد عبدالرحیم بن وجیہہ الدین اویسی نقشبندی غَفَرَ اللّٰهُ وَلِوَالِدَيْهِ وَالْاَسَاتِذَةِ وَمُرْشِدِهٖ [1] کہتا ہے کہ ان اوراق میں چند ایسے کلمات جن سے واقف ہونا اس عالی طریقہ مبارک کے سالک کے لیے ضروری ہے، بیان کرتا ہوں، شاید کہ کسی خوش نصیب کو اس سے نفع حاصل ہو (اور) ''اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ'' [2] کے حکم کے مطابق اس فقیر کو یہ نعمتِ عظمیٰ نصیب ہو جائے:

با این ہمہ بے حاصلی و ہیچ کسی

درماندہ بنارسائی و بوالہوسی

دادیم نشان ز گنج مقصود ترا
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ: اس تمام بے حاصلی، عاجزی، درماندگی، نارسائی اور بوالہوسی کے باوجود۔
٭ ہم نے تجھے گنج مقصود کا پتہ بتا دیا ہے، (کہ) اگر ہم (اس تک) نہیں پہنچ سکے تو شاید تو پہنچ جائے۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ بِطَرِيْقِ السَّدَادِ۔ (۳)

ترجمہ: اور اللہ ہی سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دینے والا ہے۔

فصل اوّل

دائمی حضوری، جذبہ الٰہی، صحبت مرشد، شجرہ نقشبندیہ، سلسلۃ الذہب، اویسیت

اے سالک! اللہ تعالیٰ تیری خودی کو مٹا دے اور تجھے بقا نصیب فرمائے۔ (۴)

تو جان لے کہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بہاء الحق والشرع والدین المعروف بہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَرْوَاحِھِمْ کے بلند طریقہ میں اہلِ سنت و جماعت کے عقیدہ کی تصحیح، نیک اعمال اپنانے، سنن ماثورہ کی اتباع اور سلف صالحین رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ کی پیروی، عمل میں عزیمت، ممنوعہ اور مکروہ کاموں سے پرہیز کے بعد دائمی عبودیت (کا درجہ) ہے۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ ایسی دائمی حضوری جس میں غیر (ماسوی اللہ) کے شعور (دھیان) کا دخل نہ رہے، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس شعور کا شعور بھی ختم ہو جائے، تاکہ یہ چیز دائمی حضوری و عزیمت میں خلل وانتشار کا سبب نہ بنے۔ یہ سعادت عظمیٰ اور باقی رہنے والی نعمت جذبہ الٰہی، ''جَذْبَۃٌ مِّنْ جَذْبَاتِ الْحَقِّ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ'' (۵) کے بغیر ہاتھ نہیں لگتی۔ اس جذبہ کے حصول کا موثر ترین ذریعہ صرف ایسے بزرگ کی صحبت ہے، جس کا سلوک جذبہ کے طریقہ پر ہوا اور وہ تجلی ذاتی سے مشرف ہو چکا ہو۔

صحبت شرائط وآداب کے ساتھ موثر ہوتی ہے، ورنہ بہت سے لوگ حسن عقیدہ کے ساتھ سالوں اولیاء کی صحبت میں رہے ہیں اور (ان میں) کمال کا اثر ظاہر نہیں ہوا اور ایک ادب کو ترک کرنے کی بنا پر انتہائی اعلیٰ درجے سے گر کر سب سے زیادہ پست مقام میں جا

پہنچے ہیں۔ جس طرح کہ سنت الٰہی میں (دنیا کے اندر) ماں باپ کے بغیر ظاہری اولاد کی پیدائش ناممکن ہے، ایسے ہی مرشد کے بغیر معنوی اولاد کا وجود (آنا) مشکل ہے۔

قَالَ الشَّیْخُ اَبُوْعَلِی دَقَّاقْ قُدِسَ سِرُّہٗ: اَلشَّجَرَۃُ الَّتِیْ تَنْبَتُ بِنَفْسِھَا، لَاثَمَرَلَھَا وَاِنْ کَانَ لَھَا ثَمَرٌ یَکُوْنُ بِغَیْرِ لَذَّۃٍ۔

ترجمہ: حضرت ابوعلی دقاق قدس سرہٗ نے فرمایا: جو درخت خود بخود اُگتا ہے، اس پر میوہ نہیں ہوتا اور اگر اس کا میوہ ہوتا ہے تو اس میں لذت نہیں ہوتی۔

اس فقیر کو ظاہر میں تلقین و اجازت کا تعلق تحقیق کے ساتھ حقیقی اقتدا کے لائق، مظہرات سبحان کے جامع، کلام رحمٰن کے حافظ، حضرت سیّد عبداللہ قدس سرہٗ سے ہے اور ان کا شیخ المشائخ حضرت آدم بنوری (قدس سرہٗ) سے اور ان کا مرشد زمانہ و شیخ یگانہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کابلی (قدس سرہٗ) سے اور ان کا طریقہ عالیہ کے ہندوستان کے شہروں میں پھیلانے والے حضرت خواجہ محمد باقی (قدس سرہٗ) سے ہے۔ اور ان کا حضرت خواجہ املنگی (قدس سرہٗ) سے اور ان کا حضرت مولانا درویش محمد (قدس سرہٗ) سے اور ان کا حضرت مولانا محمد زاہد (قدس سرہٗ) سے اور ان کا حضرت قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبیداللہ احرار (قدس سرہٗ) سے اور ان کا شیخ الشیوخ، جامع المعقول والمنقول صاحب العلم والعمل حضرت مولانا یعقوب چرخی (قدس سرہٗ) سے اور ان کا قطب الاقطاب، سلطان العارفین، صاحب الطریقہ حضرت خواجہ بہاء الحق والدین، المعروف بہ نقشبند (قدس سرہٗ) سے اور ان کا نظر قبول بفرزندی کے طریقہ سے شیخ طریقہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی (قدس سرہٗ) سے ہے، لیکن تربیت کی نسبت حقیقت میں خواجہ بزرگ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی روحانیت سے ہے اور حضرت خواجہؒ کی نسبت ارادت اور صحبت و تعلیم، آداب، سلوک اور تلقین ذکر کے لحاظ سے حضرت سیّد امیر کلال (قدس سرہٗ) سے اور ان (کی نسبت) کا تعلق حضرت خواجہ محمد بابا سماسی (قدس سرہٗ) سے اور ان کا حضرت خواجہ علی رامیتنی (قدس سرہٗ) سے اور ان کا حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی (قدس سرہٗ) سے اور ان کا

حضرت خواجہ عارف ریوگری (قدس سرہٗ) سے اور ان کا حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہٗ) سے، جو سلسلہ خواجگان کے سردار ہیں اور ان کا امام ربانی حضرت خواجہ ابویعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی (قدس سرہٗ) سے اوران کا حضرت خواجہ علی فارمدی طوسی (قدس سرہٗ) سے، جو خراسان کے کبار مشائخ میں سے تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی (قدس سرہٗ) کو علم باطن میں انہی سے تربیت (حاصل) ہے۔ اوران (حضرت خواجہ ابوعلی فارمدیؒ) کا تعلق (نسبت) حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی (قدس سرہٗ) سے ہے اور حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ کا علم باطن میں تعلق نسبت دو جانب سے ہے: ایک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی (قدس سرہٗ) سے ہے اوران کا حضرت شیخ ابویزید بسطامی (قدس سرہٗ) سے ہے اور شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی ولادت حضرت شیخ ابویزید بسطامیؒ کی وفات کے ایک مدت بعد ہے اور شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی تربیت باطنی طور پر حضرت شیخ ابویزید بسطامیؒ کی روحانیت سے ہوئی ہے، ظاہری اور دنیاوی طور پر نہیں ہوئی ہے۔ حضرت شیخ ابویزید بسطامی (قدس سرہٗ) کی نسبت ارادت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے۔ صحیح نقل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی (قدس سرہٗ) کی ولادت بھی حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوئی ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان کی تربیت معنوی و روحانی طور پر فرمائی ہے، نہ کہ ظاہری اور دنیاوی طور پر۔ چنانچہ شیخ ابوطالب مکی قدس سرہٗ نے قوت القلوب میں ذکر کیا ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی دو نسبتیں ثابت ہیں: ایک اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اوران کو اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے اوران کو اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اوران کو اپنے والد بزرگوار امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اوران کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔

مشائخ طریق قدس سرھم نے ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے سلسلہ نسبت کو نفاست اورعزت وشرف کی بدولت "سلسلۃ الذھب" کا نام دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دوسری نسبت حضرت امام قاسم بن محمد بن

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل ہے، جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نانا بزرگوار ہیں اور وہ فقہائے سبعہ سے ہوئے ہیں اور اپنے زمانے کے علم ظاہر و باطن میں بے نظیر تھے اور ان کی باطنی نسبت ارادت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے اور ان (حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) کو حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت کے شرف کے باوجود اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے انتساب کے بعد امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی باطنی نسبت حاصل تھی۔

امام مقتدا حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے رسالہ قدسیہ میں لکھا ہے:

''اہلِ تحقیق کے نزدیک امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُن خلفاء سے، جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ہوئے ہیں، بھی نسبت باطن کی تربیت پائی ہے۔''

حضرت شیخ ابوطالب مکی قدس سرہٗ نے ''قوت القلوب'' میں فرمایا ہے کہ قیامت تک ہر زمانہ میں قطب زماں کے مقام و مرتبہ پر (فائز المرام ہستی) امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نائب مناب ہوگی اور تین دوسرے اوتاد جو قطب زماں سے نیچے ہیں، وہ دوسرے تین خلفاء (راشدین): امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نائب مناب ہیں اور علاوہ ازیں چھ صدیق دوسرے چھ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نائب مناب ہیں۔

حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی (قدس سرہٗ) کی دوسری نسبت باطنی ارادت میں حضرت شیخ ابوعثمان مغربی (قدس سرہٗ) سے ہے اور ان کی حضرت بوعلی رودباری (قدس سرہٗ) سے اور ان کی حضرت جنید بغدادی (قدس سرہٗ) سے اور ان کی حضرت سری سقطی (قدس سرہٗ) سے اور ان کی حضرت معروف کرخی (قدس سرہٗ) سے ہے۔ حضرت شیخ معروف کرخی (قدس سرہٗ) کو دو نسبتیں حاصل ہیں۔ ایک: حضرت داؤد طائی (قدس سرہٗ) سے اور ان کو حضرت حبیب عجمی (قدس سرہٗ) سے اور ان کو حضرت حسن بصری (قدس سرہٗ) سے اور ان کو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ

وسلّم سے ہے۔ حضرت شیخ معروف کرخی (قدس سرہٗ) کی دوسری نسبت حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے ہے اوران کو اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے اوران کو اپنے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے الیٰ آخر حاصل ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اس سلسلہ کے مشائخ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَرْوَاحِھِمْ کے سلسلہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ کے اکثر مشائخ جن کا ذکر شجرہ میں آیا ہے، اویسی ہوئے ہیں۔ اویسی کے معنی یہ ہیں جو حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ نے فرمائے ہیں: اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہے، جسے مشائخ طریقت اور کبراء حقیقت اویسی کہتے ہیں۔ ان کو ظاہر میں کسی مرشد کی حاجت نہیں ہوتی، کیونکہ حضرت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم، یا اولیائے حق میں کسی ولی کی روح اپنی آغوش عنایت میں کسی اور کے واسطے کے بغیر ان کی تربیت فرماتی ہے، جس طرح کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی (تربیت) فرمائی اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے یہ بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے: ''ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ'' (سورۃ المآئدۃ، آیت ۵۴):

یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اکثر مشائخ طریقت کو زمانہ سلوک میں اس مقام کی طرف توجہ نصیب ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی (قدس سرہٗ) کو، جن کا سلسلہ شیخ ابوالحسنات حضرت نجم الدین کبریٰ (قدس سرہٗ) سے ملتا ہے۔ نیز حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی (قدس سرہٗ) وغیرھم۔

اویسی کو سلوک میں فیض ربانی اور تجلیات رحمانی کا وصول ارواح مقدسہ کے واسطہ سے ہوتا ہے، لیکن اس میں طریق جذبہ، جو کہ ایک خاص الخاص طریقہ ہے، کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

فصل دوّم

طریقہ سلوک اور وصول

اے سالک! اللہ تعالیٰ تجھے اور ہمیں نہایات کمال کی معراج کے ذریعے (مقام) فنا نصیب کرے۔ [۶] اس گروہ کے سلوک و وصول کا طریقہ تین طرح ہے۔ پہلا طریقہ ذکر ہے۔ چونکہ ذکر لفظ و نطق کے لحاظ سے کونی ہے (یعنی اس موجودات میں سے ہے) اور معنی کی رُو سے ربانی ہے، پس یہ خلقت اور حق تعالیٰ کے درمیان برزخ ہے۔ ذکر کے ذریعے ایک قسم کا ارتباط حاصل ہوگا جو علم لدنی ہے اور وہ تعلیم و تعلّم سے خارج ہے۔ اسم ذات اور نفی و اثبات کے ذکر کا درجہ ہجوں کا سا ہے، جیسے بچے کے لیے کہ وہ ہجوں کے بغیر قرأت کا ملکہ حاصل نہیں کر سکتا۔

مشائخ طریقت قدس اللہ ارواحہم نے تمام اذکار میں سے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر کو اختیار کیا ہے۔ حدیث نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں یوں آیا ہے کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ،یعنی افضل ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

سالکین کا حجاب نسیان کا نتیجہ (ہوتا) ہے اور حجاب کی حقیقت موجودات کی صورتوں کا دل میں نقش ہو جانا ہے۔ صورتوں کے نقش ہو جانے سے حق کی نفی اور غیر کا اثبات ہوتا ہے۔ پس شرک خفی سے نجات اس کلمہ جو ماسویٰ اللہ کی نفی اور اثبات حق سبحانہٗ وتعالیٰ (کا مظہر ہے) کے لازمی اور دائمی ذکر کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

طریقہ ذکر کلمہ

ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ لب کو لب پر (اور) زبان کو تالو سے چپکائے اور سانس کو اندر

روک لے، (لیکن) اتنا ہی کہ زیادہ تنگ نہ ہو۔ حقیقت دل، جو ایک درک کیے جانے والے لطیفہ کا نام ہے، جس کے ذریعے سالک کو آنکھ جھپکنے کی دیر میں آسمان پر جانا اور سارے جہاں میں سیر کرنا میسر ہے، کو سب تفکرات سے خالی کرے اور اسے دل مجازی، جو کہ بائیں جانب صنوبری شکل کا ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، کی طرف متوجہ کرے اور ذکر کرنے میں مصروف کرے، اس طرح کہ کلمہ لَا اِلٰـــهَ کو دائیں جانب سے ناف کے متصل کھینچے، پھر دائیں کندھے کو حرکت دے کر بائیں طرف تک پہنچائے اور کلمہ اِلَّا اللّٰـــہ کو زور کے ساتھ صنوبری دل پر اس طرح مارے کہ اس کی حرارت تمام اعضا میں پہنچ جائے اور مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰـــہ کو بائیں جانب سے دائیں طرف تک لے جائے اور طرف نفی میں تمام موجودات کے وجود کو نفی کی نگاہ سے ملاحظہ کرے، یعنی جب دل میں لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہے تو اس کے ساتھ ہی معنی لاموجود (یعنی کوئی موجود نہیں) کا خیال کرتے ہوئے تمام اشیاء اور اپنے وجود کو اس فکر میں مٹا دے اور طرف اثبات میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے وجود کو نظر بقا سے ملاحظہ کرے، یعنی جب اِلَّا اللّٰہ کہے تو یوں سمجھے کہ جو کچھ موجود ہے، وہ حق ہے۔

طریقہ ذکر اسم ذات

اسم ذات کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ صنوبری دل کی جانب متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کو مکمل مدّ اور پوری شدّ کے ساتھ ناف کے نیچے سے کھینچتے ہیں اور بیچوں کے معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے دل کی زبان سے ذکر کرتے ہیں۔ اس طریقہ کے بعض بڑے بزرگ ہر ذکر کے پیچھے اس معنی کو ملاحظہ کرتے ہیں کہ تو ہی مقصود ہے اور تو ہی موجود ہے۔ بعض خیال میں اپنے پیر کی صورت کو بھی تصور میں رکھتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ ذکر کے دوران سانس کو روک کے رکھنا آثار لطف کا ذریعہ ہے، اور شرح صدر کے لیے مفید ہے اور اطمینانِ دل ہے، نیز نفی خواطر (وسوسوں کے مٹانے) کے لیے موثر ہے۔ سانس روک رکھنے کی عادت بنانا عظیم حلاوت کے پانے کا سبب ہے۔ تمام مکنونات و موجودات کا نظر فنا سے مطالعہ کرنے، حق سبحانہٗ کے وجود قدیم کا نظر بقا سے

مشاہدہ کرنے اور اس ذکر کی مداومت (ہمیشگی) کرنے سے توحید کی حقیقت ذاکر کے دل میں قرار پاتی ہے اور اس کی بصیرت کی آنکھ کشادہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ اسے شرع، عقل اور توحید میں کوئی تضاد دکھائی نہیں دیتا۔ اس مقام میں ذکر دل کی لازمی صفت بن جاتا ہے۔ اس کے بعد (طالب) ایسے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ ذکر کی حقیقت اور جوہر دل ایک ہو جاتے ہیں اور غیر کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا اور ذکر مذکور میں فانی ہو جاتا ہے۔ جب بارگاہ دل اغیار کی زحمت سے خالی ہو جاتی ہے تو ''لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَاسَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدٍمُّؤْمِنٍ ''[۷] کے حکم کے مطابق اِلَّا اللّٰہُ کے سلطان کا جمال تجلی کرتا ہے اور ''اَذْکُرْکُمْ''[۸] (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۲) کے وعدہ کا حکم حرفِ صورت کے لباس اور ''کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ''[۹] (سورۃ القصص، آیت ۸۸) کی خاصیت سے آراستہ ہو کر ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب تک روحانیت کا وجود باقی رہتا ہے اور (طالب) مرتبہ فنا پر نہیں پہنچتا، (اس وقت تک) وہ ذکر در حقیقت خفی نہیں ہے۔ جب فنا کی حقیقت پر پہنچ جاتا ہے تو اس مقام پر ہوتا ہے کہ اس کا باطن نفی سے ٹھہر جاتا ہے اور اثبات کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کا ذکر اللہ اللہ بن جاتا ہے اور جو چیز کلمہ کی حقیقت اور راز ہے، وہ نصیب ہو جاتی ہے۔ وَحَقِیْقَۃُ الذِّکْرِ عِبَارَۃٌ عَنْ تَجَلِّیَۃِ الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ لِذَاتِہٖ بِذَاتِہٖ مِنْ حَیْثُ الْاِسْمِ الْمُتَکَلِّمِ اِظْھَارُ الصِّفَاتِ الْکَمَالِیَّۃِ وَوَصْفًا بِالنُّعُوْتِ الْجَمَالِیَّۃِ وَالْجَلَالِیَّۃِ.

یعنی: ذکر کی حقیقت سے مراد حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تجلی اپنی ذات کے لیے اپنی ذات ہے۔ اس حیثیت سے کہ متکلم اس کی صفات کمالیہ اور جمالیہ و جلالیہ کا اظہار کرے۔

سالک پر جو تجلی پہلے ہوتی ہے، سلوک کے مقامات میں وہ تجلی افعال ہوتی ہے، جسے محاضرہ کہتے ہیں۔ پھر تجلی صفات ہوتی ہے، جسے مکاشفہ کہتے ہیں۔ پھر تجلی ذات ہوتی ہے، جسے مشاہدہ کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، جن سے ہمارے مشائخ قُدِّسِ

اَللّٰـهُ تَعَالٰی اَرْوَاحِهِمْ کا سلسلہ ملتا ہے، نے اس طرح فرمایا ہے کہ طالب کو چاہیے کہ وہ رات اور دن لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ میں مستغرق رہے۔ نیند اور بیداری کو اس کے کہنے (ذکر کرنے) میں نفقہ بنائے اور نفل نمازوں، اذکار و تسبیحات سے ہاتھ کھینچ لے۔ جس جگہ علم لدنی اور حکمت الٰہی ہو اور نفلوں سے خدمت (کرنا) زحمت ہو، وہاں صرف اسی کلمہ پر انحصار کرے۔ مخلوقات کے تعلقات کو ختم کرنے کے لیے ظاہری و باطنی افعال و اذکار میں کوئی ہتھیار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے زیادہ کامل اور شافی تر نہیں ہے۔

نیز مشائخ نے فرمایا ہے: ''اگر چہ دل ذاکر بن جائے تو بھی ذکر کرنے کی کوشش سے رکنا نہیں چاہیے، خاص کر صبح سے پہلے اور عصر و نمازِ مغرب کے بعد۔'' حضرت خواجہ امام علی (بن) حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہیں: ''جو آدمی ایمان کی دولت کا دوام (ہمیشگی) چاہتا ہے تو اسے ہر جگہ اور ہر کام میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کی عادت بنا لینی چاہیے اور وہ ہمیشہ شرک خفی کی سیاہی اس کلمہ (کے ذریعے) دور کرے۔'' نیز انہوں نے فرمایا ہے کہ دل کی بیداری کے لیے (کئی) درجے ہیں اور بیداری سوائے میانہ روی کے میسر نہیں آتی۔ میانہ روی سوتے جاگتے ذکر کا دوام (ہمیشگی) ہے۔

بعض مشائخ نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر اختیار کیا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو اس میں پنہاں رکھتے ہیں۔ ہمارے مشائخ قُدِّسَ اللّٰـهُ تَعَالٰی اَرْوَاحِهِمْ پورا کلمہ کہتے ہیں۔ حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے کہ گمان مت کر کہ دل کا روشن دان (عالم) ملکوت کی طرف بغیر نیند اور بغیر موت کے نہیں کھلتا، کیونکہ یہ ایسا نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی شخص بیداری میں خود کو ریاضت میں لگائے اور دل کو غضب، شہوت، برے اخلاق اور اس جہاں کی ناپسندیدہ چیزوں سے خالی کرے اور ایک خالی جگہ بیٹھے اور آنکھیں بند کر کے، حواس کو معطل کرے اور دل کو ملکوت کی جانب متوجہ کرے اور دوام کے ساتھ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہے، دل کے ساتھ زبان سے نہیں، اس حد تک کہ خود سے اور تمام جہاں سے بے خبر ہو جائے اور اسے کسی چیز کی خبر نہ رہے، جب یوں ہو جائے تو خواہ بیدار ہو، وہ روشن دان (دل) کشادہ ہو جاتا ہے، دوسرے جو خواب میں دیکھتے ہیں، وہ بیداری میں دیکھتا ہے۔ ارواح، فرشتے اور نیک

صورتیں اسے نظر آتے ہیں اور وہ انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ کو دیکھنے لگتا ہے۔ ان سے مستفید ہوتا ہے اور امداد پاتا ہے۔ آسمان و زمین کے ملکوت اسے دکھائی دیتے ہیں۔ جس شخص کا راستہ کشادہ ہو، وہ ایسے عظیم کام دیکھتا ہے، جو بیان کی حد میں نہیں آتے۔ لیکن کام کے آغاز میں مجاہدہ اور ریاضتوں کی تکلیف درکار ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے (اس) ارشاد میں ہے: ''وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا'' (سورۃ المزمل، آیت ۸)، [۱۰] یعنی: سب چیزوں سے الگ ہو کر اور خود کو بالکل اس کے سپرد کر دے اور تدبیروں سے مشغول نہ ہو کیونکہ اللہ سبحانہ، خود کام کو درست فرماتا ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔ [۱۱] (سورۃ المزمل، آیت ۹) یعنی: جب تو نے اسے اپنا وکیل بنا لیا تو (سب سے) فارغ ہو گیا (لہٰذا اب) خلقت کے ساتھ نہ مل۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا۔ [۱۲] (سورۃ المزمل، آیت ۱۰) یعنی: صبر کر، جو اہلِ دنیا تجھے طعن و حقارت کا نشانہ بنائیں اور اُن کو چھوڑ دے، اچھی طرح کا چھوڑنا۔ یہ سب مجاہدہ و ریاضت کی تعلیم ہے، تاکہ دل خلقت کی عبادت، دنیا کی شہوت اور محسوسات کے مشغلہ سے صاف ہو جائے۔ صوفیہ کا راستہ یہی ہے اور یہ راہِ نبوت ہے۔ گمان نہ کر کہ یہ حال پیغمبروں کے لیے مخصوص ہے، کیونکہ تمام انسان دراصل فطرت میں اس کے لائق ہیں: ''كُلُّ مَوْلِدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ'' [۱۳] کا ارشاد اسی لیاقت کی خبر دیتا ہے۔

''وَمَنْ يَّعْتَقِدْ اَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى عِبَادًا يُّشَاهِدُوْنَ فِيْ حَالِ الْيَقْظَةِ مَالَا يُمْكِنُ لِغَيْرِهِمْ اَنْ يَّرَاهُ اِلَّا فِيْ حَالِ النَّوْمِ لَمْ يَهْتَدِ اِلٰى حَقِيْقَةِ الْاِيْمَانِ بِالنُّبُوَّةِ.''

یعنی: اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں، جو بیداری میں وہ کچھ دیکھتے ہیں، جو اُن کے سوا کسی کے لیے ممکن نہیں، مگر یہ ایسے نیند کی حالت میں دیکھے۔ پس اس نے نبوت پر ایمان کی حقیقت کا راستہ نہیں پایا۔

تمام محققین نے مجاہدہ کا اثبات کیا ہے (یعنی اس پر یقین رکھتے ہیں) اور انہوں نے اس کو مشاہدے کا ذریعہ کہا ہے۔ حضرت سہیل بن عبداللہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجاہدے کو

مشاہدے کی علت کہا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: "وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا" [۱۴] (سورۃ العنکبوت، آیت ۶۹) وَ قَالَ الْجُنَیْدُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ:

"اَلْمُشَاھِدَاتُ مَوَارِیْثُ الْمُجَاھِدَاتِ وَلَا یَسْتَقِیْمُ النِّھَایَاتُ اِلَّا بِتَصْحِیْحِ الْبِدَایَاتِ وَذَالَا تَیَسَّرَ اِلَّا بِتَرْکِ الْعَادَاتِ وَھُجْرَانُ الْمَأْلُوْفَاتِ."

یعنی: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مشاہدات مجاہدات کی میراث ہیں اور نہایات بدایات کی تصحیح کے بغیر درست نہیں ہوتیں اور یہ بات عادات کو ترک کرنے اور مالوفات (پسندیدہ چیزوں) سے الگ ہونے کے بغیر میسر نہیں آتی۔

بزرگوں نے کہا ہے: "جب تک مجاہدہ میں صدق نہ ہو، صفائی بھی (نصیب) نہیں ہوتی۔"

تیسرا طریقہ توجہ و مراقبہ ہے۔ یہ طریقہ نفی و اثبات سے اعلیٰ اور جذبہ کے زیادہ قریب ہے۔ مراقبہ کے طریقہ سے ملک و ملکوت میں مرتبہ وزارت و تصرف تک پہنچا جا سکتا ہے۔ دل کے خطرات سے آگاہی اور ان پر نظر رکھنے، نگاہ بخشش کرنے، کسی کے باطن کو منور کرنے، جمعیت خاطر کی ہمیشگی اور دلوں کی مقبولیت دوام مراقبہ (کے فیوضات) سے ہیں۔ دولت مراقبہ کا دوام (ہمیشگی خلقت کے) تعلقات و روابط کو توڑنے، نفس کی مخالفت پر صبر اور غیروں کی صحبت سے پرہیز کا آغاز کیے بغیر میسر نہیں آتی۔

مراقبہ یہ ہے کہ وہ لاثانی اور بے مثل ذات جو اللہ کے مبارک نام سے سمجھ آتی ہے، اسے عربی، فارسی اور عبرانی وغیرہ زبانوں کی عبارت کے واسطہ کے بغیر ملاحظہ کرے۔ اپنے دل کو محبوب (حقیقی) کے مقام سے دور نہ رکھے اور اس معنیٰ (مقصد) کو تمام مدارک اور قوائے (جسمانی) سے ملحوظِ خاطر رکھنے کا تکلف کرے، یہاں تک کہ دوام حضوری کے ذریعے تکلف (کی زحمت) درمیان سے ہٹ جائے۔ اگر اس معنیٰ (مقصد) میں کوئی خلل واقع ہو تو اسم ذات جو اللہ ہے، سے مشغول ہو کر اس معنیٰ (مقصد) کی طرف متوجہ ہو جائے،

تا کہ ذکر (جاری) رہے اور ذکر کی وہی (مطلوبہ) حقیقت حاصل ہو جائے۔ لیکن ابتدا میں ایک ضعف جو بقیہ ہے، کے واسطہ سے اس معنی (مقصد) کی دریافت ہوتی ہے۔ اس سے یوں ہوتا ہے کہ اس معنی (مقصد) کے علاوہ کوئی چیز نظر بصیرت میں دکھائی نہیں دیتی، ہر چند کہ وہ خود چاہے تو بھی (اس کی) تعبیر نہیں کرسکتا۔ وہ ''اَنَا الْحَقُّ هُوَ الْحَقُّ وَهُوَ الْحَقُّ اَنَا الْحَقُّ''[(۱۵)] بن جاتا ہے:

رباعی:

اے برادر تو ہمین اندیشۂ
ما بقی تو استخوان و ریشۂ
گرگل ست اندیشۂ تو گلشنی
ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی

ترجمہ: اے بھائی! تو تو صرف ایک سوچ ہے۔ باقی تو (سب) ہڈیاں اور گوشت ہے۔ اگر تیرا اندیشہ پھول ہے تو تو ایک باغ ہے اور اگر (وہ) ایک کانٹا ہے تو تو ایک بھٹی کا ایندھن ہے۔

اے عزیز! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے نفس ناطقہ کو ایسی استعداد بخشی ہے کہ جس چیز کی طرف، جو نفس الامر میں متحقق ہے، بھی متوجہ ہو، جلد ہی اس کا رنگ قبول کر لیتا ہے اور جس چیز کو بھی اپنا نصب العین بناتا ہے، اسی کا حکم اختیار کر لیتا ہے:

رباعی:

گرگل گزرد بخاطرت گل باشی
ور بلبل بیقرار بلبل باشی
تو جزوے و حق کلست اگر روزے چند
اندیشۂ کل کنی کل باشی

ترجمہ: اگر تیرے خیال میں پھول آئے تو تو پھول ہے، (اور) بیقرار بلبل (کے خیال) میں تو بلبل (ہی) ہے۔ تو ایک جزو ہے اور حق کل

ہے۔اگر تو چند روز کل کا فکر کرے تو تو بھی کل (ہی) ہے۔

اور وہ طریقہ جس سے کہ اس کی نگاہداشت (محافظت) زیادہ آسان ہو جائے، یہ ہے کہ سانس کو زیر ناف بند کر کے اور زبان کو تالو سے اور لب کو لب سے چپکا کر سانس کو روک لے، اس طرح کہ سانس اندر تنگ نہ ہو جائے۔ سانس کے باہر آنے اور اندر جانے اور دونوں سانسوں کے درمیان سے آگاہی رکھے، تاکہ کوئی سانس بھی اس شغل (ذکر) سے غافل نہ رہے اور مع اللہ حضوری کی نسبت میں کوئی خلل پیدا نہ ہو۔ یہاں تک کہ اس مقام میں پہنچ جائے، جہاں یہ نسبت بغیر تکلف کے اس کے دل میں حاضر رہے اور آگاہی اس کے دل کی صفت لازم بن جائے، جس طرح کہ آنکھ میں بینائی اور کان میں شنوائی ہے۔اگر کسی کو خود سے یوں آگاہ کرے کہ آگاہی کی زیادتی کے سبب اسے اپنی آگاہی کا شعور بھی نہ رہے تو (یہ) نہایت استغراق (کا درجہ) ہے۔اس حالت کے آغاز میں بعض (سالکین) کے ظاہری و باطنی حواس اُمور محسوسہ و معقولہ کے ادراک سے معطل ہوتے ہیں اور بہت زیادہ بے خودی طاری ہو جاتی ہے اور بعض کو باوجود اس کے کہ انہیں یہ حالت پوری طرح میسر ہوتی ہے، ان کے تمام حواس اپنے کام میں (مصروف) رہتے ہیں اور یہ پہلے حال سے زیادہ اعلیٰ اور زیادہ قوی ہے۔اگر کسی کو ارباب ولایت کے مقاصد سے آگاہی حاصل ہوئی ہے تو اسے یقین ہوگا کہ شہود و حضور اور مشاہدہ جو اہلِ ولایت کو (نصیب) ہوتا ہے، وہ حصولِ یادداشت کا دوام ہے۔اس کی تعبیر آگاہی سے کی جاتی ہے۔اگر اس مقام میں ایسا ہو کہ اس نسبت کے شعور سے بھی بے خبر ہو اور ہستی حق کے سوا (کوئی) نسبت نہ رہے اور اس نسبت کی موجودگی میں ظاہری اشغال مانع نہ آئیں اور اعمال ظاہری اس کے حضور میں رکاوٹ نہ ڈالیں، شاہدی و شہودی کا وصف نظر دل سے اٹھ جائے اور بحر نیستی میں یوں گم ہو جائے کہ اس سے نہ فعل رہے، نہ وصف، نہ اسم اور نہ ذات۔تو بزرگ اس (مقام) کو فنائے فنا کا نام دیتے ہیں۔ اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ اسے اس مقام سے ترقی بخشے اور فنا کے بعد بقا (کے درجہ) میں پہنچائے تو (پھر اللہ) محض اپنی عنایت سے ایک ایسا نور بخشتا ہے، جس نور سے وہ (سالک) دیکھ سکتا ہے کہ مشاہدہ سوائے اللہ جلّ ذکرہٗ کے نہیں ہے اور تمام اشیاء اس

(ذات اقدس) جلّ ذکرہٗ کے مظاہر اور تجلی گاہیں ہیں اور یہ معنی (کیفیت) اس کا ملکہ (مہارت) ہو جاتی ہے۔ اس (سالک) کو بالغوں میں شمار کیا گیا ہے اور (ایسے لوگ) ناقصوں کی تکمیل کے لیے مقدر ہوتے ہیں اور (انہیں) اس طریقہ (عالیہ) کے مستعد (صوفیہ) کی صحبت و تربیت کی اجازت دی گئی ہے۔ اس مقام پر اگر دل کو قدرت حاصل ہوئی ہے تو اس کی یہ حالت سراپا خوشی اور شادمانی ہے، جس کے مقابلے دونوں جہاں کی قیمت رائی کے دانہ کے برابر بھی نہیں۔ اگر دل کی نگاہ اس پر ہو کہ ابھی کوئی چیز رہ گئی ہے، جو اسے نہیں پہنچی، تو اس کی حالت سراپا شوق، غم اور اضطراب ہوتی ہے۔ یہ اضطراب واشتیاق انبیاء اور اُن کے علاوہ کسی کامل سے بھی ہرگز زائل نہیں ہوا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے دوستوں کو یومِ لقاء (قیامت) تک ہمیشہ اس خوشی، غم اور ذوق میں رکھے گا، کیونکہ جب بھی (سالک کو) تجلی سے مشرف کیا جاتا ہے تو اسے اس تجلی کے ذریعے ایک اور بے نہایت استعداد حاصل ہوتی ہے۔ پس جس قدر تجلیات کا خالص پانی زیادہ ہوتا ہے، اتنا ہی تشنگی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، نہ آبِ حیات حقیقی (کا سلسلہ) بند ہوتا ہے اور نہ جمال کے محبین کی پیاس میں کمی اور زوال آتا ہے:

شعر:

شَرِبْتُ الْحُبَّ كَاسًا بَعْدَ كَاسٍ
فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَلَا رَوِيْتُ

یعنی: میں نے شراب محبت کے پیالے پہ پیالے پیے، پس نہ تو شراب ختم ہوئی اور نہ میں نے بس کی ہے۔

تیسرا طریقہ رابطہ ہے، ایسے پیر سے جو مقام مشاہدہ کو پہنچا ہوا اور تجلیات ذاتیہ سے متحقق بن چکا ہو۔ اس کی زیارت هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رَاءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ (۱۶) کے حکم کے مطابق ذکر کا نفع دیتی ہے۔ اس کی صحبت هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ (۱۷) کے موجب مذکورہ صحبت کا نتیجہ دیتی ہے۔ جب ایسے عزیز کی صحبت ہاتھ لگے اور اس کا اثر خود میں پائے تو جتنا کر سکے اسے نگاہ میں رکھے۔ اور اگر حاضر ہو تو اس کے دونوں ابروؤں کے درمیان نگاہ کو ٹکائے اور

یوں رابطہ کرے کہ اس عزیز کے وجود کے سوا کوئی (چیز) نہ رہے اور اپنی ہستی سے نکل کر اس کے وجود سے متصف ہو جائے۔ اگر اس میں کوئی خلل واقع ہو تو پھر اس کی صحبت کا رجوع کرے، تا کہ اس کی برکت سے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ اسی طرح ایک بار سے دوسری مرتبہ کرتا رہے، یہاں تک مقررہ کیفیت پر اسے مہارت حاصل ہو جائے۔ اس عزیز کی عدم موجودگی میں اس کی صورت کو خیال میں رکھ کر تمام ظاہری و باطنی قوائے جسمانی کے ذریعے صنوبری دل کی طرف متوجہ ہو جائے۔ جو وسوسہ بھی پریشان کرے، (اس کی) نفی کرے، تا کہ بے خودی کی کیفیت پیدا ہو۔ کوئی طریقہ اس سے زیادہ قریب نہیں ہے۔ اکثر (یوں) ہوتا ہے کہ جب مرید میں یہ قابلیت ہوتی ہے کہ پیر اس میں تصرف کرے تو وہ پہلی ہی بار اسے مرتبہ مشاہدہ پر پہنچا دیتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے: ''اَصْبَحُوْا مَعَ اللّٰهِ، فَاِنْ لَّمْ تُطِيْقُوْا فَاصْبَحُوْا مَعَ مَنْ يَّصْحَبُ مَعَ اللّٰهِ ''[18] یعنی: تو ایسی ہمت رکھ کہ آگاہی جو کہ تجلی ذاتی کا ایک عکس ہے، اس سے مشرف ہو کر تو دونوں جہانوں کے تعلق سے رہا ہو جائے اور اگر اس طرح کے کام کی طاقت نہیں رکھتا تو ایسے لوگوں سے آگاہ رہ، جو اس تجلی کے نظارہ سے مشرف ہو چکے ہیں اور (انہوں نے) خود سے رہائی پا لی ہے اور ان کی ہمت شریف ان کے دل کو غیر کے تعلق سے نجات دلا چکی ہے۔ آیت کریمہ: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[19] (سورۃ التوبہ، آیت ۱۱۹) میں اسی جانب اشارہ ہے۔ جس شخص میں فطرت کی پاکیزگی باقی ہوتی ہے، وہ کسی ایسے صاحبِ دولت کے اشارہ سے، جو شہود ذاتی تک پہنچ چکا ہو، کم مدت میں اس دولت کو حاصل کر لیتا ہے، بغیر اس کے کہ وہ زیادہ ریاضت و محنت کرے۔

شعر:

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین
طعنہ زند بر دھہ و سخرہ کند بر چلہ

یعنی: جس نے تبریز میں شمس دین کو ایک نظر دیکھ لیا، وہ طعنہ کرتا ہے دس روز (کی ریاضت) پر اور مذاق اڑاتا ہے چلہ (چالیس روز کی ریاضت) کا۔

فصل سوّم

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات مبارک اور وصایا شریف

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (رحمۃ اللہ علیہ) جو سلسلہ خواجگانؒ کے حلقہ کے سردار ہیں، ان کے کلمات قدسیہ، یقیناً ان کی اصطلاحات کے الفاظ، جن سے ان عزیز کے طریقہ کی سمجھ آتی ہے، مع دوسرے فوائد، جو اس طریقہ کے سالکین کے لیے ضروری ہیں، میں نے اس فصل میں ان کو بیان کیا ہے۔ حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک وصیت نامہ آداب طریقت میں ہے، جو انہوں نے اپنے روحانی فرزند خواجہ اولیائے کبیر (حضرت عارف ریوگری) قدس سرہٗ کے لیے تحریر فرمایا تھا، جو بہت سے فوائد اور بڑے انعامات پر مشتمل ہے اور سب سالکین اور مریدین کے لیے ضروری ہے۔ ان سب وصیتوں میں سے یہ چند کلمات ہیں، جو لکھے جاتے ہیں:

اے میرے بیٹے! میں تجھے علم و ادب اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ تمام حالات میں تجھ پر (لازم) ہے کہ تو آثار سلف کی پیروی کر۔ اہلِ سنت و جماعت (کے عقیدہ) پر ہمیشہ (قائم) رہ، فقہ و حدیث سیکھ۔ جاہل صوفیہ سے پرہیز کر۔ نماز ہمیشہ با جماعت ادا کر، اس شرط سے کہ مؤذن اور امام نہ بن۔ ہرگز شہرت کی طلب نہ کر، کیونکہ شہرت آفت ہے۔ کسی منصب کا مقیّد مت بن۔ ہمیشہ گمنام رہ۔ جائیداد وغیرہ کی ملکیت کے کاغذات میں اپنا نام مت لکھ اور محکمہ قضا میں حاضر مت ہو۔ کسی کا ضامن مت بن اور لوگوں کی وصیتوں میں نہ پڑ۔ بادشاہ اور شہزادوں سے صحبت مت رکھ۔ خانقاہ مت بنا اور خانقاہ میں مت بیٹھ۔ زیادہ

سماع نہ سن، کیونکہ سماع نفاق پیدا کرتا ہے اور دل کو مردہ بناتا ہے۔ سماع کا انکار نہ کر، کیونکہ سماع کے اصحاب بہت سے ہیں۔ کم بول، تھوڑا کھا اور کم سو۔ خلقت سے یوں بھاگ، جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ اپنی خلوت کو لازم پکڑ۔ مردوں، عورتوں، بدعتیوں، امیروں، اور عام لوگوں سے صحبت مت رکھ۔ حلال کھا اور شبہ (والی چیز) سے پرہیز کر۔ جہاں تک تجھ سے ہو سکے نکاح نہ کر، کیونکہ دنیا کا طالب بن جائے گا اور دنیا کی طلب میں دین کو ضائع کر بیٹھے گا۔ زیادہ مت ہنس۔ سب کو شفقت کی نظر سے دیکھ۔ کسی کم درجہ کو حقیر نہ سمجھ۔ اپنے ظاہر کو آراستہ نہ کر، کیونکہ ظاہر کی آرائش باطن کی خرابی سے ہے۔ خلقت کے ساتھ مت جھگڑ۔ کسی سے کوئی چیز نہ چاہ اور کسی سے کوئی خدمت نہ کرا۔ مشائخ کی مال اور جسم و جان سے خدمت کر اور ان کے افعال کا انکار مت کر، کیونکہ ان کا منکر ہرگز خلاصی نہیں پاتا۔ دنیا اور اہلِ دنیا پر مغرور نہ ہو۔ چاہیے کہ تیرا دل ہمیشہ غمگین اور تیرا بدن بیمار رہے۔ تیری آنکھیں روتی رہیں۔ تیرا عمل خالص اور تیری دعا گڑگڑانے سے ہو۔ تیرا لباس پرانا ہو۔ تیرا رفیق فقیر (مسکین) اور تیری پونجی فقر (غربت) ہو۔ تیرا گھر مسجد اور تیرا مونس حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہو۔

نیز حضرت خواجہ (عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ) کے کلمات قدسیہ میں سے یہ آٹھ کلمات ہیں، جن پر طریقۂ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی بنیاد ہے:

۱۔ ہوش دردم ۲۔ نظر برقدم
۳۔ سفر دروطن ۴۔ خلوت درانجمن
۵۔ یادکرد ۶۔ بازگشت
۷۔ نگاہداشت ۸۔ یادداشت

اور اِن کے علاوہ سب نصیحت ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ تین دوسرے کلمات بھی اس عالی گروہ کی اصطلاحات میں سے ہیں اور وہ: ۱۔ وقوف زمانی، ۲۔ وقوف قلبی، ۳۔ وقوف عددی ہیں۔ اس طرح کل گیارہ (کلمات) ہیں۔

ہوش دردم

(حضرت) مولانا سعد الدین کاشغری قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ ہوش دردم، یعنی ایک سانس سے دوسرے سانس کی جانب جانا بھی غفلت سے نہ ہو، (بلکہ) حضوری کے انداز میں ہو۔ جو سانس بھی لے، وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے خالی و غافل نہ ہو۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے تھے کہ اس طریقہ میں سانس کی رعایت ونگہبانی اہم سمجھتے ہیں، یعنی چاہیے کہ تمام سانسیں حضوری و آگاہی کے ساتھ مصروف رہیں۔ اگر کوئی شخص سانس کی محافظت نہیں کرتا تو کہتے ہیں کہ فلاں آدمی نے گم کردیا ہے، یعنی اس نے طریقہ و سلسلہ گم کردیا ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ اس راستے میں کام کی بنیاد سانس پر رکھنی چاہیے اور (طالب) سانس کو باہر آنے اور اندر جانے میں ضائع نہ ہونے دے اور دو سانسوں کے درمیان کی حفاظت کی بھی کوشش کرے تا کہ (سانس) غفلت سے نیچے نہ جائے اور اوپر نہ آئے:

رباعی:

اے ماندہ ز بحر علم بر ساحل عین
در بحر فراغ ست و بر ساحل شین
بردار صفا نظر ز موج کونین
آگاہ بہ بحر باش بین النفسین

ترجمہ: اے دریائے علم سے (باہر) کنارے پر رہنے والے! دریا میں فراغت ہے اور ساحل پر برائی۔

❁ دونوں جہانوں کی موج سے بالکل نگاہ اٹھالے۔ دو سانسوں کے درمیان دریا سے آگاہ ہو۔

حضرت خواجہ مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قُدِّسَ سِرُّہٗ سَامِیُ نے شرح رباعیات کے آخر میں لکھا ہے کہ شیخ ابوحسنات نجم الدین کبریٰ قُدِّسَ سِرُّہٗ رُوْحَہٗ رسالہ

فواتح الجمل میں فرماتے ہیں کہ جوذکر حیوانات کے سانسوں پر جاری ہے، وہ ان کے انفاس (جانوں) کے لیے ضروری ہے، کیونکہ جو حروف حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی غیب کے ساتھ ھویت کی طرف اشارہ (کرتے) ہیں، خواہ چاہیں اور خواہ نہ چاہیں، وہ (برابر) ادا ہوتے (رہتے) ہیں۔ یہی وہ حروف ہیں جو اللہ کے مبارک نام میں ہیں۔ الف اور لام تعریف کے لیے ہیں اور لام کی شد اس تعریف میں مبالغہ کے لیے ہے۔ پس چاہیے کہ عقل مند طالب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی نسبت کی آگاہی میں ایسا ہو کہ جب یہ حروف تلفظ میں آئیں تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ھویت اس کی خاطر میں ملحوظ ہو اور سانس کے نکلنے اور داخل ہونے میں آگاہ رہے تاکہ اللہ کے ساتھ حضور کی نسبت میں کوئی خلل پیش نہ آئے، یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچ جائے، جہاں بے تکلّف اس نسبت کی نگاہ داشت (حفاظت) ہمیشہ اس کے دل میں یوں موجود رہے کہ تکلّف سے بھی اس نسبت کو دل سے دور نہ کر سکے۔

رباعی:

با غیب ھویت آمد اے حرف شناس
انفاس ترا بود بران حرف اساس
باش آگہ ازان حرف در امید ہراس
حرفے گفتم شگرف اگر داری پاس

ترجمہ: اے حرف پہنچاننے والے! غیب کے ساتھ ھویت ہے۔ تیرے سانسوں کی اسی پر بنیاد ہے۔

* تو امید (و) خوف میں اس حرف سے آگاہ رہ، اگر تو پاس رکھتا ہے تو میں نے ایک نادر بات کہی ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ غیبت ھویت، جو عارف ربانی حضرت عبدالرحمٰن جامی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس رباعی میں بیان کی ہے، اہلِ تحقیق کی اصطلاح میں وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات سے عبارت ہے، لاتعین کے اعتبار سے، یعنی اطلاق حقیقی کی شرط سے جو اطلاق سے بھی مقیّد نہیں ہے۔ نیز ممکن نہیں کہ اس درجہ میں کوئی علم اور کوئی ادراک ہرگز اس سے متعلق

ہواوراس حیثیت سے وہ مجہول مطلق ہے۔

نظر برقدم

نظر برقدم یہ ہے کہ سالک کی نگاہ شہر وصحرا میں جانے اورآنے ،اور ہر جگہ اپنے پاؤں کی پشت پر رہے، تاکہ اس کی نظر اس طرف پریشان نہ ہوجائے ،جس طرف اسے نہیں اٹھنا چاہیے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نظر برقدم سیر سالک کی سرعت کی جانب اشارہ ہو، ہستی کی مسافت کے طے کرنے اور ہستی پر اپنے عقبات (گھاٹیوں) کو طے کرنے میں۔یعنی جس جگہ اس کی نظر منتہی ہو،فوراًوہاں قدم رکھے۔حضرت ابومحمد رویم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے جوفرمایا ہے: ''اَدَبُ الْمُسَافِرَانُ لَّا یُجَاوِزُ هِمَّةُ قَدَمِهٖ'':

یعنی: مسافر کا ادب یہ ہے کہ اس کی ہمت اس کے قدم سے تجاوز نہ کرے۔

یہ اس معنی کی جانب اشارہ ہے۔عارف سبحانی حضرت عبدالرحمٰن جامی قُدِّسَ سِرُّہٗ سَامِیُ نے کتاب تحفۃ الاحرار میں حضرت خواجہ بہاءالدین (نقشبند) قُدِّسَ سِرُّہٗ کی منقبت میں اس مضمون کو یوں منظوم کیا ہے:

ابیات:

کم زدہ بے ہمدمی و ہوش دم
در نگزشتہ نظرش از قدم

بسکہ ز خود کردہ بسرعت سفر
باز نماندہ قدمش از نظر

ترجمہ: انہوں نے بے ہمدمی و بے ہوشی کے ساتھ سانس نہیں گزارے اوران کی نظر قدم سے آگے نہیں گزری۔

☼ چونکہ انہوں نے خودی سے جلدی کے ساتھ سفر کیا ہے،لہٰذاان کی نگاہ قدم سے پیچھے نہیں رہی۔

سفر در وطن

سفر در وطن یہ ہے کہ سالک بشری طبیعت سے سفر کرے، یعنی بشری صفات سے ملکی صفات کی طرف اور ملکی صفات سے رحمانی صفات کی جانب، تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللّٰہِ [۲۰] کے مطابق منتقل ہو جائے۔ حضرت مولانا سعد الدین کاشغری قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ خبیث آدمی جس جگہ بھی منتقل ہو، اس کی خباثت اس وقت تک ختم نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ خبیث عادتوں کو ترک نہ کردے۔

جاننا چاہیے کہ مشائخ طریقت قُدِّسَ سِرُّهُمْ کے سفر، اقامت کے اختیار کرنے میں حالات مختلف ہیں۔ بعض شروع میں سفر کرتے ہیں اور آخر میں مقیم ہو جاتے ہیں اور بعض شروع میں مقیم ہوتے ہیں اور آخر میں سفر کرتے ہیں اور بعض شروع و آخر میں مقیم ہوتے ہیں اور سفر نہیں کرتے اور بعض شروع و آخر میں سفر کرتے ہیں اور مقیم نہیں ہوتے۔ ان چار گروہوں میں ہر گروہ کی سفر و اقامت میں نیت صادق اور غرض صحیح ہوتی ہے، جیسا کہ عوارف (المعارف) کے ترجمہ میں وضاحت ہے، لیکن خواجگان قُدِّسِ اللّٰہُ تَعَالٰی اَرْوَاحِھِمْ کے طریقہ میں سفر و اقامت یوں ہے کہ حال کے آغاز میں اتنا سفر کرتے ہیں کہ خود کو کسی عزیز (مرشد) کی ملازمت میں پہنچائیں۔ پھر اس کی خدمت میں مقیم ہو جائیں۔ اگر وہ اپنے ملک ہی میں کسی کو اس گروہ میں سے پا لیتے ہیں، تو سفر ترک کر کے اس کی ملازمت میں لگ جاتے ہیں اور پھر آگاہی کی مہارت کے حاصل کرنے میں خوب کوشش کرتے ہیں۔ صفت ملکہ کے حاصل ہو جانے کے بعد سفر و اقامت دونوں برابر ہیں۔

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ مبتدی کو سفر میں سوائے پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جب طالب کسی عزیز (مرشد) کی صحبت میں پہنچے تو اسے چاہیے کہ مقیم ہو کر (اور) ان کی خدمت کر کے تمکین کا وصف حاصل کرے۔ خواجگان قُدِّسِ اللّٰہُ تَعَالٰی اَرْوَاحِھِمْ کی نسبت کا ملکہ حاصل کرنا چاہیے۔ اس کے بعد (طالب) جس جگہ بھی رہے، کوئی ممانعت نہیں ہے۔

رباعی:

یارب چہ خوش ست بے دہان خندیدن
بے واسطہ چشم جہان را دیدن
بنشین و سفر کن کہ بغایت خوبست
بے منت پا گردِ جہان گردیدن

ترجمہ: یارب! کتنا بھلا ہے بغیر منہ کے ہنسنا (اور) آنکھ کے واسطہ کے بغیر جہان کو دیکھنا۔
٭ بیٹھ اور سفر کر کہ بہت ہی اچھا ہے پاؤں کے احسان کے بغیر جہاں کے گرد گھومنا۔
عارف سبحانی حضرت عبدالرحمٰن جامی قُدِسَ سِرُّہٗ نے اشعۃ اللمعات میں اس شعر:

آئینہ صورت از سفر دورست
کان پذیرائے صورت از نورست

یعنی: آئینہ صورت سفر سے دور ہے، کیونکہ وہ صورت (کے عکس) کو
نور سے لیتا ہے۔

کی شرح میں یوں فرمایا ہے کہ صورت کی جانب سفر کرے اور حرکت کرے، کیونکہ اس کا صورت کو قبول کرنا (اس کے) اپنے چہرے کی پاکیزگی اور نورانیت کی وجہ سے ہے۔ جو کچھ اس کے مقابل (سامنے) آتا ہے، وہ اس میں دکھائی دیتا ہے اور اس کی صورت اس میں منعکس ہو جاتی ہے، اس کے صورت کی طرف حرکت کرنے کے بغیر۔ اسی طرح جب معنوی (روحانی) آئینہ دنیا کی صورتوں کے تخیلات سے نجات پاتا ہے اور اسے نور و پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے اور طبعی خواہشات کے اندھیرے ختم ہو جاتے ہیں تو اس وقت ذات و صفات الٰہی کی تجلیات کے قبول کرنے میں سیر و سلوک کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ اس کا سیر و سلوک دل کے چہرے کو پاکیزہ و روشن بنانے کے لیے درکار ہوتا ہے، جب وہ پاکیزگی و نورانیت حاصل ہوگئی تو سالک سیر و سلوک کے سفر سے بے نیاز ہو گیا۔

خلوت درانجمن

حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبند) قُدِّسَ سِرُّہٗ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ انہوں نے فرمایا: انجمن میں خلوت (یعنی)، ظاہر میں خلقت کے ساتھ اور باطن میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ رہنا، جو کہ حدیث شریف ''اَلصُّوفِیُ هُوَ الْكَائِنُ الْبَائِنُ''[۲۱] کا مضمون ہے۔ شعر:

زدرون شو آشنا و از برون بیگانہ باش
اینچنین زیبا روش کم مے بود اندر جہان

ترجمہ: تو اندر سے آگاہ بن اور باہر سے بے خبر رہ کہ اس طرح کی خوبصورت ادا دنیا میں (بہت) کم ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو فرمایا ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ النور، آیت ۳۷)۔

یعنی: وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

(اس میں) اسی طرف اشارہ ہے۔

انہوں نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ میں باطنی نسبت یوں رکھی گئی ہے کہ جمعیت دل ظاہر میں اور تفرقہ کی صورت میں خلوت سے زیادہ ہوتی ہے۔

انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے، کیونکہ خلوت میں شہرت اور شہرت میں آفت ہے۔ خیریت و جمعیت صحبت میں ہے، بشرطیکہ ایک دوسرے کے درمیان نفی ہو۔

خواجہ اولیاء کبیر قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ خلوت درانجمن یہ ہے کہ ذکر میں اشتغال اور استغراق اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ اگر (طالب) بازار میں آئے تو حقیقت دل پر ذکر کے غلبے کی وجہ سے بازار والوں کی کوئی بات اور آواز اسے سنائی نہ دے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ (طالب) ذکر میں کوشش

اور اہتمام سے پانچ چھ روز مشغول رہنے کی وجہ سے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ لوگوں کی تمام آوازیں اور حکایتیں (اسے) ذکر دکھائی دیتی ہیں اور جو بات (بھی) کرتا ہے، وہ ذکر (ہی) سنائی دیتی ہے۔

حضرت قاضی محمد قُدِسَ سِرُّہٗ کی کتاب میں منقول ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سلوک کے آغاز میں میرے اوپر ذکر کا یوں غلبہ تھا کہ اگر ہوا چلتی تھی، یا کسی درخت کا پتہ ہلتا تھا، یا لوگوں کی بات چیت کی آواز میرے کان میں پہنچتی تھی تو میں (ان) سب کو ذکر ہی سمجھتا تھا۔ جس کسی کی ابتدا کا حال ایسا نہ ہو، اس کی نہایت کمالات ذات کی انتہا تک نہیں پہنچتی۔

یادکرد

یادکرد سے مراد زبان کے ساتھ ذکر کرنا اور دل کے ساتھ ذکر کرنا ہے۔ حضرت سعد الدین کاشغری قُدِسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ ذکر کی تعلیم کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل شیخ دل سے کہے: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' (اور) مرید اپنے دل کو حاضر کرے اور شیخ کے دل کے سامنے رکھے اور آنکھیں بند کرے اور منہ استوار رکھے اور زبان کو تالو سے لگا لے اور دانت دانتوں پر رکھے اور سانس کو روک لے اور (پھر) پوری قوت اور تعظیم کے ساتھ ذکر شروع کرے۔ شیخ کی موافقت دل سے کرے، زبان سے نہیں۔ سانس روکنے میں صبر کرے (یعنی مشقت اٹھائے)۔ ایک سانس میں تین بار (اللہ) کہے۔ اس طرح کہ ذکر کی حلاوت کا اثر دل میں پہنچ جائے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قُدِسَ سِرُّہٗ نے (اپنے) بعض کلمات قدسیہ میں لکھا ہے کہ ذکر سے مقصود یہ ہے کہ دل ہمیشہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے محبت و تعظیم کے ساتھ آگاہ رہے۔ اگر ارباب جمعیت کی صحبت میں یہ آگاہی حاصل ہو جائے تو ذکر کا خلاصہ حاصل ہو گیا۔ اگر صحبت میں یہ آگاہی حاصل نہ ہو تو (پھر) طریقہ یہ ہے کہ (دوبارہ) ذکر اسی انداز سے کیا جائے جو گزشتہ فصل میں بیان ہوا ہے۔

بازگشت

بازگشت سے مراد ذکر کا ملاحظہ ہے۔ یعنی ہر بار جب زبان اور دل سے کلمہ طیبہ پڑھے تو چاہیے کہ اس کے پیچھے (فوراً) اسی زبان سے کہے کہ الٰہی میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا، کیونکہ یہ کلمہ بازگشت دل میں آنے والے ہر نیک اور بُرے خیال کی نفی کرنے والا ہے، تاکہ اس (طالب) کا ذکر خالص ہو جائے اور اس کا سر ماسویٰ اللہ سے فارغ ہو جائے۔ اگر مبتدی ذکر کی بدایت میں کلمہ بازگشت کا خود میں ایک سچا (وجود) نہ پائے تو اسے چاہیے کہ اسے (یعنی ذکر کو) ترک نہ کرے، کیونکہ آہستہ آہستہ صدق کے آثار ظاہر ہو جائیں گے۔

نگاہداشت

نگاہداشت سے مراد مراقبہ خواطر ہے۔ اس طرح کہ ایک سانس میں چند بار کلمہ طیبہ پڑھے، تا کہ خیال غیر کی طرف نہ جائے۔ حضرت سعد الدین کاشغری قُدِّسَ سِرُّهٗ نے اس کلمہ (نگاہداشت) کے معنی میں فرمایا ہے: چاہیے کہ گھڑی بھر، دو گھڑی اور دو گھڑی سے زیادہ، جتنا بھی میسر آ سکے، اپنے خیال کو نگاہ میں رکھے کہ کوئی غیر اس کے خیال میں نہ آئے۔

حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قُدِّسَ سِرُّهٗ کے بڑے اور مخصوص احباب میں سے تھے، سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ (طالب) نگاہداشت کے مرتبہ تک اس طرح پہنچا ہے کہ وہ فجر طلوع ہونے سے چاشت بلند ہونے تک (اپنے) دل کو غیر کے خیالات سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس انداز سے کہ اتنے عرصے میں تخیل کی قوت اپنے عمل سے معزول ہو جاتی ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ قوت متخیلہ کا پوری طرح معزول ہو جانا خواہ آدھی گھڑی ہو، محققین کے نزدیک وہ انتہائی عظیم کام ہے اور یہ بھی نوادر سے ہے۔ بعض اکمل اولیاء کو بھی یہ چیز کبھی کبھی ہاتھ لگتی ہے۔ جس طرح کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قُدِّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی سِرُّهٗ نے فتوحات مکیہ میں جہاں سجود قلب کا بیان کیا

ہے اور سوال و جواب میں خواجہ حکیم محمد (بن) علی ترمذی قُدِسَ اللّٰهُ تَعَالٰی سِرُّهٗ سے اس (امر) کی تحقیق کی ہے۔

یادداشت

یادداشت سے مراد ہے دوام آگاہی، یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ذوق کے انداز میں ہمیشہ آگاہ رہنا۔ بعض نے ان الفاظ میں کہا ہے کہ (اس سے مراد) حضور بے غیبت ہے۔ محققین کے نزدیک (یہ) ایسا مشاہدہ ہے، جس میں شہود حق کا غلبہ حبّ ذاتی کے توسط سے (اور) حضور یادداشت کے کنایہ سے دل پر ہوتا ہے۔
یہ چار کلمات جن کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی شرح میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے کہ یاد کرد ذکر میں تکلّف ہے۔ بازگشت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے رغبت، اس طرح سے کہ ہر بار جب بھی کلمہ طیبہ پڑھے تو اس کے پیچھے دل میں خیال کرے کہ اے اللہ! میرا مقصود تو ہی ہے۔ نگاہداشت سے مراد اس رجوع کی محافظت ہے۔ یادداشت سے مراد نگاہداشت میں رسوخ ہے۔

وقوف زمانی

حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبند) قُدِّسَ سِرُّهٗ نے فرمایا ہے کہ وقوف زمانی جو راستے کا کام نکالنے والا ہے، یہ ہے کہ بندہ ہر وقت اپنے احوال سے واقف ہو کہ اس کی صفت و حال کیسا ہے؟ (یعنی وہ) شکر کے لائق ہے یا عذر کے۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی قُدِّسَ سِرُّهٗ نے بسط کے حال میں شکر کا فرمایا ہے، کیونکہ ان دونوں حال کی رعایت وقوف زمانی ہے۔ خواجہ بزرگ (بہاء الدینؒ) نے بھی یہ فرمایا ہے کہ سالک کے کام کی بنیاد کو وقوف زمانی میں ساعت پر رکھا گیا ہے، تاکہ وہ (اس) چیز کو معلوم کرے کہ سانس حضور میں گزرتا ہے یا غفلت میں؟ کیونکہ اگر سانس پر بنیاد نہ رکھیں تو (طالب) ان دو صورتوں کو پانے والا (سمجھنے والا) نہیں بنتا۔ وقوف زمانی سے مراد محاسبہ ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے کہ محاسبہ یہ ہے کہ جو ساعت بھی ہم پر گزری ہے، ہم حساب لگاتے ہیں کہ اس میں کتنی غفلت ہے اور کتنا حضور؟ (جب) ہم دیکھتے ہیں کہ (یہ) سب نقصان ہے تو ہم بازگشت کرتے ہیں اور نئے سرے سے عمل (شروع) کرتے ہیں۔

وقوف عددی

وقوف عددی سے مراد ذکر میں عدد کا لحاظ رکھنا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ذکر قلبی میں عدد کا لحاظ رکھنا مختلف وسوسوں کو دور کرنے کے لیے ہے۔ خواجگان قُدِسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَرْوَاحِھِمْ کے کلام میں جو مذکور ہے کہ فلاں نے فلاں کو وقوف عددی کا حکم فرمایا، اس سے مراد عدد کی رعایت کے ساتھ ذکر (کرنا) ہے، نہ کہ صرف ذکر میں عدد کا لحاظ رکھنا ہے۔ ذاکر کو چاہیے کہ ایک سانس میں تین دفعہ، یا پانچ بار، یا سات مرتبہ، یا اکیس دفعہ ذکر کرے اور طاق عدد کو لازمی سمجھے۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قُدِسَ اللّٰہُ تَعَالٰی رُوْحَہٗ نے فرمایا ہے: زیادہ (بار) کہنے کی شرط نہیں ہے، چاہیے کہ جتنی بار کہے وہ وقوف اور حضور کے ساتھ ہو، تا کہ اس کا نفع نصیب ہو۔ جب ذکر قلبی میں (ایک سانس میں) اکیس بار کہنے سے آگے نکل جائے اور اثر ظاہر نہ ہو تو یہ اس عمل کی بے حاصلی کی دلیل ہے۔ ذکر کا اثر یہ ہے کہ نفی کے وقت وجود کی بشریت منفی ہو جائے اور اثبات کے وقت جذبات الوہیت کے تصرف کے آثار سے ایک اثر محسوس ہو۔ حضرت خواجہ بزرگ (بہاء الدینؒ) نے جو یہ فرمایا ہے کہ وقوف عددی علم لدنی کا پہلا درجہ ہے، ہو سکتا ہے کہ اہلِ بدایت کی نسبت علم لدنی کا پہلا مرتبہ جذبات الوہیت کے تصرفات کے آثار کا مطالعہ ہو، جس کے بارے میں حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک کیفیت اور حال ہے، جو مرتبہ قرب سے ملا ہوا ہے اور علم لدنی اس مرتبہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اہلِ نہایت کی وقوف عددی جو علم لدنی کا پہلا مرتبہ ہے، کے ساتھ نسبت یہ ہوتی ہے (کہ اس میں) ذاکر اعداد کونی کے مراتب میں واحد حقیقی کے راز سے آگاہ ہوتا ہے، جس طرح کہ اعداد حسابی کے مراتب میں واحد عددی کی حقیقت

سے آگاہ ہوتا ہے۔

شعر:

اعداد کون و صورت کثرت نمایشی ست
فَالْکُلُّ وَاحِدٌ یَتَجَلّٰی بِکُلِّ شَأْن

یعنی: جہان کے اعداد اور کثرت ایک نمائش ہے، پس کل واحد ہے، جو ان سے میں جلوہ گر ہے۔

اکابر محققین میں سے ایک صاحب نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

کثرت چو نیک درنگری عین وحدت ست
ما را شکے نماند درین گر ترا شکے ست
در ہر عدد کہ بنگری از روئے اعتبار
گر صورتش نہ بینی در مادہ اش یکیست

ترجمہ: جب تو غور سے کثرت کو دیکھے تو وہ عین وحدت ہے، ہمیں اس میں کوئی شک نہیں رہا، خواہ تجھے کچھ شک ہو۔

٭ تو جس عدد میں بھی اعتبار کی رُو سے دیکھے، اگر اس کی صورت نہ دیکھے تو مادہ کے لحاظ سے وہ ایک ہی ہے۔

شرح رباعیات میں فرمایا ہے:

در مذہب اہل کشف و ارباب خرد
ساری ست احد در ہمہ افراد عدد
زیرا کہ عدد گرچہ برون ست زحد
ہم صورت و ہم مادہ اش ہست احد

ترجمہ: اہلِ کشف اور اہلِ عقل کے مذہب میں واحد سب افراد میں ایسے گھلا ہوا ہے، جیسے شکر پانی میں گھل جاتی ہے۔

٭ کیونکہ عدد اگرچہ حد سے باہر ہے، اس کی صورت اور مادہ واحد ہی ہے۔

حقیقت میں یہ وقوف ہے، جو علم لدنی کا پہلا مرتبہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ۔

پوشیدہ نہ رہے کہ علم لدنی وہ علم ہے جو اہلِ قرب کو تعلیم الٰہی اور تفہیم ربانی سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے، نہ کہ عقلی دلیلوں اور نقلی شواہد سے، جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (سورۃ الکھف، آیت ۶۵)۔

یعنی: ہم نے انہیں اپنے پاس سے علم دیا۔

علم یقینی اور علم لدنی میں یہ فرق ہے، علم یقینی سے مراد ذات وصفات الٰہی کا ادراک ہے اور علم لدنی کلمات کے معنی وفہم کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے بذریعہ الہام درک کرنے سے کنایہ ہے۔

وقوف قلبی

وقوف قلبی دو معنی پر بولا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ ذاکر کا دل حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے واقف و آگاہ ہو اور یہ مقولہ یادداشت سے ہے۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اپنے بعض کلمات قدسیہ میں لکھا ہے کہ وقوف قلبی سے مراد دل کا حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی جناب میں یوں آگاہ وحاضر رہنا ہے کہ دل کی کوئی حاجت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہ ہو۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ذاکر دل سے واقف ہو۔ یعنی ذکر کے دوران صنوبری شکل کے گوشت کے ٹکڑے کی طرف متوجہ ہو۔ اسے مجازاً دل کہتے ہیں اور وہ بائیں جانب بائیں پستان کے برابر (نیچے) موجود ہے۔ اسے ذکر کرنے اور کہنے میں مشغول کرے اور اسے نہ چھوڑے کہ وہ ذکر اور اس کے مفہوم سے غافل ہو جائے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین قُدِّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی سِرُّہٗ ذکر میں حبس اور عدد کی رعایت کو لازمی نہیں سمجھتے، لیکن وقوف قلبی کو ان دونوں معنی سے، جو (اوپر) بیان ہوئے ہیں، ضروری خیال فرماتے ہیں، کیونکہ جو چیز ذکر کا مقصد ہے، وہ وقوف قلبی ہے۔

شعر:

مانند مرغے باش ہان بر بیضۂ دل پاسبان
کز بیضۂ دل زایدت مستی و ذوق و قہقہہ

یعنی: پرندے کی طرح دل کے انڈے پر پاسبان رہ، کیونکہ دل کا انڈا تیری مستی، ذوق اور قہقہہ کو بڑھاتا ہے۔

فصل چہارم

توجہ وغیرہ کے بیان میں

اس باعظمت گروہ کی توجہ اور باطنی تربیت کا طریقہ یوں ہے کہ جب دل کے ذریعے اشغال (ذکراذکار) میں مشغول ہونا چاہتے ہیں تو پہلے جس شخصیت سے نسبت حاصل کی ہے، اس کی صورت تصور میں لاتے ہیں، یہاں تک کہ معہودہ حرارت وکیفیت کا اثر ان میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ بعدازاں بھی اس خیال کی نفی نہیں کرتے، بلکہ اسے نگاہ میں رکھتے ہیں۔ آنکھ، کان اور تمام اعضا سے اس خیال کے ساتھ دل کی جانب متوجہ ہوتے ہیں، جو جامع انسانی کی حقیقت ہے (اور) مجموعہ کائنات علوی اور سفلی کی تفصیل اس سے ہے، اگرچہ وہ اجسام میں حلول کرنے سے منزّہ ہے، لیکن چونکہ اس کے اور اس صنوبری ٹکڑے (دل) کے درمیان نسبت ہے تو پھر توجہ اس صنوبری ٹکڑے (دل) کی طرف کرنی چاہیے اور آنکھ، فکر و خیال اور تمام اعضا کو اسی کی جانب متوجہ رکھنا چاہیے۔ ہم شک نہیں کرتے کہ اس حالت میں غیبت و بے خودی کی کیفیت نظر آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کو ایک راستہ فرض کرنا چاہیے اور جو وسوسہ پیدا ہو، اپنے دل کی حقیقت کی توجہ سے اس کی نفی کرنی چاہیے، اگر اس کی نفی نہ ہو تو اس شخصیت کی صورت سے التجا کرنی چاہیے، تاکہ پھر وہ نسبت پیدا ہو جائے، اس وقت خود صورت نفی ہو جائے گی، لیکن چاہیے کہ آدمی (سالک) خود توجہ سے اس صورت کو نفی نہ کرے۔ اگر اس طرح اس صورت کے ذریعے وسوسے دور نہ ہوں تو چند بار یَا فَعَّالُ کے کے اسم کا، اس کے معانی کا خیال رکھتے ہوئے، دل سے ذکر کرنے میں مشغول ہو جائے۔ اگر اس کے ذریعے بھی (وسوسے) دفع نہ ہوں تو پھر چند بار تامل کے ساتھ کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر یہ تصور کرتے ہوئے کہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ کرے۔ وہ وسوسہ ہر طرح پریشان

کر سکتا ہے اور جب موجودات ذہنی میں سے ایک موجود ہے تو اس کی حقیقت کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ قائم سمجھے، بلکہ عین حق جانے۔ اس لیے کہ باطل بھی حق کے بعض ظہورات میں سے ہیں، جیسا کہ حضرت شیخ بایزید (بسطامی) قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے:

لَا تُـنْـكِرُ الْبَاطِلَ فِیْ طَوْرِهٖ

فَـاِنَّـهٗ بَعْضُ ظُهُوْرَاتِـهٖ

وَاَعْطِ مِنْكَ بِمِقْدَارِهٖ

حَتّٰـى تُوَفِّـى حَقَّ اِثْبَاتِـهٖ

ترجمہ: تو باطل کا انکار اس کے طور میں نہ کر کہ بیشک وہ بھی اس کے بعض ظہورات میں سے ہے۔

اور تو اس کا حق اس کی مقدار سے دے، تا کہ تو اس کی اثبات کا حق ادا کرے۔

حضرت شیخ مؤیدالدین جندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تتمہ میں فرمایا ہے:

فَالْحَقُّ قَدْ يَظْهَرُ فِیْ صُوْرَةٍ

يُـنْـكِـرُ الْـجَاهِلُ فِیْ ذَاتِـهٖ

یعنی: پس کبھی حق ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ نادان اس کی ذات میں انکار کرتا ہے۔

شک نہیں ہے کہ اس عمل کے کرنے سے ایک ذوق (پیدا) ہو اور نسبت عزیزاں قوت پائے اور اس وقت وہ اس فکر کی بھی نفی کرے اور بے خودی کی حقیقت کی جانب متوجہ ہو اور اس کے پیچھے چلے۔ اگر اس کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دل میں کہے اور اللہ کو مدّ دے کر دل میں اندر لے جائے اور اس قدر مشغول ہو کہ زیادہ پریشان نہ ہو جائے، جب دیکھے کہ پریشانی ہو گئی تو ترک کر دے اور سمجھ لے کہ ہمیشہ غیبت، بے خودی اور نسبت عزیزاں ترقی میں رہے۔ اشیاء کے حقائق میں فکر (اور) جزئیات کی جانب توجہ عین کفر ہے۔

ع باخودی کفر و بے خودی دین است

یعنی: باخودی کفر اور بے خودی دین ہے۔

بلکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء اور صفات میں بھی فکر نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس

باعظمت گروہ کا مقصد ایک ایسی نسبت کی جانب توجہ کرنا ہے جو وادی حیرت کی سرحد ہے اور انوار ذات کی تجلی کا مقام ہے اور اس میں شک نہیں کہ اسماء اور صفات کا ذکر اس مرتبہ سے زیادہ نیچے ہے۔

شعر:

تو مباش اصلاً کمال این است و بس
رو درو گم شو وصال این است و بس

یعنی: تو ہرگز (باقی) نہ رہے کمال بس یہی ہے، جا اس میں گم ہو جا وصال بس یہی ہے۔

چاہیے کہ بازار، بول چال، کھانے پینے اور تمام حالات میں اس حقیقت جامع کو اپنا نصب العین بنائے اور اسے حاضر سمجھے اور جزئیہ صورتیں (دیکھنے سے) اپنے حضرت جامع سے غافل نہ ہو، بلکہ تمام اشیاء کو اس سے قائم سمجھے اور کوشش کرے کہ تمام اچھی موجودات اور بُری موجودات میں اس کا مشاہدہ کرے، یہاں تک کہ خود کو سب (کچھ) دیکھے اور تمام اشیاء کو اپنے باکمال جمال کا آئینہ سمجھے۔ بات کرتے وقت بھی چاہیے کہ (سالک) اس مشاہدہ سے غافل نہ ہو، بلکہ اس کی آنکھ کا گوشہ دل اسی جانب رہے، اگرچہ وہ ظاہر میں دوسری چیزوں سے مشغول ہو، جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے:

از درون شو آشنا و از برون بیگانہ باش
این چنین زیبا روش کم بود اندر جہان

یعنی: اندر سے آگاہ رہ اور باہر سے بے خبر رہ (کیونکہ) اس طرح کی خوبصورت چال دنیا میں بہت کم (ملتی) ہے۔

جتنی صحبت زیادہ ہوگی، اتنی یہ نسبت زیادہ قوی ہوگی اور جب ایسے مرتبہ پر پہنچ جائے کہ دل اور زبان کے درمیان فرق نہ کیا جا سکے اور خلقت اس کے لیے اللہ سے حجاب نہ بنے اور اللہ اس کے لیے خلقت سے حجاب نہ بنے تو اس وقت وہ صفت جذبہ کے ذریعے دوسروں میں تصرف کر سکتا ہے اور لوگوں کو ارشاد کے ذریعے اللہ کی طرف بلانے کی اجازت ایسے

شخص کو (حاصل) ہوتی ہے جو اس مرتبہ کو پہنچ جائے۔ چاہیے کہ خود کو غصہ کرنے سے محفوظ رکھے، کیونکہ غصہ کرنا باطن کے ظرف کو نورِ معنی سے خالی کر دیتا ہے۔ اگر اچانک غصہ آ جائے، یا کوئی نقص پیدا ہو جائے، کوئی مضبوط کدورت ظاہر ہو اور نسبت کا دھاگہ گم ہو جائے، یا ضعف پیدا ہو تو ایک غسل کر لے۔ اگر قوت مزاج ساتھ دے تو ٹھنڈے پانی سے (غسل کرنا) صفا بخشتا ہے، ورنہ گرم پانی سے (نہا لے)۔ پاکیزہ لباس پہنے اور خلوت میں دو رکعت نماز ادا کرے اور چند بار زور سے سانس لے اور خود کو خالی کرے۔ بعدازاں اسی طریقہ سے جو بیان ہوا ہے، متوجہ ہو جائے۔ ظاہر میں اور نیز اپنے حضرت جامع کے سامنے عاجزی کرے اور مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہو جائے۔

جان لے کہ یہ حقیقت جامع مظہر مجموع ذات وصفات حق ہے، نہ کہ حق سبحانہٗ نے اس میں حلول کیا ہے، بلکہ آئینہ میں صورت کے درجہ میں ہے۔ پس درحقیقت یہ عاجزی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور ہے۔

اس باعظمت گروہ کے بعض بزرگان **قُدِّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِسْرَارَهُمْ** توجہ شیخ اور اس کی صورت کی نگاہداشت کی بجائے کلمہ طیبہ یا اسم اللہ کے الفاظ کی ہیئت (صورت) کو رقم کرنے کا فرماتے ہیں۔ خواہ اس کو خود سے باہر میں اچھی نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں، خواہ دل اور سینہ کے آس پاس تخیل سے اَمر فرمائیں۔ یہ فقیر دس سال کا تھا کہ حضرت خواجہ ہاشم افاض اللہ علینا برکاتہٗ جب دہلی میں تشریف لائے تھے، انہوں نے فقیر کو اسم مبارک اللہ کے کتابت کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد میں دل کے آس پاس تخیل سے اسم مبارک (اللہ لکھنے) پر مامور ہوا۔ اتنی زیادہ غیبت اور بے خودی ظاہر ہوتی تھی کہ اصلاً کسی دوسرے وسوسے کی گنجائش نہیں رہتی تھی اور خوب لذت اور اطمینان قلب نصیب ہوتا تھا۔ اور "مَنْ لَّمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ" یعنی: "جس نے نہیں چکھا، اس نے نہیں پایا" کی ایک مشہور مثال موجود ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ لفظ نسبت اور لفظ یاد دو کلمات ہیں، جو حضرت خواجگان **قُدِّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَرْوَاحِهِمْ** کی تحریر اور اشارات میں بہت آئے ہیں۔ کبھی نسبت کہتے ہیں تو اس سے مراد

اس باعظمت گروہ کا طریقہ، مخصوص اور مقررہ کیفیت ہوتی ہے اور کبھی اس سے مراد صفت غالب اور نفس کشی کا ملکہ لیتے ہیں۔ کبھی بار کہتے ہیں اور اس سے مراد بے نسبتی کی گرانی ہوتی ہے۔

جیسا کہ کہتے ہیں کہ فلاں ایک گرانی لایا اور فلاں نے ہمیں بوجھل بنایا۔ جس وقت کسی ایسے شخص سے ملاقات کرتے ہیں جو اُن کے طریقہ سے مناسبت نہ رکھتا ہو اور اس کی نسبت سے متاثر ہوں، خواہ وہ آدمی اہلِ سلوک یا اہلِ علم وتقویٰ سے ہو، کیونکہ ان عزیزوں کی نسبت (سب) نسبتوں سے بلند ہے۔ اس کے علاوہ جو کوئی ہے، وہ ان کے لیے بار خاطر ہے۔ کبھی لفظ بار کہتے ہیں اور اس سے مراد کوئی بیماری اور کوئی غرض لیتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں فلاں بار (بوجھ) فلاں نے اٹھایا، یا فلاں بار فلاں نے گرایا، تو اس سے ان کی مراد بیماری سے نجات پانا، یا بیماری کا حوالہ دینا ہوتی ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت خواجگان قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِسْرَارَھُمْ کے طریقہ میں اکثر رفع بیماری اور حوالہ بیماری (مذکور) ہے۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قَدَّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرات خواجگان قَدَّسِ اللّٰہُ تَعَالٰی اَرْوَاحِھِمْ کے سلسلہ کے اکابر سے جو منقول ہے کہ ''وہ لوگوں کے بار میں آتے ہیں''، ان دو صورتوں میں سے ایک ہوسکتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ جب کوئی آشنا اور عزیز کسی بیماری، گناہ یا مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ وضو بناتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور تضرع و زاری کرتے ہیں اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ انہیں اس عارضہ سے پاک وصاف فرمائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس بیماری یا گناہ کا صاحب و مصدر خود کو سمجھتے ہیں اور اس کا سبب (اثبات) اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنی ذات کو بناتے ہیں۔ وضو اور نماز کے بعد انتہائی تضرع وزاری کرتے ہیں اور صدق واخلاص کے ساتھ توبہ اور رجوع (الی اللہ) کرتے ہیں اور خاطر (دل) کو مشغول رکھتے ہیں اور ہمت کو مضبوط بناتے ہیں، تاکہ انہیں اس مصیبت سے مکمل طور پر خلاصی اور نجات حاصل ہو جائے۔

فرماتے ہیں کہ جس وقت کوئی دوست اور عزیز بیمار ہو، اسے ہمت کے ساتھ مدد فراہم کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ مدد دو طرح کی ہے۔ ایک ہمت پوری طرح مصروف رہے، تاکہ

بیماری جاتی رہے، دوسرا یہ کہ بیماری کے وقت تفرقہ خاطر (طبیعت کی پراگندگی) بہت بڑھ جاتی ہے اور آسانی کے ساتھ خاطر جمع ہو جاتی ہے۔ (اس صورت میں) ہمت سے مدد فرماتے ہیں، تاکہ تفرقہ خاطر دور ہو جائے، یا یہ کہ جو اصل مقصود ہے، وہ نصب العین بن جائے۔

طریقہ توجہ خواجگان قُدِّسَ اللّٰہُ تعالیٰ اِسْرَارَھُمْ

حضرت خواجگان قُدِّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِسْرَارَھُمْ توجہ کو تصرف کہتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ دل کے ذریعے طالب کے دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس رابطے کی بدولت ان کے دل اور اس طالب کے باطن میں اتصال و اتحاد (رابطہ و یکسانیت) پیدا ہوتا ہے اور بطور عکس ان کے دل سے اس (طالب) کے باطن پر سایہ پڑتا ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جو ان کی استعداد سے ہے (اور) جو انعکاس کے طریقہ سے اس طالب کی استعداد کے آئینہ پر ظاہر ہوئی ہے۔ اگر یہ ارتباط متصل ہو جائے تو جو چیز انعکاس کے طریقہ سے حاصل ہوئی ہے، وہ دائمی صفت بن جاتی ہے۔

تصرف کی شرائط، اس کے دقائق کا بیان اور اس کی روش کی تفصیل مرشد کے ارشاد سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قُدِّسَ سِرُّہٗ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد یحییٰ قُدِّسَ سِرُّہٗ سے منقول ہے کہ ارباب تصرف چند طرح کے ہیں۔ بعض ماذون و مختار ہیں جو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے اذن اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں، تصرف فرماتے ہیں اور اسے (طالب کو) فنا و بے خودی کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں اور بعض دوسرے اس گروہ سے ہیں جو باوجود قوت تصرف کے امر غیبی کے سوا تصرف نہیں کرتے، جب تک ادھر سے حکم نہ ہو کسی پر توجہ نہیں فرماتے۔ بعض دوسرے اس طرح ہیں کہ ان پر کبھی کبھار ایک صفت اور ایک حالت غالب ہو جاتی ہے اور وہ اس حال کے غلبہ میں مریدوں کے باطن میں تصرف کرتے ہیں اور اپنے حال سے ان کو متاثر کرتے ہیں۔ پس جو نہ مختار ہو، نہ ماذون اور نہ مغلوب ہو، اس سے نگاہ تصرف کی امید نہیں کی جاسکتی۔

تَمَّتْ

رسالہ شریفہ

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ محمد باقی باللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے بھائی! عارف تمام نیک کام کرتا ہے، بغیر اس کے کہ کوئی خواہش رکھتا ہو اور برے کاموں سے پرہیز کرتا ہے، بغیر اس کے کہ کسی برے کام کا منکر ہو۔ سب لوگوں سے ملتا جلتا ہے، بغیر اس کے کسی سے تعلق خاطر ہو۔ سب سے الگ رہتا ہے، بغیر اس کے کہ کسی سے نفرت ہو۔ اللہ تعالیٰ کو سب کا عین سمجھتا ہے اور سب میں دیکھتا ہے، بغیر اس کے کہ کسی کو خدا کہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب کا غیر سمجھتا ہے، بغیر اس کے درمیان میں غیریت آئے۔ عارف کا مشرب سب مشربوں سے جدا ہے، بغیر اس کے وہ کسی کے مشرب کو اپنا مشرب سمجھے اور وہ سب مشربوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، بغیر اس کے کہ وہ کسی کے مشرب سے آلودہ ہو۔ وہ خدا کو پکارتا ہے، بغیر اس کے کہ دردمند ہو اور وہ خدا سے کبھی غافل بھی ہوتا ہے، بغیر اس کے کہ یہ غفلت غیر حضوری ہو، عین غفلت میں حاضر ہوتا ہے اور عین حضور میں غافل۔ دوسرے مظاہر میں حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کے طفیل عارف کی حضوری بھول میں مشہود سے زیادہ ہوتی ہے۔ عارف تمام طریقوں اور تمام کاموں میں بغیر تکلیف کے مکمل لذت پاتا ہے اور تمام دکھوں میں بغیر لذت کے مکمل لذت پاتا ہے۔ عارف حق بھی ہے اور خلقت بھی۔ خدا کو عین بندگی سمجھتا ہے اور بندگی کو عین خدا۔ نہ بندگی سے کام رکھتا ہے اور نہ خدا سے، کیونکہ اس کی حقیقت خدا کی بندگی سے بالاتر ہے۔

اگر تو عارف سے پوچھے کہ تو کچھ جانتا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا اور مجھے کوئی

خبر نہیں! اگر تو پوچھے کہ کوئی چیز تجھ سے مجہول (غیر معلوم) ہے اور تیرا مقصود ہے؟ تو وہ کہے گا کہ کوئی چیز مجھ سے مجہول نہیں اور کوئی میرا مقصود نہیں! سب غیر معلوم ہیں اور مجھ میں موجود ہیں۔ عارف سب کچھ رکھتا ہے اور کچھ بھی نہیں رکھتا۔ عارف کے سب کام صرف ضد اور صرف حیرت پر مبنی ہیں۔ وہ کوئی فکر اور اندیشہ نہیں رکھتا۔ خود بے خود ہے، اور خود، خود سے ہے۔ خود اپنی طرف ہے اور کوئی اختیار درمیان میں نہیں۔ جو کچھ دنیا میں ہے، وہ نہ عارف کے چاہنے سے ہے اور نہ عارف کے بے چاہے سے۔ یہ نہ عارف کا مقصود ہے اور نہ عارف کی مراد۔ عارف نام کے سوا کچھ نہیں، بلکہ عین معروف ہے (یعنی عارف کی مراد عارف ہے اَنا نہیں، بلکہ جس کا وہ عارف ہو)۔ معروف بھی نام کے سوا کچھ نہیں، بلکہ وہی عارف ہے اور یہ دونوں نام ایک وہم کے سوا کچھ نہیں، خواہ عارف ہو اور خواہ معروف۔ یہی ہے حقیقت حال کہ جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے! اور یہی ہے معرفت کی نہایت جو عین حیرت (و) جہل ہے! کہاں ہے معرفت؟ کہاں ہے حیرت؟ جو درحقیقت دونوں عارف کی ذات ہے۔ جو عارف کو معلوم ہے، وہ کم ہے (اور) عین واقف ورائے وفا ہے۔ باقی سب وہی ہے جو معلوم بھی ہے اور مجہول (غیر معلوم) بھی۔ اور نہ معلوم (اور) نہ مجہول۔ جب عارف مکان و زمان کے حساب سے چھٹکارا پا چکا ہے تو (اب) دنیا و آخرت اس کے لیے ایک جیسی ہے اور جنت و دوزخ ایک ہی ہے۔

(غور سے) سن لے کہ بات مختصر کہی جارہی ہے، اس وقت تفصیل کی گنجائش نہیں۔ مختصر یہ کہ خدا کو یاد کر، بغیر اس کے کہ تو خدا کو اپنا بُت بنائے۔ خود (اپنی ذات) کو بھلا دے، بغیر اس کے کہ تو خود سے غافل بن جائے۔ شریعت پر عمل کر بغیر اس کے کہ تو اس سے کچھ مطلب وغرض رکھتا ہو۔ جن کاموں سے منع کیا گیا ہے، وہ مت کر بغیر اس کے کہ تو خود میں ان سے نفرت اور کراہت پائے اور بھلی اور پسندیدہ صفات (کام) کرنے والا بن، بغیر اس کے کے تو ان سے کوئی تعلق رکھتا ہو۔ اس سے راضی رہ جو واقع ہوتا ہے۔ شریعت کی لذت سے فائدہ اٹھا، بغیر اس کے کہ تو اس کے اندر ظاہر ہونے والی حقیقت سے غافل ہو، یا تو شہود کے ساتھ اس کی معرفت کا دعویٰ رکھتا ہو۔ نہ حاضر رہ اور نہ غافل۔ نہ غلام بن اور نہ آقا۔ نہ

موجود رہ اور نہ معدوم۔ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت لازم پکڑ، بغیر اس کے کہ تو حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو خدا کا غیر سمجھے، یا خدا کو حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اندر منحصر سمجھے۔ جان لے کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم خدا نہیں ہیں اور خدا حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نہیں۔ خدا خدا خدا ہے اور حضرت محمد محمد محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہیں۔ یہی ہے کمال کمال۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ وَهُوَ حَقِيْقَةُ الْحَالُ.

یعنی: اور اللہ ہی سب سے زیادہ حقیقت حال کو جانتا ہے اور وہی حقیقت حال ہے۔

تَمَّتْ

حواشی ارشادرحیمیہ

۱۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان کے والدین، اساتذہ اور مرشد (گرامی) کی بخشش فرمائے۔

۲۔ ترجمہ: نیکی کا راستہ بتانے والا ایسا ہے، جیسا کہ وہ نیکی کرنے والا ہے۔

۳۔ ترجمہ: اور اللہ ہی سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دینے والا ہے۔

۴۔ اصل عبارت: اَفْنَاکَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْکَ وَ اَبْقَاکَ۔

۵۔ ترجمہ: حق کے جذبات میں سے صرف ایک جذبہ ہے، جو دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے (دیکھئے: مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۹؛ احیاء العلوم، جلد ۴: ۵۶؛ کشف الخفاء، جلد ۱: ۳۹۷)۔

۶۔ اصل عبارت: اَفْنَاکَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْکَ وَاِیَّاکَ بِمَعَارِجِ نِهَایَاتِ الْکَمَالَاتِ۔

۷۔ ترجمہ: میں زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا، لیکن ایک مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں (احیاء العلوم، جلد ۳: ۱۵؛ مرقاہ شرح مشکوٰۃ، جلد ۹: ۳۹۴)۔

۸۔ پوری آیت یوں ہے: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ.
یعنی: پس تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا احسان مانتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

۹۔ ترجمہ: اس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

۱۰۔ ترجمہ: اور آپ اپنے رب کا نام یاد کریں اور سب سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

۱۱۔ ترجمہ: (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ اس کو اپنا کارساز بنائیں۔

۱۲۔ ترجمہ: اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں، ان کو سہتے رہیں اور اچھے طریقہ سے ان سے کنارہ کش رہیں۔

۱۳۔ ترجمہ: ہر بچہ فطرتاً مسلمان پیدا ہوتا ہے۔ (دیکھئے: صحیح بخاری، نمبر ۱۳۸۵؛ کتاب الجنائز،...... نمبر ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۴۷۷۵، ۶۵۹۹؛ مسند احمد بن حنبل، جلد ۲: ۲۳۳، ۲۷۵، ۳۹۳، ۴۱۰، ۴۸۱، ۳: ۳۵۳)۔

۱۴۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔

۱۵۔ ترجمہ: میں حق ہوں، وہی حق ہے، میں حق ہوں۔

۱۶۔ ترجمہ: وہ لوگ کہ جب وہ نظر آئیں تو اللہ یاد آجائے۔ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں اچھے انسان نہ بتاؤں؟'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیوں نہیں۔'' آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''تم لوگوں میں سب سے اچھا شخص وہ ہے کہ جسے جب لوگ دیکھیں تو انہیں اللہ یاد آجائے۔'' (دیکھئے: سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۱۱۹، ص ۶۰۱؛ مسند احمد بن حنبل، جلد ۶: ۴۵۹)۔

۱۷۔ ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہیں۔

۱۸۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو اور اگر تم کو یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کے ساتھ بیٹھو جو اللہ تعالیٰ کا مصاحب نہ ہو (حضرت شیخ ابو یوسف ہمدانی کا قول ہے، دیکھئے: انسیہ، ۷۸)۔

۱۹۔ ترجمہ: اور سچوں کے ساتھ رہو۔

۲۰۔ ترجمہ: اپنے اخلاق کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظہر بناؤ (دیکھئے: احیاء العلوم، جلد ۴: ۲۱۸)۔

۲۱۔ ترجمہ: صوفی پوشیدہ اور ظاہر ہوتا ہے، یعنی ظاہر میں لوگوں کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہوتا ہے (دیکھئے: انسیہ، ص ۸۱؛ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۹۲؛ مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۴، ص ۵۸)۔

انفاس رحیمیہ

(مکتوبات حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ وَوَفَّقْنَا اِلٰی مَعَارِجِ الْمَنْهَجِ الْقَوِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ صَاحِبَ الْخُلُقِ الْعَظِیْمِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْهُدَاۃِ اِلَی النَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ.

ترجمہ: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا اور ہمیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق بخشی اور درود و سلام ہو اس کے رسول (مقبول) صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جو صاحب خلق عظیم ہیں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر جو ہمیشہ نعمتوں والے راستے کی طرف چلانے والے ہیں۔

اَمَّا بَعْدُ، ضعیف و کمزور بندہ اور اللہ (تعالیٰ) کی رحمت کا امیدوار اہل اللہ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِآبَائِهِ الْعِظَامِ وَاَحْسَنَ اِلَیْهِ وَلِوَالِدَیْهِ الْكِرَامِ (اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے آبائے عظام کی بخشش فرمائے اور اس کے والدین کرام پر احسان فرمائے) کہتا ہے کہ معارف کی قدرت (اور) حقائق کی آگاہی رکھنے والے، ظاہری و باطنی کمالات کے جامع، صوری و معنوی خوبیوں کے سرچشمہ، مفسرین کے سرکردہ اور محدثین کے برگزیدہ میرے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب مَدَّ اللّٰهُ ظِلَالَ اِجْلَالِهٖ عَلٰی رُؤُسِ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ وَالْمُرِیْدِیْنَ (اللہ تعالیٰ ان کے عقیدت مندوں اور مریدوں پر ان کا سایہ دراز فرمائے) اپنے بعض خوش اعتقاد مریدوں اور کامل ارشاد خلفاء کو جو مکتوبات تحریر فرماتے

تھے، میں وہ جمع کر لیتا تھا اور حقائق و معارف کے اس خزانہ سے سعادت پاتا تھا۔ جب حضرت (اقدس) کی فیض پرور نگاہ ان اوراق پر پڑی جو اس مستفید ہونے والوں میں سب سے چھوٹے اور سعادت پانے والوں میں سب سے کم کے ہاتھ میں تھے تو فرمایا کہ اے اہل اللہ! ان کو مرتب کرنا چاہیے اور ان کی تالیف میں لگنا چاہیے، تاکہ ان کا نفع مکمل اور باقی رہنے والا ہو۔ پس آپ کے ارشادِ عالی کی تعمیل کرتے ہوئے، ان فوائد کو مرتب کر کے ''انفاس رحیمیہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ التَّرْتِیْبَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ.

یعنی: اور اللہ تعالیٰ ہی ترتیب و تالیف کی توفیق دینے والا ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

مخلوق پر رحم و شفقت کی اہمیت

رسول (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ.''[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتا۔ اس آدمی پر جو لوگوں پر رحم نہیں کھاتا۔

(نیز) نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ.

(زمین کے) لوگوں پر رحم و شفقت کرنے والوں پر آسمان والا رحمٰن جل شانہٗ رحم کرتا ہے۔

(یعنی) تم زمین کے نیک و برے سب لوگوں پر رحم کرو۔ بروں پر رحم یہ ہے کہ انہیں برائی سے باز رکھو، یا رحم کرو ہر قابل رحمت پر، تم پر وہ رحم کرے گا جس کی زمین و آسمان میں بادشاہت ہے۔ آسمان کی خصوصیت اس کی وسعت کے کمال اور بلندی کی عظمت کے لحاظ سے (کی گئی) ہے، یا (اس سے) مراد فرشتے ہیں اور ان کا رحم کھانوں والوں کے لیے جناب باری تعالیٰ سے دعا و استغفار کرنا اور رحمت طلب کرنا (مراد) ہے، یا (اس سے) مراد

ان کی موذی جنوں اور انسانوں سے حفاظت ہے۔

اے مولیٰ (تعالیٰ) کے قرب کے طالب! اور اے دنیا و آخرت کی سعادت کے متلاشی! اللہ کے بندوں پر شفقت کرنا اور مخلوق پر رحم کھانا قادر مطلق اللہ تعالیٰ کا خاصہ اور نبیوں اور ولیوں کی صفاتِ کاملہ میں سے ایک صفت ہے۔ پس تو سورج کی مانند نیک و بد پر چمکنے کی کوشش کر اور لوگوں کے برے اخلاق پر صبر کر اور ان پر مہربانی و شفقت کرنے سے منہ مت پھیر۔ چند کلمات بلند مرتبہ نبیوں کے اخلاق اور اولیائے ارجمند کے اوصاف سے، آب و خاک کے کان سے نہیں، بلکہ روحانی کان سے سن، شاید کہ تو تحقیق کی خاصیت سے، توفیق (الٰہی) کی مدد کے طفیل، تقلید کے گڑھے سے نکل کر تحقیق کی بلندی پر پہنچ جائے اور ''اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ''[۲] کے ارشاد سے یہ زخمی دل، کم مایہ اور خالی ہاتھ درویش اس باعظمت گروہ میں شامل ہو جائے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ. یعنی: اور اللہ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ارشادِ الٰہی

حدیث میں ہے، عالم غیب اور ممکن بے ریب میں حضرت باری تعالیٰ کا خطاب مبارک حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو پہنچا کہ اے عیسیٰ! (علیہ السّلام) اگر آپ ہمارے خاص بندوں میں سب سے زیادہ خاص اور ہمارے قریب رہنے والوں میں سب سے زیادہ قریب رہنے والا بننا چاہتے ہیں تو پھر (ان) چار باتوں کو اپنے اوپر لازم کر لیں:

۱۔ ہماری مخلوق پر دنیا کے سورج کی طرح مہربان رہیں جو ہر نیک و بد پر چمکتا ہے۔ نہ نیک پر چمکنے سے اسے فخر ہے اور نہ بد پر چمکنے سے اسے شرم محسوس ہوتا ہے۔ جب آپ کو ہماری رضا مطلوب ہے تو پھر مخلوق کے نیک و بد سے آپ کی کیا غرض؟ شعر:

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی ما اساء

یعنی: برائی کا برائی آسان بدلہ ہے، اگر تو مرد ہے تو اس کے ساتھ اچھائی کر جو برائی کرے۔

۲۔ آپ پانی کی مانند حلیم اور نفع دینے والے بنیں، جسے جہاں لے جائیں وہ چلا جاتا ہے، خواہ اسے پھیلاتے جائیں اور وہ ختم ہو جائے۔ وہ حیوانوں اور نباتات کو زندگی بخشنے والا اور نجاستوں اور مکروہات کی گندگیوں کو پاک کرنے والا ہے۔ وَمِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ، یعنی: اور پانی سے ہر چیز زندہ ہے۔

۳۔ زمین کی طرح ہو جائیں کہ لوگ اس پر گناہ کرتے ہیں اور وہ دھنستی نہیں۔ لوگ اس پر گندگیاں پھینکتے ہیں اور وہ میٹھا پھل دیتی ہے۔ آپ بھی ان کی برائی کے بدلے میں اچھائی کا معاملہ کریں۔

۴۔ آپ متواضع رہیں۔ جیسے کہ اُلّو ہمیشہ سر جھکائے اور رات کو بیدار رہتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے کلیم اللہ بننے کا راز

حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ بن عمران عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مِنَ الرَّحْمٰنُ نے حاجتوں کے پورا کرنے والے رب کی درگاہ میں التجا کی کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے نبوت اور اپنی ذات سے ہم کلامی کا شرف کیوں عطا فرمایا؟ اللہ جل شانہٗ واعظم برہانہٗ نے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السّلام)! آپ وہ دن یاد کریں جب آپ حضرت شعیب علیہ السّلام نبی کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک بھیڑ بھاگ گئی، جو خود بھی بہت دوڑی اور آپ کو بھی خوب دوڑایا۔ آپ نے بڑی مشکل اور زیادہ محنت سے اسے پکڑا اور اسے عصا سے مارنا چاہا۔ پھر آپ نے مجھے یاد کیا اور عصا کو ہاتھ سے پھینک دیا، اس کے دونوں سینگ پکڑے اور اس کی دونوں آنکھوں پر بوسہ دیا اور (اس سے) کہا: ''اے میری پیاری! تو نے اپنی جان کو دُکھ دیا اور مجھے بھی تکلیف پہنچائی۔'' پھر آپ نے اسے اپنے کندھے پر اٹھایا اور اس کی جگہ پر لے آئے۔ پس اس رحمت وشفقت کی وجہ سے، جو آپ نے میری مخلوق پر کی، ہم نے آپ کو منصب رسالت اور درجہ ہم کلامی عطا فرمایا۔

خدمت خلق کا بلند مقام

حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسِ.''(۳)

یعنی: لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے، جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ.

یعنی: جو آدمی کسی مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت دنیا و آخرت میں پوری کرتا ہے۔

رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں۔ ایک صالحہ نیکوکار اور دوسری بدکار۔ صالحہ عورت بلی کو گھر میں باندھ کر کہیں چلی گئی۔ اس بلی کو کھانے کی کوئی چیز نہ ملی اور وہ بھوک کے غلبہ کی وجہ سے اسی جگہ مر گئی۔ وہ بدکار عورت گرمیوں کے موسم میں راستہ چلتے ہوئے ایک کنویں کے کنارے پر پہنچی تو اُس نے ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی سختی سے زبان نکالے کنویں کے گرد پھر رہا تھا اور اس کے کنارے کے پتھروں کی نمی کو چاٹ رہا تھا۔ اس عورت پر رحمت و شفقت غالب آ گئی۔ اس نے ڈول کنویں میں ڈالا۔ رسّی کو چھوٹا پایا تو اپنے سر کے بال کاٹے اور بُن کر رسّی بنائی۔ پانی نکالا اور کتے کو پلایا۔ بادشاہ بے نیاز اور ذات وحدہٗ لاشریک نے فرمایا کہ ہم نے اس بدکردار کو، اس پیاسے کتے پر شفقت کرنے کی وجہ سے، اس صالحہ عورت کی جگہ جنت میں داخل کیا اور اس صالحہ عورت کو دوزخ میں اس بدکار عورت کی جگہ داخل کیا۔

اے بھائی! اس حدیث غریب اور قصہ عجیب سے عبرت ہی عبرت حاصل ہوتی ہے اور حیرت ہی حیرت بڑھتی ہے کہ اس بادشاہ حقیقی اور قادرِ مطلق کے کام اسباب و اغراض کے محتاج نہیں ہیں اور (اس کے ہاں) جزا و سزا کا تعلق بدلے اور عوض سے نہیں ہے (جیسے مذکور ہے):

خَلَقْتُ الْخَلْقَ لِلْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِیْ وَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِلنَّارِ وَلَا اُبَالِیْ.

یعنی: میں نے ایک گروہ کو جنت میں بغیر سابقہ عمل کے پیدا کیا ہے اور کسی کی پرواہ نہیں (کہ کون لوگ) وہاں (دنیا میں) دلوں کو کباب، جگروں کو آب، ہوش کو زائل، عقل (کو) خراب اور جانوں کو اضطراب میں ڈالتے تھے۔

(ارشادِ الٰہی ہے): لَایُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ. (سورۃ الانبیاء: آیت ۲۳)

ترجمہ: اس سے باز پرس نہیں اس کے متعلق جو وہ کرتا ہے، بلکہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔

شعر:

کس را نہ رسد کہ باز پرسد ز کلال
کز بہر چہ می سازی و چون می کنی

یعنی: کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کمہار سے (یہ) پوچھے کہ تو کس کے لیے بناتا ہے اور کس طرح بناتا ہے؟

آخر یہ فنا کا گھر (دنیا) چھوڑ جانا ہے اور دار بقا و جزا (آخرت) سے پیوستہ ہونا ہے۔ نفسانیت، غرور "اور میں اس سے بھلا ہوں" کی پوشاک کو پھاڑ دے، اور تکبر، جبر، تہمت اور غرور کی پگڑی اور ٹوپی کو سر سے اتار دے۔ نیز اپنے سر سے اپنے اعمال پر بھروسہ (کرنے) کے مٹی کے ڈھیر کو ہٹا دے اور تو معاف کرنے والے کے فضل و کرم پر نظر رکھ۔ جہاں تک کر سکے دلوں کو راحت پہنچا (اور) اللہ کی مخلوق پر شفقت و رحمت کر۔ اللہ (تعالیٰ) کو ذات موہوم اور بُری صفات سے مبرّا سمجھ۔

اے مولیٰ کے طالب! دیکھ کہ ایک جانور کو راحت پہنچانے (کے عمل) نے ایک جہنمی کو جنتی بنا ڈالا۔ (یوں) اگر انسان کو راحت پہنچانے سے تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے جمال باکمال کا قرب نصیب فرما دے اور ہمیشہ کے لیے سعادت مند بنا دے تو بعید نہیں ہے۔

(اسی طرح) جانور کو اذیت دینے سے جنتی دوزخی بن گیا۔ جو دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا حرم اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسرار کا محل ہے، اسے اذیت دینے سے آدمی (دوزخ کے) پست ترین درجے میں گر پڑے، کچھ بعید نہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِکَ. یعنی: ہمیں اللہ اس سے محفوظ رکھے۔ کسی شاعر نے اس بارے میں کہا ہے:

اینجا فنون شیخ نیرزد بہ نیم خس
دل را بدست آر ہمین مشرب ست بس

یعنی: اس جگہ شیخ کے فنون (کمالات) کی قیمت آدھا تنکا بھی نہیں،
(لوگوں کے) دل کو ہاتھ میں لے کہ یہی مشرب (طریقہ) کافی ہے۔

مقربین درگاہ اور شیخ حقیقی کے فنون

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ مقربین (درگاہ الٰہی) جن کے نزدیک: ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ ''[۴] ہوتی ہیں، ان کے ہاں شیخ حقیقی کے فنون، جو کشف و کرامت، مسافت کا طے کرنا، اڑنا اور آسمان پر تصرف کرنا وغیرہ ہیں، آدھے تنکے کی قیمت نہیں رکھتے۔ دل کو ہاتھ میں لینے سے مراد یہ ہے کہ تو قلب سلیم، جو ماسویٰ اللہ اور بُری صفات سے خالی ہے، کو حاصل کر اور ایک قلب سلیم جو اسرار الٰہی کا گنجینہ اور انوار مولیٰ کا خزانہ ہے، کو راحت پہنچا، کیونکہ مقربین (درگاہ) کا مشرب اور عاشقان (الٰہی) کا مذہب یہی ہے۔ نہ یہ کہ دل کی ہر تمنا کو پورا کرنا، خواہ وہ قتل، چوری کرنے اور شراب پینے کی تمنا ہو۔ اچھا کہا، جس نے بھی کہا ہے:

رباعی:

در راہ خدا دو کعبہ آمد منزل
یک خانہ کعبہ ست و یک خانہ دل
تا بتوانی زیارت دلہا کن
کافزون ز ہزار کعبہ آمد یک دل

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو کعبے منزل (کا درجہ) رکھتے ہیں۔ ایک کعبہ مشرفہ اور دوسرا (کعبہ) دل ہے۔

٭ جہاں تک تو کر سکے دلوں کی زیارت کر، کیونکہ ایک دل ہزار کعبے سے بڑھ کر ہے۔

نبی کریم ﷺ کا بوڑھی اور ضعیف عورتوں کی خدمت کرنا

حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم بوڑھی عورتوں سے فرمایا کرتے تھے: ''تمہاری جو حاجت بھی ہو، وہ بتائیں، میں تمہاری حاجت پوری کروں گا۔'' حدیث میں ہے کہ ایک خاتون کی بیٹی آئی اور عرض کیا: ''یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)! میری ماں کو آپ سے کام ہے اور آپ کو بلا رہی ہے۔'' (آپؐ نے) فرمایا کہ تو مجھے جس کوچے میں لے جانا چاہتی ہے، لے جا۔

رحمتِ الٰہی کے درجات

رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (ارشاد) فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت و شفقت کے ہزار حصے ہیں۔ جس سے اس نے ایک حصہ حیوانوں، جن و پری اور سمندری اور خشکی کی سب مخلوق میں تقسیم فرمایا ہے۔ جس کی بنا پر مائیں بچے کو دودھ دیتی ہیں اور اسے دانہ کھلاتی ہیں اور اس کی پرورش کرتی ہیں، سم والے حیوان (اس کی بدولت) اپنے سم کو بچے سے دور رکھتے ہیں، تاکہ اسے دکھ نہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کے نوسو ننانویں حصے میری امت کے گنہگاروں کے لیے محفوظ رکھے ہیں، تاکہ اس سے ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحم فرمانے والا) اور اکرم الاکرمین (سب سے زیادہ کرم فرمانے والا) ہماری امت کے گنہگاروں کو نوازے اور بغیر کسی اور کے واسطہ کے ان کے کام بنائے (یعنی مشکلات حل فرمائے)۔

پس اے حق کے طالب! ''تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ''[۵] کے حکم سے ان بلند اخلاق کو اپنانے اور ان عمدہ صفات کے اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ مولیٰ کریم اور

ذات باری تعالیٰ جل شانہٗ سے مناسبت ومشابہت حاصل ہو اور ہمیشہ کی نجات اور دائمی سعادت سے ملاقات ہو جائے۔

ہرنی پر رحم کھانے سے شکاری کا بادشاہ بننا

کتب اخلاق میں آیا ہے کہ ایک آدمی تھا جو ہمیشہ شکار سے اپنی خوراک حاصل کرتا تھا اور اپنی گزر اوقات اسی ذریعہ سے کرتا تھا۔ ایک روز وہ شکار کو گیا۔ ہرنی کو ایک بچہ کے ساتھ دیکھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ہرنی اور اس کے بچے کے پیچھے دوڑایا۔ ہرنی طاقتور تھی، دوڑ گئی اور کمزور بچہ اس کی قید میں آ گیا۔ وہ آدمی بچے کے ہاتھ پاؤں زین کے تسمے سے باندھ کر لے جا رہا تھا۔ اچانک ہرنی اپنے بچہ کی محبت کے غلبہ سے دوڑتی ہوئی، افسردہ حالت اور خون کے آنسو روتی ہوئی اس آدمی کے قریب آ گئی۔ وہ مامتا کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اپنے مارے جانے اور پکڑے جانے سے بھی نہ ڈری۔ ہرنی کی مامتا نے شکاری کے دل پر اثر کیا اور اس نے بچہ چھوڑ دیا اور ہرنی کے دل کو راحت پہنچائی۔ ہرنی نے اپنی بے زبانی کی زبان میں درگاہ الٰہی میں اس شکاری کے حق میں دعا کی۔ فوراً مقبول ہوئی۔ کسی صدا دینے والے نے عالم غیب اور پردہ لاریب سے آواز دی کہ ایک میری مخلوق کے دل کو راحت پہنچانے والے، میں نے اس راحت پہنچانے کی برکت سے تجھے مرتبۂ بادشاہت عطا کر دیا ہے۔ تھوڑا وقت گزرنے پر وہ آدمی بادشاہ بن گیا۔

اے درویش! یہ آدمی ایک جانور کو راحت پہنچانے سے دنیا کی سلطنت کے مرتبہ پر پہنچ گیا تو ایک انسان کو راحت پہنچا اگر آخرت کی سلطنت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے درجہ تک پہنچ جائے تو عجیب وبعید نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کا بڑھیا کی خدمت کرنا

مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایک بوڑھی

عورت تھی، جو ضعیف اور کام کرنے کے قابل نہ تھی۔ وہ ضعف کی وجہ سے گوشہ (تنہائی) میں پڑی تھی۔ کوئی ایسا آدمی نہ رکھتی تھی جو اس کی خدمت کرے اور اس کے لیے زحمت اٹھائے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر رات اس کی جھونپڑی میں آتے، جھاڑو دیتے، پانی لاتے، آگ جلاتے تھے اور اس بڑھیا کی جو ضرورت ہوتی، وہ پوری فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات حسبِ معمول آئے اور اس بڑھیا کے پاس گئے۔ بڑھیا نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''عمر! آیا ہوں تاکہ آپ کی ضرورت پوری کروں۔'' بڑھیا نے کہا: ''آپ سے پہلے ایک بوڑھے آدمی آئے ہیں اور سب کچھ فراہم کر گئے ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔ آپ چند راتیں متواتر آتے رہے اور بڑھیا یہی جواب دیتی رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ یہ بوڑھے آدمی کون ہوں گے؟ ایک رات عمر رضی اللہ عنہ نے گھات لگائی، تاکہ اس بوڑھے کو دیکھیں۔ جب دیکھا تو وہ حضرت ابو بکر (صدیق) رضی اللہ عنہ تھے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! آپ نے نیکیوں میں جو سبقت پائی ہے، میں اس پر آپ سے حسد نہیں کرتا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا چیونٹی پر ترس کھانا

کہتے ہیں کہ ولیوں کے بادشاہ (حضرت) بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہمدان کے شہر میں گئے ہوئے تھے۔ وہاں تکلیف ہوئی۔ علاج کے لیے زعفران ملا ہوا دانہ خریدا۔ اس میں سے کچھ کھایا اور جو باقی بچا، اسے پگڑی کے ایک کونہ میں باندھ کر بسطام کے شہر میں (لوٹ) آئے۔ جب گھر پہنچے، اسے کھولا اور اس میں ایک چیونٹی کو دیکھا۔ فرمایا: ''یہ چیونٹی مسافر ہے، اسے پھر ہمدان لے جاؤں۔'' (پھر) سفر کیا اور ایک چیونٹی (کو پہنچانے) کے لیے ہمدان کے شہر میں آ گئے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا خدمت خلق کی غرض سے راستوں کو صاف کرنا

(کتاب) مقامات میں ذکر ہے کہ ولیوں کے قبلہ، اصفیا کے کعبہ، اہلِ صفا کے پیشوا، راہِ خدا کے طالبوں کے ہادی، ربّ الارباب کے محبوب، اقطاب کے قطب، طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) کے بانی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ایک صاحب تصرف مجذوب سے ملاقات کی۔ اس نے کہا: ''اے خواجہ! اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں باطن کا راستہ آپ پر کھول دوں تو پھر آپ خلقت کے راستے کو کوڑے کرکٹ، نجاستوں اور گندگیوں سے صاف کریں۔'' (اس کے بعد) حضرت خواجہ (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ اس محبوب مجذوب کے اشارے پر سات برس تک تمام احوال میں گلیوں اور بازاروں کو نجاستوں اور گندگیوں سے مکمل طور پر صاف کرتے رہتے تھے۔ سات سال کے بعد وہ پسندیدہ مجذوب حضرت خواجہ (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ سے ملا اور کہا: ''اے خواجہ! اگر آپ اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں تو خلقت کی خدمت بلا امتیاز کریں۔'' یعنی (خواہ) کوئی صالح ہو یا بدکار، فاسق ہو یا فاجر انسان ہو، سب کی اللہ کے لیے خدمت کریں۔ حضرت خواجہ (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ اس مجذوب کے کہنے پر (یہ) خدمت کرتے تھے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بھوکی پیاسی کتیا کی خدمت کرنا

ایک روز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ شہر سے باہر جا رہے تھے۔ ایک کتیا نے پرانی قبر میں بچے جنے ہوئے تھے۔ پیاس اور بھوک کا اس کتیا پر غلبہ تھا اور بچوں کو پلانے کے لیے اس کا دودھ نہیں تھا۔ مامتا کی وجہ سے وہ بچوں سے جدا نہیں ہوتی تھی اور بچے (بھوک سے) شور وغل کرتے تھے۔ حضرت خواجہ (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ نے فراست اور دانائی سے بھانپ لیا کہ پیاس اور بھوک کی وجہ سے کتیا کا دودھ نہیں رہا جو بچوں کو پلائے۔

حضرت خواجہ (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ شہر میں گئے اور حسن نانبائی کی دکان پر آ کر فرمایا کہ یہ خرقہ لے لو اور چند روٹیاں اور کباب دو۔ حسن نانبائی نے کہا: ''اے درویش! اگر تو بھوکا ہے تو پھر جتنا کھا سکتا ہے، کھا لے اور اگر کسی جگہ عشق کرتا ہے، جیسا کہ جوانوں کا کام ہے، تو پھر میرے نان مت لے جا، تاکہ میں گنہگار نہ بنوں اور تو بھی گنہگار نہ بنے۔'' حضرت خواجہ (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تجھے نان کی قیمت دے رہا ہوں، تجھے اس بات سے کیا غرض!'' حسن نے کہا کہ میں قیمت نہیں لیتا، مفت دیتا ہوں۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت خواجہ (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ نے پانی سے بھرا ایک برتن، نان اور کباب لیے اور شہر سے باہر لائے اور حسن (نانبائی) بدگمانی اور کھوج کی غرض سے چھپ کر حضرت خواجہؒ کے پیچھے چل رہے تھے۔ حضرت خواجہؒ نے پانی کا برتن، نان اور کباب لا کر کتیا کے سامنے رکھے اور ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ کتیا نے نان اور پانی کھایا پیا اور لیٹ گئی۔ پھر اس نے ہاتھ اور پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے اور اپنی زبان میں دعا کی۔ حسن کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت رحمٰن کی عنایت سے ساتوں آسمانوں سے بے شمار انوار زمین و زمان کے قطب حضرت خواجہؒ پر برس اور چمک رہے تھے اور عرش سے فرش تک حضرت خواجہؒ پر منکشف ہو گیا اور میں نے اپنا سر حضرت خواجہؒ کے قدموں پر رکھا اور اپنی بدگمانی کی معافی مانگی اور بیعت و ارادت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا کہ جب ہدایت کی باگ میرے ہاتھ میں عنایت کریں گے (یعنی جب مجھے خلافت ملی) تو تم میرے پہلے مرید ہو گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور چیونٹی

مروی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ایک راستے پر جا رہے تھے۔ ایک چیونٹی آپ کے پاؤں تلے کچلی گئی اور اسے تکلیف پہنچی۔ اس نے بے نیاز باری تعالیٰ کی درگاہ میں زبان عجز سے انصاف کی درخواست کی۔ وہ درد کی شدت سے روتی تھی اور دونوں ہاتھ ملتی تھی اور کہتی تھی: ''اے میرے اللہ! میں نے اپنی تمام عمر میں ایک سانس بھی تیری یاد

سے غافل نہیں گزارا اور ایک لحظہ بھی تیرے ذکر کی جدائی کا عذاب نہیں دیکھا۔ مجھے معاف فرما دے کہ میں درد سے بے طاقت ہو گئی ہوں۔'' حق تعالیٰ نے فرمایا: ''اے چیونٹی! قیامت کے روز علی سے تیرا حق دلواؤں گا۔'' چیونٹی نے دوبارہ قدس مآب (باری تعالیٰ) کی جناب میں عاجزی سے عرض کی کہ اے اللہ! (حضرت) علیؓ نے پاؤں مجھ پر بے خبری میں رکھا ہے، جان بوجھ کر نہیں رکھا، لہٰذا میں امیدوار ہوں کہ تو حضرت علیؓ کی خطا معاف فرمائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علیؓ! آپ نے زمین پر پاؤں ہوش سے کیوں نہیں رکھا؟ اگر اس چیونٹی کی سفارش نہ ہوتی تو آپ ہلاکت میں گر پڑتے۔ ایسا کام نہیں کرنا چاہیے، جس کے بعد آپ عذر اور شفاعت کے محتاج ہو جائیں۔

کتے پر ترحم وشفقت

اے باوفا بھائیو! اور اے باصفا دوستو! ایک عجیب قصہ جو اس غریب کا نصیب وحصہ ہے (یعنی اس کے ساتھ پیش آیا ہے) بڑے دھیان اور اچھے یقین سے سنو۔ ایک روز میں اکبر آباد کی گلیوں میں سے ایک گلی میں جا رہا تھا۔ سخت سردی کے موسم اور بارش کی زیادتی کی وجہ سے کیچڑ اور مٹی بڑھ گئی تھی۔ کتے کا ایک بچہ اس کیچڑ اور مٹی میں ڈوب کر اور لاچار ہو کر بہت زیادہ گریہ وزاری، چیخ وپکار اور بڑی فریادیں کر رہا تھا۔ اس کی فریادرسی کے ضمن میں مَیں نے رحم وشفقت کی ایک توجہ (ادھر) کی۔ اسی واقعہ کے ساتھ ہی میں نے اسی گلی میں پریشانی واضطراب کے عالم میں معشوق حقیقی اور محبوب تحقیقی کی پر پیچ وتاب زلف کا مشاہدہ کیا، جیسا کہ ارباب ذوق ومواجید اور اصحاب شوق وتوحید کو ہوتا ہے۔ میں حیرت وحیرانی اور بڑے درد وسرگردانی کے ساتھ چل رہا تھا، اگر تو عشق کے راستے پر چلا ہے اور شراب محبت چکھی ہے تو جانتا ہوگا۔ اچانک گلی کی دوسری طرف سے میں نے ایک کتے کو دیکھا کہ وہ میری جانب آ رہا ہے۔ گلی کے درمیان مٹی اور کیچڑ بہت تھی (لہٰذا) چھینٹ پڑنے کے ڈر سے میں گھبرایا کہ کپڑے پلید ہو جائیں گے۔ میں نے چلنے میں تیزی اور سبقت کی۔ ہر چند

میں نے کوشش کی (لیکن) جہاں زیادہ کیچڑ تھی، کتا (وہاں) میرے برابر آ پہنچا تو اس نے فصیح زبان اور نرم انداز میں مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰى نَفْسِهِ الظُّلْمَ يَاعِبَادُ فَلَا تَظَالِمُوْا.''

یعنی: حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے لیے ظلم کو حرام ٹھہرایا ہے۔ پس اے میرے بندو! تم ایک دوسرے کے ساتھ ظلم مت کرو۔

پھر تم نے کیوں ظلم وستم کیا؟ کہ شارع عام تمام چلنے والوں کی گزرگاہ ہے، خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان۔ (تمہارا) مجھ سے پہلے گزرنے کی کوشش کرنا، میرے اوپر ظلم ہے۔ میں نے اس کے جواب میں کہا: ''میں نے کپڑے کے نجس ہو جانے کے خوف سے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا (کیونکہ) کپڑے کا پاک ہونا، نماز کے جائز ہونے کی شرط ہے۔'' کتے نے مجھے جواب دیا: ''اگر تمہارا کپڑا ناپاک ہو جاتا تو تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا (لیکن) تم (اپنے) تکبر اور غرور کو سات بار دریا میں دھولو تو پھر بھی ہرگز پاک نہیں ہوگا۔ اگر ایک درویش تکبر کی وجہ سے کتے پر فخر کرے تو اہلِ حق کو اس کی صحبت میں بیٹھنا جائز نہیں۔'' میں اس کے سامنے تواضع سے کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر مجھ سے ظاہری طور پر تکبر وغرور کا اظہار ہوا ہے تو اب میں ہزار عجز ولاچاری کے ساتھ حقیقی اور معنوی طور پر تمہارے سامنے گرتا ہوں۔ کتے نے پھر مجھ سے کہا کہ اہلِ حق کا شیوہ ایثار ہے، اختیار نہیں۔ تم نے خشکی والی طرف اپنے لیے رکھی اور کیچڑ والی طرف میرے لیے چھوڑی، تصوف یہ نہیں جو تم نے کیا۔ اولیاء کا راستہ یہ نہیں ہے جو تم نے (میرے) حوالے کیا۔

ع۔ شرمت بادا ہزار شرمت بادا

یعنی: تمہیں شرم ہو، ہزار بار شرم ہو۔

یہ فقیر ہزار شرمندگی وندامت کے ساتھ جس طرف کیچڑ تھی، عجز وانکساری کے ساتھ کھڑا ہو گیا، اور خشک جانب اس کتے کے لیے چھوڑ دی۔ کتا پھر کہنے لگا کہ اس ضعیف عقل

اور کمزور شعور سے اللہ تبارکؔ وتعالیٰ کو نہیں پایا جا سکتا، کامل طالب حق وہ ہے، جس کا دل دانا ہو اور درمیانہ (درجے کا طالب) وہ ہے جس کی آنکھ بینا ہو اور ادنیٰ (درجے کا طالب) وہ ہے کہ اس کے کان سننے والے ہوں اور اگر ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو تو پھر اسے چاہیے کہ ابرار جو بڑے عابد، زاہد، متقی اور پاکیزہ لوگ ہیں، ان کا راستہ اختیار کرے اور مقربین (درگاہ) صوفیہ، جن کی شان ''لَافَرْقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ''[6] (مذکور) ہے اور ''اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ فَهُوَ اللّٰهُ''[7] جن کی آن ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ[8] جن کا شیوہ ہے، میں شامل ہو جائے۔

اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْهِ الْاِشَارَةِ وَالْجَاهِلُ لَاتُغْنِیْهِ الْعِبَادَةَ.[9]

یعنی: عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے اور جاہل کے لیے عبادت بھی کارآمد نہیں ہوتی۔

قرب ومعیتِ الٰہی

''وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ''[10] (سورۃ الحدید، آیت ۴)۔ ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ''[11] (سورۃ ق، آیت ۱۶)۔ اپنے وجود کو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ اور اس کو اپنے ساتھ سمجھنا چاہیے اور اسے دور خیال نہیں کرنا چاہیے۔ ظاہری طور پر اس آیت شریف کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے، تم جہاں بھی ہو اور ہم انسان کی شہ رگ (رگ جان) سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ پس جاننا چاہیے کہ کسی شے کے کسی چیز کے ساتھ ہونے کو معیت کہتے ہیں اور یہ چیز کا چیز کے ساتھ ہونا یا مجازی طور پر ہے اور یا حقیقی طور پر۔ سو علمائے ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ یہ چیز کا چیز کے ساتھ ہونا مجازی طور پر ہے، حقیقی طور پر نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہان کے تمام ذرات کے ساتھ ہے، (لیکن) ذات سے نہیں، بلکہ علم سے اور وہ تمام ذرات پر قدرت رکھتا ہے۔ علم کلام کے عام ماہرین کا مذہب اسی طرح ہے۔ لیکن صوفیہ ظاہری معنی پر قناعت نہیں کرتے، (بلکہ) وہ جزی حقیقت کو طلب کرتے ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت (ساتھ) کائنات کے تمام

ذرات کے ساتھ حقیقی طور پر ہے۔ یعنی اس کی معیت اپنی ذات کے لحاظ سے تمام کائنات کی چیزوں کے ساتھ ایسی نہیں، جیسا کہ متکلمین کہتے ہیں اور علمائے ظاہر سمجھتے ہیں، یعنی یہ ایسی معیت ہے، جیسے عرض کو جسم کے ساتھ ہے اور ایسی معیت جو جسم کو جسم کے ساتھ ہے اور نہ ایسی معیت جو عرض کو عرض سے ہے اور نہ ایسی معیت جو عرض کو جوہر کے ساتھ ہے، بلکہ یہ معیت چاروں معیتوں سے خارج ہے، جو اس آیت کریمہ کے مطابق ہے:

مَایَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّاھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّاھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّاھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَمَا کَانُوْا۔
(سورۃ المجادلہ، آیت ۷)

یعنی: نہیں ہیں ان راز کی بات کرنے والوں میں سے تین آدمی، مگر یہ کہ ان میں چوتھا اللہ ہوتا ہے، اور وہ ان کے ظاہری اور پوشیدہ اعمال، احوال اور اقوال کو جاننے والا ہے، تمام ظاہری و باطنی صفات و وسوسات اور کیفیات کے ساتھ۔ اور نہیں راز کی بات کرنے والوں میں سے پانچ آدمی، مگر ان میں چھٹا اللہ ہوتا ہے، اور نہ اس تعداد سے کم اور نہ زیادہ ہوتے ہیں، مگر یہ کہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، وہ سات آسمانوں میں ہوں، یا لپٹی ہوئی سات زمینوں کے کسی کونے میں ہوں۔

آیت کریمہ: "وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ"[۱۲] (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۶) کو غور سے پڑھ اور اللہ تعالیٰ کے قرب کو اپنے ہمراہ کسی بندے سے زیادہ قریب سمجھ:

زین معیت دم مزن بنشین خموش
این معیت در نیاید عقل و ہوش

یعنی: اس معیت سے دم نہ مار، خاموش بیٹھ، یہ معیت عقل و ہوش میں نہیں آتی۔

اے بھائی! موجودات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب کی مثالوں میں سے روح کا

جسموں کے ساتھ قرب ہے کہ روح عالم امر میں سے ہے، نہ وہ بدن میں داخل ہے، نہ اس سے خارج، نہ ہاتھ سے متصل ہے اور نہ منفصل۔ جسم کی صفات سے مبرّا ہے اور ملابست کے نقصان سے معرّا ہے۔ اس کے باوجود بدن کے تمام اجزاء میں متصرف ہے۔ اگر وہ ہزار سال بھی جسم کے ساتھ ملابست (تعلق) رکھے تو بھی اس کی پاکیزگی اور خالص پن میں کوئی خلل اور نقصان نہیں آتا۔ جس طرح جسم کی معیت سے پہلے تھی، اب بھی (اسی طرح) خالص اور لطیف ہے، کوئی کثافت پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح تو مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب کو سمجھ کہ کسی امکانی ذلت نے اس کی ذات واجب کی پاکیزگی کے قدس میں اثر نہیں کیا۔ فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ (سورۃ المؤمنون، آیت ۱۴)۔ یعنی: پس اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے بابرکت ہے۔

جب تو نے روح کی جسم کے ساتھ معیت کی حقیقت کو سمجھ لیا تو (اس طرح) تو نے ''مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ''[۱۳] کے راز کو (بھی) پالیا۔

دوسرے گروہ (طبقہ اوسط) کی چشمِ بصیرت سے ''فَکَشَفۡنَا عَنۡکَ غِطَآءَ کَ فَبَصَرُکَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ''[۱۴] (سورۃ ق، آیت ۲۲) کے حکم سے پردہ اٹھالیا گیا ہے اور ان کو اسمائے ذات کے جمال اور صفات صمدیت کے کمال کے قبّوں کا نظارہ کرنے والوں کے زمرہ میں شامل رکھا گیا ہے۔ مکنونات کے تمام مظاہر صفات عالیہ کے کمال کے ساتھ جمال کا آئینہ بنے اور آفتاب عالمتاب کے انوار موجودات کے ذرات میں سے ہر ذرہ چمکے تو (انہوں نے) ''اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی سَبۡعِيۡنَ اَلۡفَ حِجَابٍ مِّنۡ نُوۡرٍ وَّظُلۡمَةٍ''[۱۵] کے حکم سے ستّر ہزار حجابات میں سے ہر حجاب کو جمال صفاتی کا مظہر اور کمال آسمانی کا آئینہ خیال کیا۔ جیسا کہ نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''لَايَزَالُ الۡعَبۡدُ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحۡبَبۡتَهٗ کُنۡتُ سَمۡعُهُ الَّذِیۡ يَسۡمَعُ بِهٖ بَصَرَةُ الَّذِیۡ يَبۡصُرَ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِیۡ يَبۡطُشُ بِهَا وَرِجۡلُهُ الَّتِیۡ يَمۡشِیۡ بِهَا فَلَا فَرۡقَ بَيۡنِیۡ وَبَيۡنَهُمۡ''[۱۶]

جو لوگ قرب (الٰہی) اور نوافل کے ساتھ متصف ہوئے ہیں، ہر اثر، ہر عمل و کام اور

جو صفت بھی مظاہر سے عیاں ہے، وہ ان حضرات کے نزدیک حق (تعالیٰ) سے ظاہر (ہوئی) ہے۔ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰہِ [۱۷] (سورۃ النساء، آیت ۷۸) ان کا حال ہے اور ''وَمَابِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ'' [۱۸] (سورۃ النحل، آیت ۵۳) ان کی آرزو ہے۔ سبحان اللہ! ایک نرالا کام ہے اور ایک عجیب راز ہے کہ ان کا دل محبت الٰہی کے اسرار کا گنجینہ اور لامتناہی صفات کا خزانہ ہے، جس کو انہوں نے مفلس کا نام دیا ہے:

ع۔ گدا بادشاہ است و نامش گداست

یعنی: گدا بادشاہ ہے اور اس کا نام مفلس ہے۔

رباعی:

آنکس کہ ترا شناخت جان را چہ کند
فرزند و عیال و خانمان را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہان را چہ کند

ترجمہ: جس آدمی نے تیری معرفت پالی، وہ جان کو کیا کرے گا؟ وہ اہل وعیال اور گھر کو کیا کرے گا؟

* تو دیوانہ بنا کر اسے دو جہان بخش دیتا ہے، (لیکن) تیرا دیوانہ (بن کر) وہ دو جہان کو کیا کرے گا؟

اس گروہ کے سالکین میں سے قرب ومعیت کا مقام کسے حاصل ہے؟ اس بے انتہا میدان میں عقل وعلم کا پاؤں لنگڑا ہے اور ہوش کے کان اس مقام کے ادراک میں بہرے و گونگے ہیں۔ علمائے ظاہر کی نگاہ بصیرت کو اس جمال کے انوار کے نظارہ میں غم کے سوا کچھ ملتا نہیں اور عقلاء کی عقل کو سوائے جہل کے کچھ حاصل نہیں ہوتا:

این معیت در نیاید عقل و ہوش
زین معیت دم مزن بنشین خموش

یعنی: یہ معیت عقل وہوش میں نہیں آتی، اس معیت سے دم نہ مار،

خاموش بیٹھ۔

اس قرب و معیت کا حصول قرب نوافل کا ثمرہ ہے۔ تیسرے گروہ کو جب جذبہ الٰہی نصیب ہوتا ہے تو ''جَذْبَةٌ مِّنْ جَذْبَاتِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ''[(۱۹)] کے مطابق ان کے عمل پر سے ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ نورانی بن جاتا ہے اور (یہ حضرات) احدیت ذات کے مرتبہ سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اور (ان کی نگاہ میں) تمام علوم مٹ جاتے ہیں اور تمام رسمیں باطل ہو جاتی ہیں اور تعریف و تمیز کی متلاشی حدود معدوم ہو جاتی ہیں اور لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[(۲۰)] (سورۃ المؤمن، آیت ۱۶) کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اور ''كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ''[(۲۱)] (سورۃ القصص، آیت ۸۸) کا راز اور ''هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ''[(۲۲)] (سورۃ الحدید، آیت ۳) کا نور عیاں ہو جاتا ہے اور ہستی موہوم، ہستی موہوب میں تبدیل ہو جاتی ہے:

موج بحر لمن الملک بر آید، ناگاہ
غرق گرداندوران بحر چہ درویش چہ شاہ
خرمن ہستی موہوم چنان می سوزد
آتش عشق کہ نے دانہ بماند نے کاہ

ترجمہ: اچانک لِمَنِ الْمُلْكُ کی لہر بلند ہوگی (اور) اس سمندر میں درویش ہو یا بادشاہ سب کو غرق کر دے گی۔

✿ ہستی موہوم کا ڈھیر عشق کی آگ یوں جلا ڈالے گی کہ نہ دانہ رہے گا اور نہ بھوسہ۔

حقیقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور حقیقت توحید

حقیقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور حقیقتِ توحید ظاہر ہو جاتی ہے اور (سالک) ''اَنَا مَنْ اَهْوٰى وَمَنْ اَهْوٰى اَنَا''[(۲۳)] کی حقیقت اور میدان حقیقت کی وادی کے شیر اور معرفت و طریقت کے لشکر مبارز کے بادشاہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول: ''مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اِلَّا وَرَاَيْتُ اللّٰهَ''[(۲۴)] سے متصف ہو جاتا ہے۔ جب یہ بلند مرتبہ حاصل ہو گیا تو ایمان کی

حقیقت اور اطمینان کی اصلیت مل گئی اور (یوں) دائرہ ولایت کا نصف اور اسلام کا آدھا راستہ طے کرلیا اور جو باقی ہے وہ اس سے زیادہ ہے جو طے ختم ہوا اور طے کیا۔ اس مقام میں باخبر واصل (پہنچنے والا) خود کو اس طرح گم کر لیتا ہے کہ جتنا بھی خود کو تلاش کرے، حق (تعالیٰ) ہی کو پاتا ہے:

چو ممکن گرد امکان بر فشاند
بجز واجب درو چیزے نماند

یعنی: جب ممکن امکان کی گرد کو اُڑا دیتا ہے تو اس میں واجب کے علاوہ کچھ نہیں رہتا۔

رباعی:

روزان بتو بودم و نمی دانستم
شب با تو غنودم و نمی دانستم
ظن بردہ بُدم دوش کہ من جملہ منم
من جملہ تو بودم و نمی دانستم

ترجمہ: میں دن کو تیرے ساتھ تھا اور میں نہیں جانتا تھا۔ رات میں تیرے ساتھ اونگھتا رہا اور میں بے خبر تھا۔

٭ کل رات میں نے گمان کرلیا تھا کہ میں ہی میں سب کچھ ہوں، (جبکہ درحقیقت) میں سب تو ہی تو تھا اور میں نہیں جانتا تھا۔

ایک روز ایک آدمی نے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہٗ السَّامِیْ کے دروازہ پر آواز دی: اَیْنَ اَبُوْ یَزِیْد؟ سلطان (العارفین) نے جواب دیا: ''ذَھَبَ اَبُوْیَزِیْدُ فِی الذَّاھِبِیْنَ فِی اللّٰہِ''۔ یعنی: ایک آدمی نے دروازے پر کہا: ''بایزید کہاں ہیں؟'' (بایزیدؒ نے) فرمایا: ''بایزید چلا گیا اور اس جماعت میں گم ہو گیا ہے جو حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) میں فنا ہو چکے ہیں، تاکہ (لوگ) ہمیشہ کے لیے اپنے بشری وجود کے ساتھ اس کی طرف رجوع نہ کریں۔''

اے بھائی! نایافت کے بعد اوّل یافت ہے (اور پھر) آخر کار نایافت ہے۔ چنانچہ پہلے گروہ کی نگاہ و بصیرت کو دوسرے گروہ کی حالت کی معرفت میں اندھے پن کے سوا کچھ حاصل نہیں اور دوسرے گروہ کو اس بلند گروہ کی حالت کی معرفت میں جہل اور اندھے پن کے سوا کچھ نصیب نہیں ہے۔

اے باخبر سالک! ان پاکیزہ حالات اور عجیب کمالات کا وصول ممکن کو واجب نہیں بنا ڈالتا اور واجب کو ممکن نہیں بنا سکتا۔ حق تعالیٰ حق تعالیٰ ہے اور بندہ بندہ ہے۔ غوث اعظمؒ نے فرمایا ہے: ''كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّهُ الشَّرِيعَةُ، فَهُوَ الْحَادٌ وَزَنْدِقَةٌ''

یعنی: ہر وہ حقیقت جس کو شریعت ردّ کردے اور الحاد اور زندقہ ہے۔

ممکن ز تنگنائے عدم تا کشید رخت
واجب بہ جلوہ گاہ عیان تانہادہ گام
در حیرتم کہ این ہمہ نقش و نگار چیست
بر لوح صورت آمدہ شہود خاص و عام
ہر یک نہفتہ لیک زمرآۃ آن دگر
بہ داشتہ ز جلوۂ احکام خویش کام
بادہ نہان و جام نہان آمدہ پدید
در جام عکس بادہ و در بادہ عکسِ جام
گوید آنکس درین مقام فضول
کہ تجلی نداند او ز حلول

ترجمہ: ممکن نے عدم کے کوچہ تک سفر کیا، واجب نے جلوہ گاہ عیاں تک قدم بڑھایا

- میں حیران ہوں کہ یہ سب نقش و نگار کیا ہیں؟ لوح صورت پر (ہر) خاص و عام ظاہر ہو گیا۔
- ہر ایک پوشیدہ ہے، لیکن اس دوسرے آئینہ کے ذریعے اس نے اپنے احکام کو جلوے سے پالیا۔

٭ پوشیدہ پیالہ اور چھپا ہوا جام ظاہر ہو گیا۔ جام میں پیالے کا عکس اور پیالے میں جام کا عکس (آ گیا)۔

٭ اس مقام میں وہ آدمی فضول کہتا ہے کہ وہ تجلی کو حلول سے نہیں سمجھتا۔

اس مرتبہ کا حصول قرب فرائض کا ثمرہ ہے۔

چوتھا گروہ جنہیں وصول، انتخاب، برگزیدگی، فضل اور قربت کے راستے ہوا ہے، ان کے احوال سے کیا کہوں اور کیا لکھوں؟ اس جگہ عبارتیں کم اور اشارے مٹ جاتے ہیں۔ اس مقام پر بیان عین اخفا (یعنی کامل پردہ) ہے اور وہاں علم عین جہل (یعنی مکمل نادانی) ہے۔ غوث اعظمؒ نے فرمایا: ''سَاَلْتُ عَنِ الرَّبِّ مَا عِلْمُ الْعِلْمِ؟ قَالَ الرَّبُّ جَهْلُ الْعِلْمِ.''(۲۵)

اے بھائی! جب عالم نہ رہا تو علم کہاں رہے گا۔ وہاں سب ''عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ''(۲۶) ہے۔ نظم:

قرب حق یا بندہ دور است از قیاس
بر قیاسِ خود منہ آنرا اساس
قرب نے بالا و پستی رفتن است
قرب حق از قید ہستی رفتن است
نحن اقرب گفت من حبل الورید
تو فگندی تیر فکرت را بعید
این معیت نا نباید عقل و ہوش
زین معیت دم مزن بنشین خموش

ترجمہ: قرب حق یا بندہ دور ہے قیاس سے، اپنے قیاس پر اس کی بنیاد مت رکھ۔

٭ قرب اوپر نیچے جانے کا نام نہیں ہے۔ قرب حق (اپنے) وجود کی قید سے رہا ہونا (یعنی فنا فی اللہ) ہے۔

* (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ میں (تیری) شاہ رگ سے بھی قریب ہوں۔ تو نے اپنے فکر کے تیر کو دور پھینکا ہے۔
* یہ معیت (قرب) عقل و ہوش میں نہیں آتا، اس معیت (قرب) سے دم نہ مار، خاموش بیٹھ۔

حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا: ''مَنْ اَرَادَ اَنْ یُّبَیِّنَ الْحَالَ بِالْمَقَالِ، فَقَدْ کَفَرَ''۔ یعنی: جس شخص نے حال کو گفتگو کے ذریعے بیان کرنا چاہا، اس نے کفر کیا۔

اے بھائی! خواص اولیاء میں جو زیادہ خاص ہیں ان کا بھی اس مقام سے کوئی حصہ نہیں اور سوائے جہل اور اندھے پن کے کچھ نصیب نہیں، کیونکہ قرب و معیت کا یہ خاص مقام نبیوں اور رسولوں کا مرتبہ (خاص) ہے۔ سوائے بعض اولیاء کے جو حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تربیت سے واصل ہوتے ہیں، کیونکہ اولیاء کی نگاہ اس قرب و معیت کے انوار میں چندھیا جاتی ہے، جس طرح کہ ہماری نگاہ چمکتی ہوئی بجلی میں پوشیدہ ہو جاتی ہے۔

اے بھائی! اس بلند مرتبہ تک رسائی ازلی عنایات کے بغیر (ممکن) نہیں ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ [۲۷] (سورۃ المائدۃ، آیت ۵۴) وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ [۲۸] (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۰۵)۔ اس بلند مرتبہ کا حصول مذکورہ بالا دونوں قرب کے درمیان کا ثمرہ ہے، کیونکہ میانہ روی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور (دوسرے) انبیا و رسل (علیہم الصلوٰۃ والسّلام) کا خاصہ ہے۔ نیز بعض اولیاء کو بھی ان کی استعداد کے مطابق اس سے حصہ نصیب ہے۔

اے باخبر سالک! اس راستے کا ہادی، معلّم اور کمال تک پہنچانے والا صرف عشق ہی ہے۔ فَنَسْاَلُ اللّٰه کَمَاهُوَ عِشْقُهٗ وَمَحَبَّتَهٗ حَتّٰی رَزَقْنَا اللّٰهُ اِیَّانَا وَاِیَّاکُمْ عَجَائِبَ اَسْرَارِ وَغَرَائِبَ تَجَلِّیَاتِهٖ وَاَنْوَارِهٖ، فَلْنَخْتِمْ کَلَامَنَا بِکَلَامِ مَثْنوِیَ الْمَوْلَوِیَ الْمَعْنَوِیْ:

ترجمہ: پس ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے کمال عشق اور محبت کی

درخواست کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اسرار کے عجائبات اور اپنی ذات کی تجلیات اور انوار کے غرائب نصیب فرمائے۔ پس ہم اپنی بات کو مثنوی مولانا رومؒ کے اشعار پر ختم کرتے ہیں:

٭ شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیبِ جملہ علّت ہائے ما (۲۹)

٭ ملّتِ عاشق ز ملّت ہا جداست
عاشقان را مذہب و ملّت خداست (۳۰)

٭ آنکہ عاشق نیست او درآب در
صورتِ خود بیند اے صاحب نظر

٭ صورتِ عاشق چو فانی شد درو
پس در آب اکنون کرا بیند بگو

٭ عاشقان را شد مدرس حسن دوست
دفتر و درس و سبق شان روئے اوست (۳۱)

٭ آتشے از عشق در جان بر فروز
سر بسر فکر و عبارت را بسوز (۳۲)

٭ آن طرف کہ عشق می افزود درد
بو حنیفہؒ و شافعیؒ درسے نکرد (۳۳)

٭ عشق آن شعلہ است کو چون بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جمہ سوخت

٭ ماند الاّ اللہ باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت (۳۴)

٭ ور بگویم عقلہا را بر کند
ور نویسم بس قلمہا بشکند

❁ بعد ازین گر شرح گویم ابلہی است
زانکہ شرحِ این ورائے آگہی است (۳۵)
❁ در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام (۳۶)

ترجمہ: خوش رہ، ہمارے اچھے جنون والے عشق، اے ہماری تمام بیماریوں کے طبیب۔
❁ عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے، عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ (تعالیٰ) ہے۔
❁ جو عاشق نہیں ہے، وہ پانی میں اے صاحب نظر! اپنی صورت دیکھتا ہے۔
❁ عاشق کی صورت جب اس میں فانی ہوگئی تو بتا، وہ پانی میں کس کو دیکھتا ہے؟
❁ محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے، ان کی کتاب اور درس اور سبق اس کا چہرہ ہے۔
❁ عشق کی آگ، جان میں روشن کر (غور و) فکر اور عبارت کو بالکل جلا دے۔
❁ جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے، (امام) ابوحنیفہؒ اور (امام) شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا۔
❁ عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ روشن ہوگیا، جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے، وہ سب جل گیا۔
❁ الّا اللہ رہ گیا باقی سب فنا ہوگیا، اے عشق! شرکت کو جلانے والے زبردست تو خوش رہے۔
❁ اگر میں کہہ دوں تو عقلوں کو زائل کردے، اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے۔
❁ اس کے بعد اگر میں تشریح کردوں تو بیوقوفی ہے، اس لیے کہ اس کی تشریح عقل سے بالاتر ہے۔
❁ کوئی ناقص، کامل کا حال نہیں معلوم کرسکتا، پس بات مختصر چاہیے، والسلام۔

حقیقت فنا

جب سالک شغل میں خود کو فنا کر ڈالتا ہے اور اپنی فنا کے علم کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے وجود اور اس کے علم کا بالکل نشان نہیں رہتا تو اس طریقت کے صاحبان اس کو فنا کہتے ہیں۔ جب فنا کا علم بھی بالکل یوں چلا جائے کہ علم کا بھی کچھ علم نہ رہے، اس کو فنائے فنا اور فنائے اتم کہتے ہیں۔

میرے نزدیک یہ ہے کہ جب ذکر کی کثرت سے یہ حالت اس آدمی پر ظاہر ہوتی ہے اور اس فنا کا خیال ہمیشہ ملحوظ رہتا ہے تو اسے (ایسا) ملکہ حاصل ہو جاتا ہے جس سے ہوش و گوش اور عقل و فہم کا وجود اس آدمی پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ میں اپنی نسبت کے لحاظ سے بالکل فانی ہوں اور مجھے ہرگز بقا حاصل نہیں۔ یہ علم یقین بن جاتا ہے اور زائل نہیں ہوتا، کیونکہ کہ کوئی حرکت و سکون خود سے اور غیر خود سے نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ (کی طرف) سے ہوتا ہے۔ پس (اس وقت) اس آدمی کو فنائے اتم مل جاتی ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالْفَنَاء:

یعنی: جس نے اپنے نفس کو فنا کے ذریعے پہنچانا۔

جب اس نے خود کو سب مخلوقات کے ساتھ عدم محض دیکھا اور فنائے مطلق کو پہچانا اور اپنی حقیقت کا درجہ کلی طور پر سمجھ لیا، اپنے علم سے نہیں، بلکہ اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کی تعلیم سے تو وہ کامل فنا ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے وجود موہوب (عطا شدہ جسم) کو مکمل طور پر حق کی (صفت) قیومیت کے ساتھ قائم سمجھا کہ ہر آن قائم مطلق اور موجود برحق (تبارک و تعالیٰ) میرے وجود کو قائم رکھتا ہے اور ہمیشہ (میرے) وجود کو مدد اس طرف (سے ملتی ہے)، جس طرح کہ چراغ کی بتی کو تازہ تیل سے مدد ملتی ہے اور وہ اس کے ساتھ قائم رہتا ہے، اسی طرح میں اور ساری مخلوقات قائم ہیں۔

پھر اس مقام میں غیر حق سے ہر طرح کی امید و خوف ختم ہو جاتا ہے اور اس آدمی پر فنا و بقا کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ پھر ہر حالت میں فنا و بقا ایک ذات واحد میں کمال کے

مرتبہ میں پہنچ جاتی ہے۔ پھر ہر ساعت کہ جس میں فنا ہوتی ہے، اس کے ساتھ بقا بھی ہوتی ہے۔ مقام فنا فی اللہ اور مقام بقا باللہ اسی جگہ انتہا کو پہنچتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَتَابِعِیْہٖ۔ یعنی: رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر، آپؐ کی آل (اطہارؓ)، اصحاب (کرامؓ) اور تابعین (عظامؒ) پر سلام ہو۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات اس حیثیت سے کہ وہ اسما وصفات اور نسبت واعتبارات سے مجرّد ہے، کسی آدمی کے ادراک، فہم، مشاہدہ اور علم میں نہیں آسکتی، اور کسی حکم کے محکوم علیہ (تابع فرمان) نہیں بن سکتی، لیکن، اعتبارات تجلیات اور بشری طاقت واستعداد کے مطابق علم ومشاہدہ میں آسکتی ہے اور اس بلند حقیقت نے اوّل علمی طور پر ایک مکمل شان جو تمام شیون الٰہیہ، کونیہ ازلیہ اور ابدیہ کی جامع ہے، کے ساتھ تجلی فرمائی، اس انداز سے کہ اپنی ذات (اقدس) کو تمام حقائق ونسب، اعتبارات اور اسما وصفات کا جامع، خواہ ثبوت نسب ہو، یا نسب سے تجرد ہو، بلکہ تجرد سے مجرّد پایا، لیکن کلی اور اجمالی طور پر شیون کے ایک دوسرے کے امتیاز واعتبار کے بغیر پایا۔

حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم

ذات کی اسی صورت معلومہ کو حقیقت محمدی علیٰ مظہر الصلوٰۃ والتسلیمات، برزخ کبریٰ اور مرتبہ ''قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی''[۳۷] (سورۃ النجم، آیت ۹) کہتے ہیں اور اگر اس کے ساتھ عدم اعتبارات کا ملاحظہ کریں تو اسے احدیت کہتے ہیں۔ اور اگر اثبات اعتبارات کا ملاحظہ کریں تو واحدیت کہتے ہیں اور اس کی صلاحیت کے ساتھ دونوں مذکورہ اعتبارات کو حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہتے ہیں۔

پس تمام اسمائے متقابلہ ہادی ومضل (ہدایت بخشنے والا اور گمراہ کرنے والا)، معطی ومانع (عطا فرمانے والا اور روکنے والا)، معزّ ومذلّ (عزت بخشنے والا اور رسوا کرنے ولا)، باسط وقابض (کشادگی دینے والا اور تنگی دینے والا)، رافع وخافض (بلند کرنے والا اور پست کرنے والا) اور اسمائے غیر متقابلہ اور سب مختلف حقائق اور عرش سے فرش تک کے

سارے متعدد انسانوں، علوی فرشتوں اور جنوں، سبھی کا ظہور اسی حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے پیدا ہونے والا ہے اور رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد (مبارک) ہے:

''اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ثُمَّ خَلَقَ اللّٰهُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ.''(۳۸)

یعنی: سب سے اوّل چیز جو اللہ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔ بعد ازاں اللہ نے پیدا فرمایا جو کچھ پیدا فرمایا۔

نیز آپ کا ارشاد مبارک ہے:

''لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ.''(۳۹)

یعنی: (اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

اور زمزمۂ (حق):

''لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ.''(۴۰)

یعنی: (اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

(نیز) ندائے (حق):

یا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)! آپ میرے عشق ہیں اور میں آپ کا عشق ہوں۔

ستر ہزار سال سے اسی پر (دلالت کرتے) ہیں۔ اسی طرح جو کچھ ہے اور جسے ہستی کا نام دیا گیا ہے، سب اسی بلند حقیقت سے ظاہر (ہوئے) ہیں۔ پس ظہورِ ذات صفات کے پردے میں ہے اور صفات کا صفات کا ظہور اسماء کے پردے میں اور اسماء کا ظہور مظاہر کے پردے میں ہے۔ جو کچھ جہان میں موجود ہے، وہ حسنِ ذاتی، قبح اعتباری اور اضافی رکھتا ہے۔ جس طرح کہ زہر میں اس کا اثر ایک مکمل اچھی صفت ہے، جسے اہلِ زہر جانتے ہیں اور اس کے ہلاک کرنے کی نسبت کو (اہلِ زہر کے علاوہ) دوسرے لوگ قبیح (بُرا) سمجھتے ہیں۔ جس طرح تلوار کی دھار کی تیزی بذاتِ خود ایک اچھی صفت ہے، اگر برمحل (استعمال) کی

جائے اور اگر اس کا استعمال بے موقع ہو تو اسے برا سمجھتے ہیں۔ پس جو چیز بھی محلِ خلق میں آتی ہے، اس مناسبت سے کہ حق تعالیٰ نے (اسے) پیدا کیا ہے، اس میں عجیب حکمتیں اور غریب کمالات ہیں (آیت کریمہ): رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً[41] (سورۃ آلِ عمران، آیت ۱۹۱) اس کی خبر دیتی ہے، کیونکہ حکیم، باطل (چیز) کے بنانے کا ارادہ نہیں کرتا۔

برگِ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتری ست معرفتِ کردگار

یعنی: سبز درختوں کا (ہر) پتہ سمجھ دار کی نظر میں (ان کے) پیدا کرنے والے کی معرفت کے دفتر کا ایک ورق ہے۔

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں:

پیرِ ما گفت خطا در قلم صنع نرفت
آفرین بر نظر پاک خطا پوشش باد

یعنی: میرے مرشد نے فرمایا: بنانے والے قلم سے غلطی نہیں ہوئی۔ اس کی خطا پر پردہ ڈالنے والی پاکیزہ نگاہ پر آفرین ہو۔

جب تو نے ''وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ''[42] (سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۴۴) کا راز سمجھ لیا تو پھر تو نے آفتاب عالمتاب کے انوار کو معمولی ذرہ اور بحر ذخار کے اسرار کو بے مقدار قطرہ میں پایا۔ (اس طرح سالک) جس (چیز) میں نگاہ کرتا ہے، خدا کو دیکھتا ہے۔ اللہ کے راستے میں مرد (کامل) کا یہی کمال ہے۔ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''مَارَاَیْتَ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰهِ فِیْهِ. ''

یعنی: میں نے جس چیز کو بھی دیکھا، اس میں اللہ کو دیکھا۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ مروی ہے:

''مَارَاَیْتَ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰهِ. ''

یعنی: میں نے جس کو بھی دیکھا، اللہ ہی کو دیکھا۔

پس حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مخلوقات علوی، سفلی، علمی اور عینی کی جامع ہے اور اسمائے متقابلہ کے مقتضیات کے اعتبار سے مختلف مظاہر اور گونا گوں تجلیات کے محل ظاہر ہوتے ہیں:

زحق با ہر یکے حظے و قسمے است
معاد و مبدأ ہر یک ز اسمے است
بدان اسم اند موجودات قائم
وزان ہم اند در تسبیح دائم
بمبدأ ہر یکے را مصدرے شد
بوقتِ باز گشتن چون درے شد
ازان در کامد اوّل ہم بدرشد
اگرچہ در معاش او دربدر شد

ترجمہ: حق تعالیٰ سے ہر ایک کو ایک حصہ اور قسمت نصیب ہے۔ معاد (آخرت) اور مبدا (آغاز) ہر ایک کا ایک (اپنا) نام ہے۔

- اس نام سے موجودات قائم ہیں اور اسی سے (اللہ تعالیٰ کی) ہمیشہ پاکی (تسبیح) بیان کررہے ہیں۔
- مبدا (آغاز) میں ہر ایک کے لیے باہر نکلنے کی ایک جگہ مقرر ہے، جیسا کہ واپسی کے وقت (ہر ایک کے لیے) ایک در ہے۔
- جس دروازے سے اوّل اندر آیا، اسی سے باہر گیا، اگرچہ معاش (زندگی گزارنے کے لیے) وہ دربدر ہوا۔

تجلیاتِ الٰہی کی اقسام

حق سبحانہٗ (تعالیٰ) کی تجلیات کی دو اقسام ہیں: جلالی اور جمالی۔ جلالی جیسے: روکنا، کفر، شرک، گمراہ کرنا، مطلق ہلاک کرنا، حق کا چھپانا، سیدھے راستے سے ٹیڑھے کی طرف

موڑنا، صراطِ مستقیم سے انحراف۔ شارع نے ان کاموں کو شیطان کی طرف منسوب فرمایا ہے اوران چیزوں کا مظہر کامل اور جلوہ گاہ اکمل ابلیس اور اس کے مددگار اور تابع ہیں۔ ان امور میں سے جو بھی پایا جائے، اس کی صفت کو شیطان سے جوڑتے ہیں۔

حدیث: ''اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَۃٍ''[۴۴] اس کی خبر دیتی ہے کہ جو کچھ نورانی ہے، جیسے ایجاد و اظہار، لطف و رحمت، علم یقین، احوال و مقامات، اور معارف واخلاق پسندیدہ یہ سب جمالی ورحمانی (صفات) ہیں اور جن (چیزوں کا تعلق) تاریکی سے ہے، مثلاً: نیست و نابود کرنا اور ختم کرنا، قہر وجلال، جہل وگمان، خطاو نسیان، رسوم وعادات اور سب ناپسندیدہ اخلاق، یہ جلالی اور شیطانی ہیں۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

مکتوب نمبر-۱

بنام شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

ترجمہ: سب تعریفیں سارے جہانوں کے پروردگار کے لیے ہیں اور درود وسلام ہو اُس کے رسول حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی سب آل (اطہارؓ) پر۔

اَمَّا بَعْدُ، زخمی دل درویش عبدالرحیم کی طرف فضائل ودرجات کے حامل، صاحب کمالات، مرکز ولایت کے پانے والے، ارشاد وہدایت کے خزانہ، میرے بھائی میرے عزیز شیخ محمد زاد اللہ العزت والجد (اللہ تعالیٰ ان کی عزت ومرتبہ میں اضافہ فرمائے) کی خدمت میں محبت بھرے سلام کے پیش کرنے کے بعد یہ واضح ہو:

درد و غم و عشق بوالہوس را ندہند
ماوائے سمندرے مگس را ندہند
ہم مورچہ را ملک سلیمان ندہند
عز و شرف شاہ عسس را ندہند

یعنی: بوالہوس کو عشق کا درد وغم نہیں دیتے، سمندر کی پناہ گاہ مکھی کو نہیں دیتے۔

نیز چیونٹی کو (حضرت) سلیمان (علیہ السّلام) کی بادشاہت نہیں

دیتے (اور) بادشاہ کی عزت و شرف چوکیدار کو نہیں دیتے۔

حق کے طالب ایسی شخصیت کے حامل ہیں کہ جو دونوں جہاں کے سامنے سر نہیں جھکاتے:

''اَلْجَنَّةُ سِجْنُ الْعَارِفِیْنَ اَیْ بِدُوْنِ وِصَالِهٖ كَمَا اِنَّ الدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ بِدُوْنِ مَعْرِفَةِ كَمَالِهٖ''(۴۴)

یعنی: جنت عارفوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے وصال کے بغیر قید خانہ ہے، جیسا کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے کمال کی معرفت کے بغیر مومن کے لیے قید خانہ ہے۔

اگر جنت میں محبوب کے دیدار کا وعدہ نہ ہوتا تو کبھی کوئی آدمی ان کی زبان سے (اس کا) تذکرہ نہ سنتا۔ جہنم چونکہ جمال کی ایک حالت ہے، اس وجہ سے وہ قہر و جلال کی جگہ ہے۔ اسی سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا: ''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ''(۴۵) کا راز ظاہر ہوتا ہے اور اس کی التجا کرنے والے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا اور اس کی درخواست نہ کرنے والے سے (اس کی) ناراضگی کی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔

عارفوں کے بادشاہ اور عاشقوں کے امام (حضرت) بایزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِیْ سے منقول ہے کہ اگر ان کی زبان پر دنیا کا ذکر آتا تو وہ وضو کرتے تھے اور اگر بہشت اور آخرت کی نعمتوں کا ذکر آتا تو غسل کرتے تھے۔ (یہ) اس وجہ سے (تھا) کہ دنیا حدث ہے (لہٰذا) اس کے ذکر پر وضو کرنا بہتر ہے اور آخرت شہوت (آرزوؤں) کے پورا کرنے کی جگہ ہے، (لہٰذا) اس کے ذکر پر غسل کرنا مناسب ہے۔ یہ (عمل) طالبین کے ارشاد اور سالکین کی مدد کے لیے ہے، تاکہ وہ ہوشیار رہیں اور دنیا و آخرت کو ان کی حیثیت کے لحاظ سے اپنا مطلوب و محبوب نہ بنا بیٹھیں اور ان کا خیال دل میں نہ لائیں اور ان کا ذکر زبان سے نہ کریں۔ اگر سہواً ذکر کر بیٹھیں تو توبہ اور استغفار میں جلدی کریں اور وضو و غسل کو توبہ و استغفار کے کمال کے لوازمات میں سے سمجھیں۔

اے بھائی! مردوں کا حال اور ہے اور ہیجڑوں اور عورتوں کی حالت الگ ہے۔
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (ارشاد) فرمایا:

''طَالِبُ الدُّنیَا مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْعُقْبٰی مُذَکَّرٌ.''

یعنی: دنیا کا طالب ہیجڑا ہے اور آخرت کا طالب مرد ہے۔

نیز آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (ارشاد) فرمایا:

''اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا وَکِلَاھُمَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ اللّٰہِ.''[۴۶]

یعنی: دنیا اہلِ آخرت پر حرام ہے اور آخرت اہلِ دنیا پر حرام ہے اور یہ دونوں اللہ والوں پر حرام ہیں۔

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار
فکر ہر کس بقدر ہمتِ اوست

یعنی: تو اور بہشت کے درخت اور ہم اور محبوب کا قد، ہر آدمی کی سوچ اس کی ہمت کے مطابق ہے۔

''قِیْمَۃُ الْمَرْءِ ھِمَّتُہٗ''۔ یعنی آدمی کی قیمت اس کی ہمت (کے مطابق ہوتی) ہے۔ جو کچھ تیرا مقصود ہے، وہی تیرا معبود ہے:

گر گل گذرد بخاطرت گل باشی
ور بلبل بیقرار بلبل باشی

یعنی: اگر تیرے دل میں پھول کا خیال گزرے تو تُو پھول (ہی) ہو گا اور بیقرار بلبل (کی یاد) میں تو بلبل (ہی) ہوگا۔

جانوروں کی مانند عام لوگوں کی سوچ سراسر کھال کی طرح (بیکار) ہے اور صالح و عابد لوگوں کی فکر سب اس (اللہ) سے ہے اور عاشقوں و عارفوں کا مطلوب سب وہی (اللہ) ہے:

نیست بر لوح دلم جز الف قامتِ یار
چکنم حرف دگر یاد نداد اوستادم

یعنی: میرے دل کی تختی پر محبوب کے قدِ الف کے سوا کچھ (بھی) نہیں ہے، کیا کروں میرے استاد نے کوئی اور حرف یاد نہیں کرایا۔

اَهْلُ الدُّنْيَا فِيْ نِيْرَانٍ مُّبِيْنٍ وَّاَهْلُ الْاٰخِرَةِ فِيْ خُسْرَانٍ مُّبِيْنٍ وَّاَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْعِرْفَانِ فِيْ شُهُوْدٍ وَّعَيَانٍ مُّبِيْنٍ لَوْلَا الْحُمَقَا لَخَرِبَتِ الدُّنْيَا.

یعنی: اہلِ دنیا واضح آگ میں ہیں اور اہلِ آخرت واضح نقصان میں ہیں۔ اہلِ محبت و عرفان (ہی) شہود اور واضح دیدار (حق تعالیٰ) میں ہیں اور اگر احمق لوگ نہ ہوتے تو یقیناً دنیا خراب ہو جاتی۔

منقول ہے کہ پسندیدہ کلام ہے: ''وَاَهْلُ الْجَنَّةِ اَبْلَهٌ.''

یعنی: اور اہل جنت نادان ہیں۔

ان کی نادانی کیا ہے؟ بے کار فانی اور ناکارہ دنیاوی چیزوں کے لیے ابدی (اور) ہمیشہ قائم رہنے والی جنت کی نعمتوں کو قربان کر دینا۔ ان کی حماقت کیا ہے؟ کم ہمتی کی وجہ سے حور و قصور کو اختیار کرنا اور غفلت اور بھول کی بنا پر باغ طلب کرنا اور حضرت حق (تعالیٰ) کے کمال و جمال کی طلب سے رک جانا:

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ وَتَفَكَّرُوْا يَا اُولِي الْاَفْكَارِ.

یعنی: پس اے اہلِ بصیرت! عبرت پکڑو اور اے اہلِ فکر! غور کرو۔

شعر:

فَسَوْفَ تَرٰى اِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ
اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ اَمْ حِمَارٌ

یعنی: تم جلد ہی دیکھ لوگے جب گرد بیٹھ جائے گی (کہ) تمہارے پاؤں کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا۔

بدانی چو روشن شود این غبار
کہ بر لاشہ یا بر اسپے سوار

یعنی: تو سمجھ جائے گا، جب غبار ہٹ جائے گا کہ تو ایک لاش پر یا

ایک گھوڑے پر سوار ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَقْطِعْ عَنِّیْ مَایَقْطَعُنِیْ عَنْکَ وَخَلِّصْنَا عَنِ الْمَلَاهِیْ وَاَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءَ کَمَا هِیَ.(۴۷)

یعنی: اے اللہ! تو مجھ سے اسے دور کردے جو تجھ سے دوری اختیار کرے اور تو ہمیں لہو چیزوں سے چھٹکارا عطا کر اور تو ہمیں چیزوں کی حقیقت (اسی طرح) دکھادے، جس طرح وہ ہیں۔

پس ہم دل اور زبان کو دنیا کے ذکر سے روک لیں اور حقیقت کار (اصلی مقصد) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مقربین الٰہی اور درگاہ (رب) کے رازدان مقامات عالیہ کے طے کرنے میں بند نہیں رہتے اور مقامات (بلند) میں مقیم رہنے سے خوش نہیں رہتے اور سلوک اجمالی کو پسند نہیں کرتے، جب تک وہ نچلے مقام کا حق ادا نہیں کر پاتے، اس بلندتر مقام کی طرف عروج نہیں کرتے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مکتوب نمبر-۲

بنام شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ)

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ.

ترجمہ: سب تعریفیں سارے جہانوں کے پروردگار کے لیے ہیں اور درود وسلام ہو اُس کے رسول حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ کی سب آل (اطہارؓ) پر۔

اَمَّا بَعۡدُ، فقیر عبدالرحیم کی طرف سے اللہ کے عاشق اور اسرارِ درگاہ (رب) کے عارف میاں شیخ محمد سلمہٗ کی خدمت میں خیریت مطلوب سلام کے بعد واضح ہو کہ عمر عزیز کو پیارے اعمال میں صَرف کرنا چاہیے، تاکہ آخرت میں نقصان نہ ہو۔ اگرچہ تمام اعمال میں نیکیاں بھلی ہیں لیکن "حَسَنَاتُ الۡاَبۡرَارِ سَیِّئَاتُ الۡمُقَرَّبِیۡنَ"[۴۸] کے حکم کی رُو سے (ایک) اور درجہ بھی ہے۔ لَایَعۡرِفُہٗ اِلَّا الۡعَارِفُوۡنَ وَالۡعَاشِقُوۡنَ وَلَمۡ یَعۡرِفُہُ الۡعُلَمَاءُ الۡکَامِلُوۡنَ.[۴۹]

یعنی: جس کو عارفوں اور عاشقوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور جسے کامل علماء کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔

سلطان العارفین (حضرت) بایزید بسطامی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:

"تَوۡبَۃُ النَّاسِ عَنِ الذُّنُوۡبِ وَتَوۡبَتِیۡ عَنۡ قَوۡلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ."

یعنی: لوگوں کی توبہ گناہوں سے ہے اور میری توبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ

کہنے سے ہے۔

حضرت (محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ارشاد) فرمایا:

''اَفْضَلُ مَاقُلْتَ اَنَاوَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.''

یعنی: جو کچھ میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہا ہے، اس میں (سب سے) افضل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ (حضرت) بایزید قُدِّسَ سِرُّهٗ نے مخالفت کی ہے۔ کیونکہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا بھی زبان سے ہے، نہ کہ دل سے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا اور (چیز) ہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (کو) سمجھنا اور ہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (کے مطابق) ہو جانا اور (بات) ہے۔

پس سلطان العارفین (بایزیدؒ) کی توبہ عوام کے درجہ (کے لحاظ) سے وہ ہے جو پہلا درجہ ہے۔ سو سمجھو کہ یہ حالت اثبات کے شروع جیسی ہے۔

''اَلْعِشْقُ نَارٌ فِی الْقُلُوْبِ، يُحْرِقُ مَاسِوَى الْمَحْبُوْبِ وَالْمُحْدِثِيْنَ اِذَا قَوَّرْنَ بِالْقَدِيْمِ لَمْ يَبْقِ''[۵۰] کی رُو سے یوں جلنا چاہیے کہ عاشق سوختہ (پختہ) ہو جائے اور جب عاشق سوختہ (پختہ) ہو جائے تو بعض میں مظہر عشق رہتا ہے اور بعض میں معشوق۔

مَارَاَيْتَ شَيْئًا اِلَّا وَرَاَيْتُ اللّٰهِ.

یعنی: میں نے جس کو بھی دیکھا، اللہ ہی کو دیکھا۔

یہ پہلی حالت کی خبر دیتا ہے:

چون از تو بجز عشق نجویم بجہان
خواہی تو وصال چو و خواہی ہجران
ہجران و وصال تو مرا شد یکسان
بے عشق تو بودنم ندارد سامان

ترجمہ: جب میں دینا میں تیرے عشق کے سوا کچھ نہیں تلاش کرتا، میں تیرے وصال کو ایسے ہی چاہتا ہوں جیسے ہجر کو۔

۞ تیرا ہجر و وصال میرے لیے برابر ہو گیا ہے، تیرے عشق کے بغیر میرا ہونا کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔

یہ دوسری حالت پر مبنی ہے۔ استعداد کے اختلاف کے مطابق حالات میں بھی اختلاف ہے۔

درس و تدریس بے حضوری کے بغیر صرف زبانی عمل اور وقت کا ضیاع ہے۔ جو کچھ سینہ میں ہے وہ (صرف) ایک درس نہیں، لیکن (اس میں بھی) علیحدگی نہیں ہونی چاہیے۔ قربت اور پھر جمعیت ہونی چاہیے۔ شہود اور حضوری کے دوام (ہمیشگی) کو نصب العین بنائیں، (پھر) جس کام میں بھی مشغول ہوں وہ عین وصل ہے اور اگر شہود اور حضوری کے بغیر نماز و تلاوت ہی میں مصروف رہیں تو (یہ) عین وبال ہے:

سر رشتہ دولت اے برادر بکف آر
این عمر گرامی بخسارت مگذار
دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار
میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

ترجمہ: اے بھائی! دولت کی رسّی ہاتھ میں پکڑ (اور) عمر عزیز کو نقصان میں مت گزار۔

۞ ہمیشہ ہر جگہ، ہر کسی کے ساتھ، ہر کام میں آنکھیں بند کر کے تو دل کو محبوب کی طرف (متوجہ) رکھ۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ. (سورۃ الانعام، آیت ۹۱)

یعنی: آپ کہیں اللہ اور پھر انہیں چھوڑ دیں۔

اللہ اللہ! میاں محمد معظم کو یہ جان لینا چاہیے کہ غفلت خواہ ایک لحظہ کی ہو وہ کفر ہے۔ مسلمان (بن کر) زندہ رہنا چاہیے۔ اللہ کی یاد کے بغیر زندہ رہنا، مردہ ہونے کے برابر ہے، بلکہ مردہ ہونے سے بھی بدتر ہے۔ میاں دلدار بیگ کے لیے کیا لکھوں؟ جو خود دانا اور عقلمند ہیں، جو کچھ احسن و اہم ہو، (اس میں) مشغول رہیں۔

.. علاوہ ازیں آپ نے لکھا تھا کہ کوئی کتاب لکھوں۔ میرے مخدوم! چونکہ فرصت کم

ہے، (لہذا) لکھنے کا موق نہیں ملتا۔ اس کے باوجود جو کچھ آپ لکھیں گے، اس کے حل، جواب اور شرح کے ضمن میں کچھ (ضرور) لکھا جائے گا اور بغیر سوال کے کچھ میسر نہیں آتا۔ (حضرت) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء کا علم میرے علم تک نہیں پہنچ سکتا اور میرا تمام علم صوفیہ کے اس مسئلہ تک نہیں پہنچ سکتا:

''اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ، فَعَلَیْکَ الْوَقْت.''

یعنی: وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے، پس تو وقت کی قدر کر۔

مکتوب نمبر-۳

بنام شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ)، شیخ معظم (رحمۃ اللہ علیہ) اور دلدار بیگ (رحمۃ اللہ علیہ)

مشیخت مآب، حقائق و معرفت کو پانے والے بھائی شیخ محمد، شیخ معظم اور دلدار بیگ زخمی دل درویش کی طرف سے خیریت مطلوب سلام کے بعد یہ واضح جانیں کہ وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔ پھر مجبوراً آگاہی دوام (ہمیشہ کی حضوری) کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ (یہ) سعادت عبادت میں ہے اور بدقسمتی فراغت میں ہے:

''اَلتَّصَوُّفُ کُلُّہٗ جِدٌّ لَایَخْتَلِطُ فِیْہِ ھَزْلٌ. کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْفِکْرِ مُتَوَاصِلُ الْحَزْنِ.''(۵۱)

یعنی: تصوف مکمل اصلاح ہے، اس میں (کوئی) بیکار بات شامل نہیں ہے۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ متفکر اور مسلسل غمگین رہتے تھے۔

جو شے حق (تعالیٰ) سے دور کرے تو اسے خود سے دور رکھ۔ مَاشَغَلَکَ عَنِ الْحَقِّ، فَھُوَ صَنَمُکَ وَدُنْیَاکَ:

یعنی: جو چیز تجھے حق سے ہٹائے، پس وہ تیرا بت ہے اور تیری دنیا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی: دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا۔ مال و اسباب اور اولاد و بیوی (دنیا) نہیں۔

کتاب کے مطالعہ اور علم کے مذاکرہ میں اتنا غلو نہ کریں کہ یہ ''اَلْعِلْمُ حِجَابُ

الْاَکْبَرُ ''(یعنی علم سب سے بڑا حجاب ہے) میں داخل ہو جائے، بلکہ یوں کرنا چاہیے کہ علم درحقیقت حجاب کے ہٹنے کا سبب بن جائے۔

علم حق در علم صوفی گم شود
این مثل کے باور مردم شود

یعنی: علم حق علم صوفی میں گم ہو جاتا ہے، اس مثال پر لوگوں کو کیسے یقین آئے؟

بزرگوں کا قول ہے: کُنْ طَالِبُ الْاِسْتِقَامَةِ وَلَاتَکُنْ طَالِبُ الْکِرَامَةِ.(۵۲)

یعنی: تو استقامت کا طالب بن اور کرامت کا طالب مت بن۔

(اپنے) عزیز اوقات کو غنیمت شمار کر اور اپنے سانسوں کو بے حضوری میں مت گزار۔ اللہ کا ہو کر رہ اور اس کے بغیر مت رہ۔ کیفیت (حال) کی زیادتی اور نسبت کی کمی (نیستی) کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

تو ز خود گم شو کہ توحید این بود
گم شدن گم کن کہ تفرید این بود

یعنی: تو اپنے آپ سے گم ہو جا کہ توحید یہی ہے۔ گم ہونے کو (بھی) بھلا دے کہ تفرید (سب سے الگ ہونا) یہی ہے۔

سَأَلَ الْغَوْثُ الْاَعْظَمُ عَنِ الرَّبِّ عَنْ عِلْمٍ، فَاَجَابَ اللّٰہِ تَعَالٰی جِھْلُ الْعِلْمِ.(۵۳) فَافْھِمَ:

یعنی: غوث اعظمؒ نے پروردگار (کی درگاہ میں) علم کے بارے میں سوال کیا (یعنی علم کیا ہے؟) تو اللہ تعالیٰ سے جواب پایا کہ علم کا جہل (علم) ہے۔

آیت کریمہ: ''فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ'' (سورۃ ھود،۱۱۲) کی رُو سے یوں رہ کہ خود کو اور دوسروں کو بھی غفلت سے باہر نکال۔

اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ وَلَیْسَ فِی الْوَجُوْدِ سِوَی اللّٰہ.

یعنی: اللہ، اللہ ہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔

ع۔ قلم اینجا رسید سر بشکست

یعنی: قلم یہاں پہنچا تو اس کا سر ٹوٹ گیا۔

مکتوب نمبر-۴

(مکتوب علیہ کا نام درج نہیں)

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا۔

ترجمہ: حمد کرتے ہوئے اور درود و سلام پڑھتے ہوئے۔

اَمَّا بَعْدُ، احقر العباد عبدالرحیم کی طرف سے خیریت مطلوب محبت بھرے سلام کے بعد یہ واضح ہو کہ اے بھائی! عاشق کا کام دائی سوز اور کامل ساز (ذکر محبوب) ہے۔ معشوق کا شیوہ جلوہ اور ناز ہے اور عاشق کا طرز (عمل) ہمیشہ عجز و نیاز ہے:

ز دردِ دین ہمہ پیران رہ را
محاسن ھا بخون دل خضاب است
ہمہ مردان درین رہ زین مصیبت
جگرھا تشنہ و دلہا کباب است

ترجمہ: دین کے درد (کی وجہ) سے راستے کے تمام بوڑھوں کی داڑھیاں خون دل سے خضاب زدہ ہیں۔

☆ تمام مردوں کے اس راستے میں اس مصیبت (کی وجہ) سے جگر پیاسے ہیں اور دل کباب ہیں۔

عاشقوں کا فرض دائم متوجہ رہنا ہے اور جس چیز سے حضرت (باری تعالیٰ) نے منع فرمایا ہے، وہ ان پر حرام ہے:

ع۔ کُلُّ نَوْمٍ عَلٰی الْمُحِبِّ حَرَامٌ

یعنی: عاشق پر ہر نیند حرام ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (ارشاد) فرمایا: ''مَاشَغَلَکَ عَنِ الْحَقِّ، فَھُوَ

دُنیَاکَ وَصَنَمُکَ.''

یعنی: جو چیز تجھے حق (تعالیٰ) سے باز رکھے، وہ تیری دنیا اور تیرا بُت ہے۔

اس لااُبالی، یعنی عارف (باللہ حضرت) شبلی (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا گیا: ''مَاصِفَةُ العَارِفْ؟ قَالَ: صَمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ.''

یعنی: عارف کی تعریف کیا ہے؟ (انہوں نے فرمایا): ''وہ بہرا، گونگا اور اندھا ہوتا ہے۔''

(یہ) قول اس کی تائید کرتا ہے:

''حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ.''(۵۴)

یعنی: کسی چیز سے تیری محبت (تجھے) اندھا اور بہرا بنا ڈالتی ہے۔

اے بھائی! تو نے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کو سمجھ لیا اور کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ(۵۵) (سورۃ القصص، آیت ۸۸) کو جان لیا ہے اور مَارَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰهِ فِیْهِ(۵۶) سے آگاہ ہو گیا۔ پھر جس طرف بھی رُخ کرے گا تو حق کی جانب ہی رُخ کیا ہوگا، جو کچھ دیکھے گا، حق ہی دیکھا ہوگا، جو کچھ سنے گا، حق ہی سنا ہوگا۔

این است کمال مرد در رہ خدا
در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

یعنی: خدا کے راستے میں مرد کا کمال یہ ہے (کہ) جس چیز میں (بھی) نگاہ کرے (اس میں) خدا کو پاتا ہے۔

اے بھائی! زہد و تقویٰ بلند مرتبہ ہے، لیکن عشق ایک دوسرا مرتبہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ(۵۷) (سورۃ النسا، ۱۳۶) میں ایک رمز ہے اور صحابی (رضی اللہ عنہ) کے قول: ''نُؤْمِنُ سَاعَةً''(۵۸) میں ایک راز ہے، جسے اہلِ ظاہر کیا جانیں؟

ہر کہ او چون یوسفؑ گم کرد نیست

گرچہ ایمان آورد آورد نیست

یعنی: جس نے (ابھی تک) یوسفؑ کو گم نہیں کیا، خواہ وہ ایمان لایا،
(درحقیقت ابھی) وہ ایماندار نہیں بنا۔

نہ کہ جس نے دل سے کہا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ، وہ ایمان حقیقی کے شرف سے مشرف ہو گیا۔ ہائے افسوس! ان دونوں کے درمیان بڑا فاصلہ ہے۔ حق سبحانہٗ (تعالیٰ) کا فرمان: ''وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ''(۵۹) (سورۃ یوسف، آیت ۱۰۶) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ''اَهْلُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ كَثِيْرُوْنَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ قَلِيْلُوْنَ''(۶۰) ایک ایسی رمز پر دلالت کرتے ہیں جسے اہلِ دل جانتے ہیں، نہ کہ آب وگل کے قیدی:

چون نیستی تو شد محقق
خیزد ہمہ نعرۂ اناالحق
اینجاست نہایت طریقت
این است خلاصۂ حقیقت

ترجمہ: جب تیری فنا ثابت ہوگئی تو پھر ہر وقت ''اناالحق'' کا نعرہ بلند ہونے لگے گا۔
۞ اس مقام پر طریقت کی انتہا ہے اور یہی حقیقت کا نچوڑ ہے۔

اس مرتبہ کمال کے واصلین ایک لحظہ بھی غافل نہیں ہوتے، وہ ہر سانس کو آخری سانس شمار کرتے ہیں اور اپنی حالت کو موت کی حالت تصور کرتے ہیں۔ مجاہدہ کرنے والوں نے جب تکلیف سے رہائی پائی ہے تو وہ مشاہدہ کے حامل ہو گئے ہیں۔ (اب) جو کچھ کرتے ہیں اُلفت کے ساتھ کرتے ہیں۔

(مروی ہے): قَامَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ.(۶۱)

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اتنا لمبا) قیام فرماتے، یہاں تک کہ آپؐ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

صحابہ (کرامؓ) نے عرض کیا کہ (یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ کی شان میں:
''لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ'' (سورۃ الفتح، آیت ۲) آیا ہے۔
(پھر) آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:
''اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا''۔(۶۲)

یعنی: کیا میں (اللہ کا) شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

(یادِ الٰہی) خواب و بیداری میں یکساں کرنی چاہیے، تاکہ حیاتِ قلب کا مرتبہ نصیب ہو جائے۔

نہ پنداری کہ مہرت ز دل عاشق رود ہرگز
چون میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

یعنی: خیال نہ کر کہ تیری محبت عاشق کے دل سے ختم ہو جائے گی، وہ (بیچارا) جب مرے گا تو (تیری محبت میں) مبتلا (ہو کر) مرے گا اور جب (قیامت کو) اٹھے گا تو (تیری محبت میں) گرفتار (ہی) اٹھے گا۔

میر بھولا نے سلوک کی کیفیت اور (اس کے مطابق) رہنے کا پوچھا تھا۔ میں نے کہا: رہنے کا حق (یہ ہے) کہ تو لوگوں میں (یوں) رہ، جیسے تو اُن میں سے ایک ہے(۶۳) اور سلوک کی کیفیت (یہ ہے):

''رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔'' (سورۃ النور، آیت ۳۷)

یعنی: وہ لوگ جنہیں غافل نہیں کرتی کوئی تجارت، نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔

انہوں نے استعداد کی زیادتی کا اظہار کیا اور تجرید کی اجازت طلب کی۔ میں نے کہا کہ ہم ایک بات کرتے ہیں اور یہ تمہارا اختیار ہے، یہ مصلحت کا کام نہیں ہے۔

ع رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار؟

یعنی: جہان جلا ڈالنے والے رند کو مصلحت بینی سے کیا کام؟

سب کا اختیار ہے (لیکن) ہوس الگ (چیز) ہے اور عاشقی اور (شے) ہے۔ خبردار!

خبردار! اے آب وخاک کی پیداوار:

سبحان خالقے کہ صفاتش ز کبریا
برخاک عجز می فگند عقلِ انبیا
گر صد ہزار سال ہمہ کائنات خلق
فکرے کنند در صفت عزت خدا
آخر بعجز معترف آیند کالے اِلٰہ
دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

ترجمہ: وہ خالق پاک ہے کہ جس کی صفات کبریائی کی بدولت انبیا (عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کی عقل کو بھی عجز کی خاک پر ڈالتی ہیں۔

۞ اگر حضرت باری تعالیٰ کی صفت پاک کے بارے میں ساری کائنات کی مخلوق لاکھوں برس غور کرتی رہے۔

تو آخر کار وہ (سب) اعتراف کریں گے کہ اے خدا! معلوم ہوا ہے کہ ہم (تیری صفت سے) کچھ بھی نہیں سمجھ پائے۔

مکتوب نمبر-۵

بنام میاں شیخ (رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلَی الْمَظْھَرِ الْاَتَمِّ وَالْاَکْمَلِ مَجْلاءَ الْاَحْسَنِ وَالْاَجْمَلِ مُحَمَّدِنِ الْاَوْصَلِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الْاَکْمَلِ.

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور درود ہو کامل اور مکمل مظہر حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر۔

اَمَّا بَعْدُ، زخمی دل درویش عبدالرحیم کی طرف سے کمالاؔت کے فرزند، ولایت مآب کے کسب کرنے والے، فروع اور اصول کے عالم، ایصال اور وصول کے طریقہ کے ماہر، یعنی برادرم میاں شیخ محمد خیریت مطلوب سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔

اے بھائی! اہلِ دل کے قلب کی توجہ کے تیر کا ہدف توحید ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اَلْاِخْلَاصُ فِی التَّوْحِیْدِ ھُوَسَلْبُ الصِّفَاتِ وَاِسْقَاطُ النَّسَبِ وَالْاِضَافَاتِ.''

یعنی: توحید میں اخلاص کا نام صفتوں کی نفی اور نسب اور اضافتوں کو ختم کرنا ہے۔

نفی کے بعد اسم ذات کے اثبات کا یہی نکتہ ہے۔ عمر کو صرف کرنا چاہیے اور پوری سعی کرنی چاہیے اور ہر معلوم اور موہوم کی نفی کرنی چاہیے اور مجہول کا اثبات کرنا چاہیے، کیونکہ مقربین کا یہی کام ہے: ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ.''(۶۴)

سیر آفاقی و انفسی مبتدیوں کا شیوہ ہے اور عالی ہمت متوسطین کے لیے ان دونوں (مراتب) سے گزر جانا واجب ہے۔

سیر و سفر ایک دوسرا ساتھی ہے اور جو دوست آغوش میں ہے وہ اور ہے:

''اَنَامَنْ اَھْویٰ وَمَنْ اَھْویٰ اَنَا؟''

یعنی: میں وہ ہوں جو سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں اور کون ہے جو مجھ سے محبت کرے؟

اہلِ طریقت کے لیے ضروری ہے کہ ہر نفی میں اثبات کریں اور ہر اثبات میں نفی کریں۔ خواہ نفی و اثبات (سے)، خواہ اثبات سے، خواہ مراقبہ سے۔ تم پر لازم ہے۔ تمہارے لیے ضروری ہے۔ والسلام۔

جو کچھ لکھا گیا ہے، اسے مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ (یہ اس) وصیت کی تکمیل کا وقت ہے کہ یا دوست رہو یا دوست کا ساتھ رہو اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے، وہ ٹھیک نہیں، وہ اچھا نہیں ہے۔ جو آدمی دوام حضوری کے لیے کوشاں ہو اور عدم محض کی جانب متوجہ ہو، وہی بھلا ہے۔ وَالسَّلَامُ وَالْاِکْرَام.

مکتوب نمبر-۶

بنام شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ) اور دلدار بیگ (رحمۃ اللہ علیہ)

زخمی دل درویش عبدالرحیم کی طرف سے برادرم شیخ محمد اور دلدار بیگ کو سلام کے بعد معلوم ہو کہ ''قُلِ اللّٰهُ وَذَرْ مَاسِوَى اللّٰه.''(۶۵)

یعنی: کہیں اللہ اور اس کے علاوہ سب کو چھوڑ دیں۔

دوام حضوری کے لیے پوری کوشش کریں اور زندگی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے اور ''خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ''(۶۶) کے تحت خلق خدا کو نفع پہنچانا چاہیے۔ آگاہ رہیں، آگاہ رہیں، آگاہ رہیں۔

مکتوب نمبر-۷

بنام ام عبید اللہ (رحمۃ اللہ علیہا)

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا۔

ترجمہ: حمد کرتے ہوئے اور درود وسلام پڑھتے ہوئے۔

اَمَّا بَعْدُ، طریقت کی سالکہ، حقیقت کی طالبہ اور والی درگاہ، یعنی اُمِّ عُبَيْدِ اللّٰهِ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الذَّاكِرَاتِ الْوَاصِلَاتِ وَمِنَ الْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقَاتِ وَرَزَقَهَا اللّٰهُ الْفَنَآءِ وَالْبَقَآءِ (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں ذکر کرنے والیوں، واصلہ اور ڈرنے والیوں اور صادقہ میں سے بنائے اور انہیں فنا و بقا نصیب فرمائے) خیریت مطلوب سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں کہ ظاہری اشغال سے اس قدر مشغول نہ ہوں کہ باطنی احوال کی بلندی سے باز رہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ارشاد) فرمایا:

''مَنِ ابْتَلٰى بِالسَّفَرِ الظَّاهِرِ، فَقَدْ حَرَّمَ مِنَ السَّفَرِ الْبَاطِنِ.''

یعنی: جو ظاہری سفر میں مبتلا ہوا، وہ باطن کی مسافرت سے محروم رہا۔

دل بیدار حاصل کریں، اگر دو جہان کے تعلقات آپ پر آپڑے تو بھی آپ کے دل پر پردہ نہیں پڑے گا۔ صاحب طریقت وحقیقت حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند قُدِّسَ سِرُّہٗ آیت کریمہ: ''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ''[٦٧] (سورۃ النور، آیت ۳۷) کو اکثر اسی معنی کے راز پر حمل فرماتے تھے۔ خواہ تجارت وبیع کے عدم سے مراد ان دونوں سے (بالکل) الگ ہونا ہو۔ اَیْ لَایَشْغَلُوْنَ بِاَمْرٍ مِّنْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالْمَعَاشِ لِكَثْرَةِ اشْتِغَالِهِمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ.

یعنی: وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنے کی وجہ سے

دنیاوی کاموں اور معاش میں مشغول نہیں ہوتے۔

(یہ حضرت) حسن (بصریؒ) نے فرمایا ہے۔

خوش قسمتی ذوالجمال (باری تعالیٰ) کے دائمی ذکر میں ہے اور وبال وسزا حضرت قہار ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) سے غافل رہنے میں ہے۔ دل کو قابو رکھیں (اور) اس سے کمال (درجے) کا تفکر۔ (پھر) جو کام بھی کرنا چاہیں کریں۔

از درون شو آشنا از برون بیگانہ باش
وانچنین زیبا روش کم مے بود اندر جہان

یعنی: اندر سے باخبر رہ اور باہر سے بیگانہ بن، اس طرح کی خوبصورت ادا دنیا میں کم ہی ہوتی ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (ارشاد) فرمایا: ''اَلصُّوفِیُّ هُوَ الْكَائِنُ الْبَائِنُ.''(۶۸)

یعنی: صوفی پوشیدہ اور ظاہر ہوتا ہے، یعنی ظاہر میں لوگوں کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہوتا ہے۔

زنانہ یا مردانہ پن ہونا خدا کے راستے میں کوئی دخل نہیں رکھتا۔ جو عورتیں اللہ تعالیٰ کا عشق رکھتی ہیں، وہ مرد ہیں اور جو مرد اللہ تعالیٰ کا عشق نہیں رکھتے، وہ عورتوں سے بدتر ہیں۔ مولیٰ کا طالب مذکر ہے، خواہ وہ کوئی ہو، آخرت کا طالب ہیجڑا ہے، خواہ وہ کوئی ہو اور دنیا کا طالب عورت ہے، خواہ وہ کوئی ہو۔ ذکر میں یوں کوشش کی جائے کہ تکلف درمیان سے اٹھ جائے۔ جب ظاہری مشغولیت باطنی مصروفیت سے مانع نہ رہے اور ہمیشہ، یعنی نیند اور بیداری میں ذکر جاری ہو جائے تو اس کے بعد ذاکر بھی نہیں رہتا اور مذکور بھی۔ قلم اس جگہ پہنچا تو (اس کا) سر ٹوٹ گیا۔

دوسرا یہ کہ طالب کو پہلے محبوب دل پر توجہ کرنی چاہیے۔ جب یہ توجہ قرار پکڑ لے تو اس کے بعد سب (لطائف) پر توجہ کو دلیل بنانا چاہیے۔ اوّل دل کو (وسوسوں) سے خالی کرنے پر توجہ کرنی چاہیے۔ اس مذکورہ تجویف (دل کو خالی کرنے) کی علامات اور انوار حاصل ہو

جائیں تو پھر دوسری تجویف (دل کو ماسویٰ اللہ سے خالی کرنے) پر توجہ کرنی چاہیے۔ اسی طرح دوسری تجویفات (دل کو غیر سے خالی کرنے کی صورتوں) پر توجہ دیتے رہنا چاہیے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شیخ مرید کے دل پر توجہ کرتا ہے۔ جب توجہ کچھ قرار پکڑ لیتی ہے تو پھر وہ دل کے اندر توجہ کرتا ہے۔ اس کے بعد تمام قوائے جسمانی پر، سر سے پاؤں تک توجہ کرتا ہے۔ اور جس چیز کو چاہے، اسے باقی نہیں رکھتا، خواہ وہ نسبتِ ذکر، خواہ نسبت جذبہ، خواہ نسبت شہود، خواہ نسبت فنا ہو، یا وہ ابقائے صحت اور نسبت ذکر، نسبت جذبہ، نسبت شہود کے سلب کے لیے ہو۔ والسّلام۔

لیکن فی الحال بعض رکاوٹوں کی وجہ سے آیا نہیں جا سکتا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْعَزِیْز مصمم ارادہ ہے کہ فقیر وہاں آئے گا۔ اس ضعیف کو چند روز دست اور بخار کی تکلیف رہی۔ (آپ کا) پسندیدہ مکتوب صحت کی نوید لایا، لیکن چونکہ کمزوری تھی، (لہٰذا) سوالات کا مفصّل جواب لکھنا میسر نہ آیا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تعالیٰ اس کے بعد مفصّل لکھا جائے گا۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اکثر اہلِ طریقت نے نسبتِ رابطہ کو ذکر سے مقدم رکھا ہے۔ اس ناتواں کے نزدیک معمول یہ ہے کہ نسبت رابطہ کو ذکر کے ساتھ شامل رکھنا چاہیے، تا کہ ذکر کی حقیقت نہایت اچھے اور مستقل طریقہ سے حاصل ہو جائے اور نسبت رابطہ کے انوار ذکر میں اور ذکر کے انوار نسبت رابطہ میں پوری طرح ظاہر ہو جائیں، تا کہ طالب اپنی ہستی سے خالی ہو جائے اور ہستی برزخ سے جلوہ گر ہو جائے، ذکر کی جانب توجہ کرے اور رابطہ اور ذکر کو ایک ساتھ اکٹھا کرے۔ پھر ذکر کی نسبت طالب کی جانب نہ ہوگی، بلکہ برزخ کی طرف سے صادر ہوگی۔

''كَمَا يَجْمَعُ الْعِبَادَةِ وَالشُّهُوْدِ فِيْ مَرْتَبَةِ جَمْعُ الْجَمْعِ.''

یعنی: جیسا کہ مرتبہ جمع الجمع میں عبادت وشہود کو جمع (اکٹھا) کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مکتوب نمبر-۸

بنام زین العابدین (رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: سب تعریفیں سارے جہانوں کے پروردگار کے لائق ہیں اور درود وسلام ہو اُس کے رسول حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ کی تمام آل (اطہارؓ) پر۔

اَمَّا بَعْدُ، عارف کامل، عالم عامل اور اہل شہود ویقین کے طالبین کے پیشوا جناب زین العابدین پر متواتر اور کثیر سبحانی تائیدات اور ربانی توفیقات ہوں۔ محبت بھرے سلام کے بعد پورے اشتیاق سے واضح ہو کہ پسندیدہ مکتوب پہنچا (اور) اس کے مطالعہ سے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔ کیفیات کی استقامت اور عجیب حالات کے حصول کا جو ذکر اس میں درج تھا، اسے پڑھ کر حق تعالیٰ کی تعریف اور شکر کیا گیا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ۔ یعنی: اللہ تعالیٰ کے احسان پر اسی کی سب تعریفیں ہیں۔

فقیر کے اشتیاق کو بھی اپنے اشتیاق کی طرح سمجھیں۔

مکتوب نمبر-۹

بنام شیخ عبداللہ (رحمۃ اللہ علیہ)

دینی بھائی، سچے محبّ، یعنی صاحب خیر و بھلائی میاں عبداللہ صاحب، یادِ حق سے ہمیشہ محظوظ اور اس کی حفاظت میں محفوظ رہ کر ذاکر و شاکر (بنے) رہیں۔ سلام کے بعد معلوم ہو کہ ایک عرصہ سے آپ نے دعا، سلام، پیام، خط اور یاد سے سرفراز نہیں فرمایا۔ اس وجہ سے فقیر کا دل پریشان ہے کہ جشن شادی کی تقریب کس موسم میں ہونی طے پائی ہے؟ آپ کس طرح اور کیسے ہیں؟ اور آپ کے احوال کیسے ہیں؟ اپنے ظاہری و باطنی حقائق و معارف تفصیلاً لکھ کر بھیجیں کہ سیر و سلوک کے کس درجے میں ہیں۔ ایسے کام کا فکر کرو کہ تم حق کے سوا کسی کے بندہ نہ بنو اور ایسا کام کرو کہ کل (قیامت) کو شرمندہ نہ ہو۔ دنیا کی زندگی آسان ہے (اور) حق سے غافل ہونا جہل مطلق ہے۔ آج جو ہاتھ میں بلاّ ہے، گویا وہ گیند ہے جو میدان میں ہے۔ جلدی آ کہ رحمٰن کا وقت جاری (موجود) ہے، وگرنہ کل (قیامت) کو نہ میدان میں گیند پاؤ گے اور نہ ہاتھ میں بلاّ ہوگا۔

دنیا فانی ہے (اور) حق کے ساتھ مشغول ہونا دو جہان کی سعادت ہے۔ حضوری کی یاد کا ایک ذرہ، ہزار بادشاہیوں سے بہتر ہے۔ مولیٰ (تعالیٰ) کی طلب سے سب اولیٰ ہے۔ دوست (اللہ تعالیٰ) کی طلب میں اہلِ معرفت کا فکر مند رہنا، ان کی نجات کا ذریعہ ہے، کیونکہ نفس کی مخالفت فرض عین ہے اور حق کی ضیافت دارین (دنیا و آخرت) کی سعادت ہے۔ اہلِ یاد ہمیشہ شاد ہیں۔ اگرچہ دنیا کی زندگی میں امیر اور بادشاہ کی رضامندی ضروری ہے، لیکن آخرت میں زیادہ ضروری رحمٰن (اللہ تبارک وتعالیٰ) کی رضامندی ہے۔ (پس) حق کی رضامندی درکار ہے۔ دنیا اور اہلِ دنیا کی تدبیر کا کیا بھروسہ؟ دنیا چند روز کی ہے، کام کا انجام اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اپنی دینی خدمات کے طالب رہیں اور نفس پر غالب رہیں۔ اگر کوئی سمجھنے والا ہے تو پھر ایک حرف ہی کافی ہے۔

مکتوب نمبر-۱۰

بنام میاں عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ)

حق سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی جَلَّ شَانُهٗ، ان حقیقی محبّ، سچے دوست، مشیخت مآب اور کمالات کے حامل، برادرم میاں شیخ عبدالوہاب صاحب کو ہمیشہ اپنی حفظ وحمایت میں رکھ کر کمالات اور مقام کی بلندیاں محض اپنے فضل وکرم سے عنایت فرمائے۔

اے اخوت پناہ! دو معبود کہنا کفر شریعت ہے اور دو موجود دیکھنا کفر طریقت ہے۔

ع　تو مباش اصلاً کمال این است و بس

یعنی: تو (ایسا) مت بن، اصل میں کمال یہی ہے اور بس۔

کوشش کرنی چاہیے اور کامل سعی کرنی چاہیے اور تو ذکر کا چقماق دل کے پتھر پر یوں رگڑ کہ محبت کی آگ شعلہ بن کر دو جہان اور ذاکر کو جلا ڈالے اور جب تو رہے گا تو خدا نہیں رہے گا اور ایک گھر میں دو مہمان نہیں سماتے۔ اپنے اوقات کی نگہداشت کر کے مبارک اوقات کو زندہ رکھنا لازم اور واجب سمجھو اور (ان کو) آباد رکھو۔

(حضرت) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: علماء کا علم میرے علم تک نہیں پہنچتا اور میرا تمام علم صوفیہ کے اس قول تک نہیں پہنچ سکتا کہ اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ، یعنی وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔ (جیسا کہ آیا ہے):

"آگ لگنتی جھونپڑی جو نہ کسے سو لاؤ"

یعنی: آگ لگی جھونپڑی میں جو بھی جائے وہ جل جاتا ہے۔

بعض (اہل اللہ) عقبیٰ کی مشغولیت کو بھی کفر سمجھتے ہیں، تو (پھر) دنیا کی گنجائش کیسے؟ نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الْعُقْبٰی وَالْعُقْبٰی حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ

الدُّنیَا وَکِلَاھُمَا حَرَامَان عَلٰی اَھْلِ اللّٰہ۔ ''(٦٩)

یعنی: دنیا اہلِ عقبٰی پر حرام ہے اور عقبٰی اہلِ دنیا پر حرام ہے اور یہ دونوں اہل اللہ پر حرام ہیں۔

آخرکار اس دنیا سے چلے جانا ہے اور اس کو چھوڑ جانا ہے: فَدَعْ الْیَوْمَ اِخْتِیَارًا مَاتَدَعُ الْغَدِ اِضْطِرَارًا.

یعنی: پس آج اسے اپنے اختیار سے چھوڑ دے، جسے کل مجبوری سے چھوڑ جاؤ گے۔

(جیسے آیا ہے): قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ. (سورۃ الانعام، آیت ۹۱)

یعنی: آپ فرمائیں اللہ (اور) پھر ان کو چھوڑ دیں۔

وَالسَّلام

مکتوب نمبر-11

بنام خواجہ احمد (رحمۃ اللہ علیہ)

برادرم خواجہ احمد: ''عَلَیْکَ بِذِکْرِ الْحَقِّ وَالْاِشْتِغَالِ عَنْ غَیْرِ الْحَقِّ''۔ یعنی: آپ پر حق تعالیٰ کا ذکر کرنا اور حق کے علاوہ اور چیزوں سے مشغول نہ ہونا لازم ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَحْبَآءِ۔ یعنی: آپ پر اور تمام احباب پر سلام ہو۔

اَمَّا بَعْدُ، جاری ہونے والے امور حمد و شکر کا موجب ہیں۔ حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اپنی گرفتاری عنایت فرمائیں اور اپنے غیر سے چھٹکارا نصیب فرمائیں، جو ہمارے لیے ضروری ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا۔ (70)

یعنی: کاش! (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا رب (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو پیدا نہ فرماتا۔

تو کاش نبودی اے عراقی
کز تست ہمہ فساد باقی

یعنی: اے عراقی! کاش کہ تو نہ ہوتا، کیونکہ تجھی سے سب فساد باقی ہے۔

رباعی:

لَوْلَا لَمَعَاتُ بَرْقِ نُوْرَ الْقِدَمِ
مِنْ جَمْعِی الْجُوْدِ وَحَیِّ الْکَرَمِ
مَنْ یُّخْرِجُنَا مِنْ ظُلُمَاتِ الْعَدَمِ
اَوْ یَعْصِمُنَا مِنْ هَفَوَاتِ الْقَدَمِ

ترجمہ: اگر کرم اور سخاوت کرنے والے قبیلے کے قدموں کا نور بجلی کی روشنی نہ ہوتی۔

❁ تو کون نکالتا ہم کو ہمیشہ کی تاریکیوں سے، یا کون بچاتا ہم کو پاؤں کے پھسلنے سے۔

اے خداوند پاک! جب تیری ذاتِ عالی اور صفات پاک کسی آدمی کے فہم وادراک میں نہیں آسکتیں تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ لفظ وعبارت کو دلیل بنا کر اس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

عشق است برون ز پردۂ نور و ظلام
خارج ز احاطۂ عقول و افہام
خواہم کہ بخوانمش بصد نام اما
او برتر از آنست کہ گنجد در نام

ترجمہ: عشق نور اور اندھیروں کے پردہ سے باہر ہے، عقلوں اور فہموں کے احاطہ سے خارج ہے۔

❁ میں چاہتا ہوں کہ اسے سینکڑوں نام سے بلاؤں، وہ اس سے برتر ہے کہ نام میں سما جائے۔

افضل درود اور پاکیزہ سلام اس (اللہ تعالیٰ) کے حبیب (مکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر جو اس بلند شان والے (اللہ تعالیٰ) کے جمال وکمال کا آئینہ ہیں اور اس (عمّ احسانہٗ) کے جود وسخا کے خزانوں کی کنجی ہیں۔

مکتوب نمبر-۱۲

بنام زین العابدین (رحمۃ اللہ علیہ)

اَمَّـا بَـعْـدُ، احقر افقر عبدالرحیم کی طرف سے محبت وشوق بھرے سلام کے پہنچانے کے بعد، کمالات کے حاصل کرنے والے، فضائل وفضیلتوں کے حامل، سالکوں کے پیشوا، واصلین کی اولاد کے برگزیدہ، عارفوں کی اولاد کے سالار، یعنی جناب شیخ زین العابدین کو واضح ہو کہ آپ کا پسندیدہ مکتوب بہت ہی عمدہ لمحات اور مبارک اوقات میں پہنچا۔ آنکھ کو ایک روشنی اور دل کو ایک سرور نصیب ہوا۔ لکھا تھا کہ جذبہ الٰہی اور توجہ خالص کی بدولت دوام حضوری عطا ہوتی ہے، (جس کی) کیفیت ومقدار میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا ہے اور تمام ہستی موہوم پردے میں چلی جاتی ہے اور ہستی موہوب عطا ہو جاتی ہے اور شہود واجبی میں وجود امکانی کے آثار و انوار ظہور میں آ جاتے ہیں اور قرب نوافل کے مقام سے گزر کر قرب فرائض کے مقام میں وارد ہوتا ہے۔ افراد انسانی تو کیا، بلکہ اشخاص حیوانی بھی اس نسبت سے متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ محمد قلی نامی اس فقیر کا مخلص جب بھی جذبہ آگاہی کی نسبت سے متاثر ہوتا تھا تو گھوڑا چلنے سے رک جاتا تھا۔ جب وہ اس نسبت سے مغلوب ہوتا تھا تو گھوڑا زمین پر گر پڑتا تھا۔ اور جب زیادہ مغلوب ہوتا تھا تو آدمی بھی مغلوب ہو جاتا تھا اور گر پڑتا تھا۔ بعض اوقات تو بعض حیوانات اس احقر کی نسبت سے متاثر ہوئے ہیں اور انہوں نے تین روز تک دانا اور گھاس (کھانا) چھوڑ دیا اور سکر کی تاب نہیں لائے اور مر گئے۔

اس طریقہ (سلسلہ) کے بزرگوں اور حیوانوں کے متاثر ہونے کا قصہ تواتر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور بہت سے مشاہدات واقع ہو چکے ہیں، لیکن بعض اکابرین زمانہ سے تصرف کے آثار اس وقت ظاہر ہوتے ہیں، جب وہ مامور ہوں اور بعض سے اس وقت کہ جب وہ نسبت سے مغلوب ہوں اور بعض کاملین سے (ہر وقت) جب بھی وہ چاہیں۔ اس

سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے کہ جوانی کے دنوں میں توجہ کے وقت بعض احباب یوں متاثر ہوئے کہ ان کا جسم ہوا میں چلا گیا اور پھر زمین پر آ گیا۔

امید ہے کہ کچھ مدت اس نسبت کے دوام میں کوشش اور اجتہاد کریں، تا کہ حدِ دوام پر پہنچ جائے تو پھر (اس کا) اثر تمام احباب میں ظاہر ہو جائے گا۔ نیز (یہ) لکھا گیا تھا کہ سوموار کے روز بھی اس جانب متوجہ رہیں۔ میرے مخدوم و مشفق! اس مکتوب کے لکھنے کے بعد (اب) بروز جمعرات عصر کے بعد زیادہ توجہ کی جائے گی اور زیادتی کا اثر بھی اِنْ شَـآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ظاہر ہو جائے گا۔ نیز یہ امید ہے کہ خود کو درس و تدریس اور کتابوں کے مطالعہ سے روک رکھیں گے اور مبارک اوقات کو پوری توجہ کے ساتھ ہمیشہ اس نسبت کی جانب مبذول رکھیں گے۔

حرف گو کاغذے سیاہ کند
دل کہ تیرہ است کے چو ماہ کند

یعنی: حرف گو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے، (لیکن) دل جو کہ سیاہ ہے (وہ) اسے کیسے چاند (کی طرح منور) کرے۔

حرف و صورت کو دل میں نہ لائیں، بلکہ نسبت کی بلندی سے زیادہ (فیض) اس نسبت سے حاصل ہوتا ہے، جو نقطہ میں ہے اور ذکر اس مقام میں وسوسہ کی مانند ہے۔ مقام ذکر میں دل کو ذکر سے باز رکھنا، اس نسبت کے حضور میں منجملہ فرائض و واجبات طریقت ہے، کیونکہ یہ نسبت ذکر کی حقیقت ہے اور جس جگہ حقیقت حاصل ہے، وہاں الفاظ واقوال کے تخیل کا کیا دخل ہے؟

اے میرے مشفق! جس وقت کہ یہ حقیر قدوہ عارفین حضرت خواجہ خرد قُدِّسَ سِرُّهٗ کی خدمت میں جاتا تھا تو آپ یہی وصیت فرمایا کرتے تھے کہ خود کو درس و تدریس، کتابوں اور غیر ضروری حکایتوں کے مطالعہ سے دور رکھے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس نسبت کے ساتھ وابستہ سمجھے جو کہ تمام مقبولین کے لیے ناگزیر ہے۔ حقیقت میں جب تک ان چیزوں میں گھرا رہا تو اس نسبت کے عجیب آثار ظاہر نہیں ہوتے تھے اور جب میں نے ان چیزوں

سے ہاتھ کھینچ لیا تو جو کچھ میں چاہتا تھا، وہ مجھے مل جاتا۔ اگر میں ان مقبولین کی توجہات و تصرفات کے قصے لکھوں تو ایک دفتر درکار ہوگا۔

اے میرے مشفق! اس طریقے کے بہت سے اکابرین نسبت آگاہی و مشاہدہ کو اس صورت میں جبکہ مشاہد و آگاہ کا وجود درمیان میں نہ ہو، تجلی ذاتی گمان کرتے ہیں۔ ہائے افسوس! ہائے افسوس! تجلی ذاتی تو کئی منازل دور تر ہے۔ کسی کہنے والے نے خوب کہا ہے:

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادٍ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

یعنی: سعاد کی محبوبہ تک پہنچنا کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ (درمیان میں) پہاڑ کی چوٹیاں اور خوفناک مقامات حائل ہیں۔

منزل عشقت مکانے دیگر است
مرد این راہ را نشانے دیگر است

یعنی: تیرے عشق کی منزل ایک الگ مقام ہے، اس راستے کے مرد کے لیے ایک الگ نشان ہے۔

ہاں! نسبت آگاہی تجلی ذاتی کے مقدمہ کا آئینہ ہے اور یہ نسبت محبت کے رعب اور شوق کے غلبہ سے ہے اور ایک علم کا تعین ہے کہ سالک کا علم لطیف مقامات میں پہنچ گیا ہے:

معشوق چون نقاب ز رُخ بر نمی کشد
ہر کس حکایتے بہ تصور چرا کنند

یعنی: جب معشوق چہرے سے نقاب نہیں ہٹاتا تو ہر آدمی ایک حکایت کا تصور کیسے کرے؟

صاحبانِ بلند ہمت کی ساری ہمت ادھر مصروف رہی کہ لطیفہ کو ایک معلوم، یعنی حق (تعالیٰ) کے سوا سب کو بت خانہ سمجھیں۔ علم و بصیرت رکھتے ہوئے تمہارا کام یہ ہے کہ لطیفہ مدرکہ کی تلخیص، تجرید اور تفرید میں جو کچھ بھی ہے، اس کے لیے پوری طرح اہتمام کیا جائے، تاکہ مکمل استغراق اور شہود دوام جو کہ تمام مقامات کی انتہا ہے، حاصل ہو جائے، جیسا

کہ (اس ارشادِ الٰہی میں) اشارہ موجود ہے:

''اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی.'' (سورۃ النجم، آیت ۴۲)

ترجمہ: یقیناً آپ کے رب ہی کے پاس انتہا ہے۔

تا کہ اس عظیم حالت اور باقی رہنے والی سعادت کے ذریعے اس تجلی ذاتی کی بلندی پر پہنچ جائیں اور یوں سر و روح اور ظاہر و باطن میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی شہود نہ رہے، نیز ''کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ'' [۷۱] (سورۃ القصص، آیت ۸۸) کا راز عیاں ہو جائے۔

شکر الٰہی ہے کہ خواجگان قُدِّسَ اَسْرَارُھُمْ کے طریقہ میں بعض اصفیاء اور از کیاء کو اس طرح کی دولت ابتداء ہی میں کسی چیز کے وسیلہ عقیدہ کے صدق اور افتقار کے بغیر مکمل طور پر حاصل ہو جاتی ہے: اَدْرَکَ مَنْ اَدْرَکَ وَ شَکَّ مَنْ شَکَّ، وَالسَّلَامُ۔

یعنی: پالیا جس نے پانا تھا اور شک میں رہا، جسے شک تھا۔

مکتوب نمبر-۱۳

(مکتوب الیہ کا نام مذکور نہیں)

سبحانی تائیدات اور ربانی توفیقات اس حسنات کی منبع ذات کے شامل حال وسزاوار ہیں اور نبی (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل امجادؓ پر مسلسل اور بہت زیادہ (درودو سلام) ہو۔

بہت زیادہ اور شوق آمیز سلام پہنچانے کے بعد محبّ خاص پر یہ واضح ہو کہ آپ کا نادر مکتوب پہنچا، شوق میں اضافہ ہو گیا۔ خوشبو مجسم قلم سے لکھا گیا تھا کہ کلام فیض ترجمان کے سننے سے دن رات طبیعت، شاد، مست اور شرمسار ہے۔ عجیب لذت محسوس ہوئی۔ اے سیّد مسند! فیض حق اچانک پہنچتا ہے، لیکن دلِ آگاہ کو نصیب ہوتا ہے۔ دلِ آگاہ کی علامت کیا ہے؟

''اِذْ خَالُ النُّوْرِ وَالسُّرُوْرِ بِذِکْرِ الْحَبِیْبِ الشَّکُوْرِ وَالتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ.''

یعنی: قدردان حبیب کے ذکر کے نور و سرور میں داخل رہنا اور دھوکہ کے گھر (دنیا) سے دور رہنا۔

ہاں! یادِ حق کی لذت، تمام لذتوں سے زیادہ لذیذ ہے: ''ذَاقَ مَنْ ذَاقَ فَهِمَ مَنْ فَهِمَ وَمَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرُکْ''[۷۲] یعنی: چکھا، جس نے چکھا، سمجھا جس نے سمجھا اور جس نے نہ چکھا، اس نے نہ پایا۔

دنیا کی لذت اور آخرت کی لذت، حق کی دریافت کی لذت کے مقابلہ میں وسوسہ کا درجہ رکھتی ہے۔ مشاہدہ حق میں جنہوں نے شرابِ وصل چکھی ہے اور جنہوں نے خود سے اور غیر خود سے فرار اختیار کیا ہے، وہ ہمیشہ کے لیے ہر دو جہان میں مست و سرشار ہو چکے ہیں۔ حق (تعالیٰ) کے عشق میں مست ہونے والوں کی نشانی یوں بیان کی گئی ہے:

''حِيَارٰى سُكَارٰى لَادِيْنَهُمْ وَلَانَصَارٰى.''

یعنی: وہ حیران و مدہوش ہیں، ان کا کوئی دین نہیں ہے اور نہ وہ کوئی دوست رکھتے ہیں۔

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

مستم چنان کنی کہ ندانم ز بے خودی
در عرصہ خیال کہ آمد کدام رفت

یعنی: تو مجھے یوں مست کر دے کہ میں بیہوشی میں نہ جانوں کہ (میرے) خیال کے میدان میں کون آیا ہے اور کون چلا گیا۔

مستی کے حصول کا ثمرہ ہستی کے انقطاع (فناہ) کا ذریعہ ہے۔ اسرار کے چشمہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

درد می خواہم و لیکن درد تو
لیک نے در خورد من در خورد تو
کفر کافر را و دین دیندار را
ذرہٗ درد دلِ عطار را

ترجمہ: میں درد چاہتا ہوں اور لیکن تیرا درد! لیکن یہ اپنی چاہت میں نہیں (بلکہ) تیری چاہت میں (چاہیے)۔

٭ کافر کو کفر (چاہیے) اور دیندار کو دین، (لیکن) دلِ عطار کو ذرّہ (بھر تیرا) درد (چاہیے)۔

قیامت کے روز حق سبحانہٗ وتعالیٰ ایک رقعہ لکھ کر اہلِ جنت کے پاس بھیجے گا:

''عِبَادِىْ شَغَلْتُم بِالْحُوْرِ وَالْقُصُوْرِ وَنَسِيْتُمْ لِقَائِىْ.''

یعنی: اے میرے بندو! تم حور و قصور میں مشغول ہو گئے ہو اور میری زیارت کو بھلا دیا ہے۔

اس پر وہ (اہلِ جنت) دردِ عشق کے بہت زیادہ غلبہ کی وجہ سے ستر برس تک بے خود

رہیں گے۔ عالی ہمت اور بلند عزم رکھنے والے عاشق نسبت کی حضوری (دوام) کے حامل ہوتے ہیں، وہ اگر ایک سانس بھی اس (محبوب) سے غافل ہوں تو خود کو کافر سمجھتے ہیں (جیسا کہ مذکور ہے):

''اِنَّ لِلّٰہِ عِبادًا لَوْغَفلُوْا طُرْفَة عَیْنٍ لَارْتَدُّوْا.''

یعنی: یقیناً اللہ تعالیٰ کے (کچھ) بندے ہیں (کہ) اگر وہ پلک جھپکنے کی مقدار بھی غافل ہو جائیں تو البتہ مرتد ہو جاتے ہیں۔

جناب حسن مآب کی بلند ہمتی اور الوالعزمی کا یہ تقاضا ہے کہ ایک لحظہ ولمحہ بھی حق تعالیٰ اور اہلِ حق سے غافل نہ رہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ (اس پر اللہ ہی کی ستائش ہے)۔ ظاہری تعلقات اگر اسرار (الٰہی) کے قرب میں مانع نہیں ہیں تو یہ تعلقات (الٰہی) میں داخل اور شامل بھی نہیں ہیں۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنْیَا مَاشَغَلَکَ عَنِ الْحَقِّ.

یعنی: وہ (شے) دنیا ہی ہے، جس نے تجھے حق سے دور کیا۔

چیست دنیا؟ از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی: دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا! (یہ) سونا، چاندی اور اہل و عیال نہیں ہے۔

عاشق کے باطن کی آنکھ جس قدر جمال معشوق کے مشاہدہ سے مسرور ہے، ظاہری آنکھ اتنی ہی محبوب کے جمال کی زیارت کے لیے ہمیشہ بے چین رہتی ہے۔ جمال یار اس سے مبرّا اور منزّہ ہے کہ ظاہری آنکھ اس کو پالے، لہٰذا محققین کا کہنا ہے کہ کسی نبی مرسل اور ولی کامل کا اضطراب ختم نہیں ہوا، یہ دار دنیا سے مخصوص نہیں ہے، بلکہ دار عقبیٰ میں بھی ہے۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

بلبلے برگ گلے خوشرنگ در منقار داشت
وندران برگ ونوا خوش نالہائے زار داشت

گفتمش در عین وصل این نالہ وفریاد چیست؟
گفت مارا جلوۂ معشوق در این کار داشت

ترجمہ: ایک بلبل کی چونچ میں ایک خوبصورت پھول کی پتی تھی اور وہ اس (حسین) پھول اور خوش نوائی کے باوجود زاروقطار رو رہی تھی۔

٭ میں نے اس سے کہا: (محبوب کے) عین وصال میں یہ رونا دھونا کیسا ہے؟ (وہ) بولا: معشوق کے جلوے نے ہمیں یہی کام سکھایا ہے۔

سوختہ دل عاشق خود سے اور غیر سے نظر ہٹا کر اس مقام پر پہنچتا ہے کہ وہاں عشق حجاب (بن جاتا) ہے۔ قَالَ الْغَوْثُ الْاَعْظَم: "اَلْعِشْقُ حِجَابٌ بَیْنَ الْعَاشِقِ وَالْمَعْشُوْق۔"(۷۳)

یعنی: غوث اعظم (حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: عشق عاشق ومعشوق کے درمیان حجاب ہے۔
جب عاشق اور عشق نہ رہے جو معشوق کے سوا کچھ بھی نہیں رہتا۔

ع ماند اِلَّا اللّٰہُ باقی جملہ رفت

یعنی: اِلَّا اللّٰہُ (مگر اللہ ہے) ہی رہ گیا، باقی سب چلا گیا (یعنی فنا ہو گیا)۔

ع قلم اینجا رسید و سر بشکست

یعنی: قلم (لکھتے ہوئے) یہاں پہنچا تو (اس کا) سر ٹوٹ گیا۔

اَللّٰہ اَللّٰہ لَیْسَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہ

یعنی: اللہ (ہی) اللہ ہے (اور) اللہ کے سوا کوئی چیز بھی موجود (حقیقی ودائمی) نہیں ہے۔

(آپ نے) ملاقات کی درخواست اور یومیہ (ہر روز کے) وظیفہ کے بارے میں سوال کیا تھا۔ اہل اللہ کا اس پر اتفاق ہے:

بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ۔

یعنی: برا فقیر وہ ہے جو امیر کے دروازے پر جائے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

مَتَاعُ الدُّنیَا قَلِیلٌ. (سورۃ النساء، آیت ۷۷)

ترجمہ: دنیا کا نفع (بہت) تھوڑا ہے۔

اور اس تھوڑے سے بہت یہ تھوڑا آپ کو پہنچا ہے۔ سو فرض کیا اس سے کچھ آپ مجھے دیں گے تو وہ اس کا ایسا جز ہوگا جو تقسیم نہ ہو سکے گا۔ پھر اس جز اور تقسیم نہ ہو سکنے والے (ذرہ بے مقدار) کے لیے کیسے مناسب ہے کہ میں اپنا نام حق تعالیٰ کے دفتر سے نکال لوں، کیونکہ مشائخ کی کتابوں میں لکھا ہے: ''اگر کسی کا نام ایک بادشاہ کے دفتر میں (موجود) ہو تو اسے دیوانِ الٰہی سے نکال دیتے ہیں۔''

آپ نے ایک خط لکھا ہے اور درخواست کی ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کے لیے تشریف لائیں، تاکہ اس طرح ملاقات کا موقع میسر آجائے۔

ارشاد ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ وَاِنَّمَا يَنظُرُ اِلٰى قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ.''(۷۴)

یعنی: یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے عملوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

میں ایسی مثالوں پر فریفتہ نہیں ہوتا۔ کسی نے راہِ خدا کے سلوک کے کیمیا اور کیفیت کے بارے میں پوچھا تو (جواب میں) فرمایا گیا:

اِذَا تَزَوَّجَتِ الْاَجْسَادُ وَتَجَسَّدَتِ الْاَرْوَاحُ حَصَلَ الْمَقْصُودُ.

یعنی: جب جسم باہم مل جائیں اور ارواح جسم کی صورت اختیار کر لیں تو مقصود حاصل ہو گیا۔

سند اجازت برائے

شیخ عبیداللہ بن شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ هَدَانَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ وَوَفَّقَنَا لِلۡعُرُوۡجِ اِلٰی مَعَارِجِ الۡمَنۡهَجِ الۡقَوِیۡمَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ صَاحِبِ الۡخُلُقِ الۡعَظِیۡمِ وَآلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ الۡهُدَاۃِ اِلَی النَّعِیۡمِ الۡمُقِیۡمِ.

اَمَّا بَعۡدُ، فَیَقُوۡلُ الۡعَبۡدُ الضَّعِیۡفُ النَّحِیۡفُ الرَّاجِیۡ اِلَی الرَّبِّ الۡمُعِیۡنِ عَبۡدُالرَّحِیۡمُ ابۡنُ وَجِیۡهِ الۡحَقِّ وَالدِّیۡنِ غَفَرَ اللّٰہُ لَهٗ وَلِوَالِدَیۡهِ وَاَحۡسَنَ اِلَیۡهِمَا وَاِلَیۡهِ لَمَّا لَقَنۡتُ الشَّیۡخَ عُبَیۡدَاللّٰہِ ابۡنُ مَخۡزَنِ الۡحَقَائِقِ وَالۡمَعَارِفِ شَیۡخَ مُحَمَّدًا قُدِّسَ سِرُّهٗ اَشۡغَالَ الطَّرِیۡقَۃِ الۡقَادِرِیَّۃِ وَالۡچِشۡتِیَّۃِ وَالنَّقۡشۡبَنۡدِیَّۃِ وَالۡمَدَارِیَّۃِ زَادَ اللّٰہُ لِاَهۡلِهِمۡ شَرَفًا وَّعِزًّا وَرَأَیۡتُ فِیۡهِ آثَارَ الۡفَنَاءِ وَالۡبَقَاءِ وَاَنۡوَارَهَا وَاَسۡرَارَهَا، فَاَجَزۡتُهٗ لِاِرۡشَادِ الطَّالِبِیۡنَ وَالسَّالِکِیۡنَ اِلَی اللّٰہِ وَاَلۡبَسۡتُهٗ خِرۡقَۃَ الۡمَشَائِخِ قُدِّسَ اللّٰہُ اَسۡرَارَهُمۡ کَمَا اَجَازَنِیۡ وَاَلۡبَسَنِیۡ مَشَائِخَ الطَّرِیۡقِ الۡمَذۡکُوۡرَۃِ. فَمَنۡ صَحِبَهٗ فَکَاَنَّهٗ صَحِبَنِیۡ وَیَدَهٗ کَیَدِیۡ، فَمَنۡ بَایَعَهٗ فَکَاَنَّهٗ بَایَعَنِیۡ وَاَیۡضًا اَجَزۡتُهٗ لِدَرۡسِ التَّفۡسِیۡرِ وَالۡحَدِیۡثِ. اَللّٰهُمَّ ارۡزُقۡنِیۡ وَاِیَّاهُ الۡاِسۡتِقَامَۃَ عَلٰی سَجَادَۃِ الۡمَشَائِخِ وَاجۡعَلِ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرًا مِّنَ الۡاُوۡلٰی بِعِزَّتِکَ وَبِحُرۡمَۃِ نَبِیِّکَ وَآلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ، یَآاَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡلَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ. اَللّٰهُمَّ وَفِّقۡهُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرۡضٰی.

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا اور ہمیں بلندیوں پر پہنچنے کے لیے مضبوط راستے کی توفیق بخشی اور رحمت کاملہ نازل ہو اُس کے رسول (مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر جو عظیم اخلاق والے ہیں اور آپ کی آل (اطہارؓ) پر اور آپ کے صحابہ (کرامؓ) پر جو قائم رہنے والی نعمت کی جانب راہنمائی کرنے والے ہیں۔

امابعد، پس کہتا ہے کمزور و ناتواں بندہ جو اپنے مددگار پروردگار سے امید (رحمت) رکھتا ہے، جس کا نام عبدالرحیم بن وجیہ الحق والدین ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے والدین کی مغفرت فرمائے اور ان دونوں اور اس (مؤلف) سے بھلائی کا معاملہ فرمائے۔ جب میں نے شیخ عبیداللہ بن مخزن الحقائق والمعارف شیخ محمد قُدِّسَ سِرُّہٗ کو طریقہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور مداریہ، اللہ تعالیٰ ان سلاسل کے صوفیہ کی بزرگی وعزت میں اضافہ فرمائے، کی تلقین کی اور ان میں فناء وبقاء کے آثار اور ان کے انوار واسرار ملاحظہ کیے تو انہیں طالبین اور سالکین کی راہنمائی کی اجازت دے دی، نیز میں نے انہیں مشائخ قدس اللہ اسرارہم کا خرقہ پہنا دیا، جس طرح مشائخ مذکورہ نے مجھے اجازت دی تھی اور یہ خرقہ پہنایا تھا۔ پس جس شخص نے ان کی صحبت اختیار کی، گویا اس نے میری صحبت اختیار کی اور جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، وہ یوں ہے جیسے اس نے میری بیعت کی۔ میں نے انہیں تفسیر وحدیث پڑھانے کی بھی اجازت دے دی ہے۔

اے اللہ! مجھے اور ان کو مشائخ کے سجادہ پر استقامت عطا فرما اور بعد والی زندگی ہمارے لیے پہلے والی سے بہتر بنا، اپنی عزت کے صدقے اور اپنے نبی (مکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور آپ کی آل (اطہارؓ) اور تمام صحابہ (کرامؓ) کی حرمت کے طفیل، اپنی رحمت کے ذریعے، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری اطاعت کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ پس اے میرے اللہ! انہیں وہ توفیق بخش جو تجھے محبوب وپسند ہے۔

سند اجازت برائے

حبیب الدین بن شیخ محمد پھلتی (رحمۃ اللہ علیہ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ هَدَانَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ مُحَمَّدٍ هَادِی الۡمَنۡهَجِ الۡقَوِيۡمَ وَصَاحِبِ الۡخُلُقِ الۡعَظِيۡمِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ هُدَاةِ طَرِيۡقِ الۡوُصُوۡلِ اِلَی اللّٰهِ الرَّؤُفُ الرَّحِيۡمِ.

اَمَّا بَعۡدُ، فَيَقُوۡلُ الۡفَقِيۡرُ عَبۡدُالرَّحِيۡمُ ابۡنُ وَجِيۡهِ الۡحَقِّ وَالدِّيۡنِ غَفَرَ اللّٰهُ وَلِوَالِدَيۡهِ وَاَحۡسَنَ اِلَيۡهِمَا وَاِلَيۡهِ اِنَّ الۡوَلَدَ الصَّالِحَ التَّقِیَّ حَبِيۡبُ الدِّيۡنِ ابۡنُ مَنۡبَعِ الۡحَقَائِقِ وَالۡمَعَارِفُ شَيۡخُ مُحَمَّد الۡپهلَتِیۡ قُدِّسَ سِرُّهٗ لَازَمَ صُحۡبَتِیۡ وَتَعَلَّمَ مِنِّیۡ عِلۡمُ التَّفۡسِيۡرُ وَالۡحَدِيۡثِ وَالتَّصَوُّفِ وَلَقَّنۡتُهٗ اَشۡغَالَ الطَّرِيۡقَةِ الۡعُلۡيَةِ الۡقَادِرِيَّةِ وَالۡچِشۡتِيَّةِ وَالنَّقۡشَبَنۡدِيَّةِ كَثَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی طَالِبِيۡهَا وَاَوۡصَلَ اللّٰهُ سَالِكِيۡهَا، فَرَاَيۡتُ فِيۡهِ اَسۡرَارَهَا وَاَنۡوَارَهَا وَآثَارَهَا، فَاسۡتَخۡرَتُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی لِاِجَازَةِ الۡاِرۡشَادِ لِطَّالِبِیۡ وَصُوۡلِ اللّٰهِ وَسَالِكِيۡنَ اِلَی اللّٰهِ، فَاَمَرَنِیۡ وَاَلۡهَمَنِیۡ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَنۡ اَجَزۡتُ لِلۡاِيۡصَالِ وَاِرۡشَادِ، فَاَجَزۡتُ لِاِرۡشَادِ الطَّالِبِيۡنَ وَاِكۡمَالِ السَّالِكِيۡنَ اَجَازَةً ظَاهِرَةً عَامَّةً بِمُحۡضَرٍ مِنَ الۡمَشَائِخِ الۡعِظَامِ الۡعُلَمَآءِ الۡكِرَامِ وَالۡفُقَرَآءِ ذَوِی الۡاِحۡتَرَامَ، كَمَا اَجَازَنِیۡ مَشَائِخَ الطُّرُقِ الۡمَذۡكُوۡرَةِ قُدِّسَ اللّٰهُ اَسۡرَارَهُمۡ وَيَدَهٗ كَيَدِیۡ، فَمَنۡ بَايَعَه فَكَاَنَّمَا بَايَعَنِیۡ وَمَنۡ بَايَعَنِیۡ، فَكَاَنَّمَا بَايَعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَفۡضَلُ الصَّلٰوةِ

وَاَكْمَلَ التَّحِيَّاتِ وَاَسْئَالُ اللّٰهَ لَاَجْلِهِ الْاِسْتِقَامَةَ وَالسَّدَادِ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمُسْتَقِيْمَةِ وَالْبَشَارَةَ وَالدَّوَامِ عَلٰى طَرِيْقَةِ الْغَرِيْمَةِ، وَاَيْضًا اَجْزَتُهٗ لِتَعْلِيْمِ عِلْمُ التَّفْسِيْرِ وَالْحَدِيْثِ وَالتَّصَوُّفِ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ الرَّفِيْقَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. آمِيْن.

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا اور رحمت کاملہ نازل ہو اُس کے رسول (مقبول) حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر، جو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والے اور اعلیٰ اخلاق والے ہیں اور آپ کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر ہو جو اللہ مہربان و رحیم تک پہنچنے کے راستے کے راہنما ہیں۔

امابعد، پس کہتا ہے بندہ فقیر عبدالرحیم بن وجیہ الحق والدین (دہلوی)، اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے والدین کی مغفرت فرمائے اور ان دونوں اور اس (مؤلف) سے خیر کا معاملہ فرمائے۔

بے شک صالح و پرہیز گار فرزند حبیب الدین بن منبع الحائق والمعارف شیخ محمد پھلتی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے میری صحبت اختیار کی اور مجھ سے علم تفسیر، حدیث اور تصوف سیکھے۔ میں نے ان کو بلند طریقہ قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ، اللہ تعالیٰ ان سلاسل کے طالبین میں اضافہ فرمائے اور ان کے سالکین کو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ جوڑے، کی تلقین کی۔ پس میں نے جب ان میں ان سلاسل کے اسرار وانوار اور آثار ملاحظہ کیے تو میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے طالبین اور اللہ تعالیٰ (کی درگاہ) کے سالکین کی راہنمائی کی اجازت دوں۔ پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا اور توفیق بخشی کہ میں ان کو ایصال و ارشاد کی اجازت دوں۔ پس میں نے ایک عام مجلس میں مشائخ عظام، علمائے کرام اور بڑے محترم فقراء کے سامنے انہیں طالبین کے ارشاد اور سالکین کو کمال تک پہنچانے کی اجازت دے دی، جس طرح کہ مجھے مذکورہ سلاسل کے مشائخ قدس اللہ اسرارہم نے اجازت عنایت فرمائی تھی۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ پس جس نے ان کی بیعت کی، گویا اس

نے میری بیعت کی اور جس نے میری بیعت کی، گویا اس نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی بیعت کی۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے استقامت اور سیدھے راستے پر قائم رہنے اور طریقہ عالیہ کے لیے خوشخبری اور دوام کی دعا کرتا ہوں۔ نیز میں نے ان کو علم تفسیر، حدیث اور تصوف کی تعلیم کی بھی اجازت دے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عنایت فرمانے والے ہیں اور ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اے اللہ (اس دعا کو) قبول فرما۔

مکتوب نمبر-۱۴

(مکتوب الیہ کا نام مذکور نہیں)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود ہو اُس کے رسول حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ کی سب آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر۔

ظاہری و باطنی کمالات کے مجمع اور صوری و معنوی بھلائیوں کے سرچشمہ کی خدمت میں احقر فقیر محمد عبدالرحیم کی طرف سے محبت بھرے سلام کے بعد واضح ہو کہ ملاقات کا اشتیاق اس سے زیادہ ہے کہ تحریر کیا جائے۔ دوّم یہ کہ بعض طالبین خدا اور برادران صدق و صفا طریقہ اخذ کرنے کے لیے (آپ کی) خدمت عالی میں رجوع کرتے ہیں اور جبکہ بلند ہمتی اور اولوالعزمی (آپ کو) حاصل ہے، (اس کے باوجود) اس زمانے کے طالبین کی بے استعدادی پر نظر کرتے ہوئے (آپ) طریقہ عالیہ کے سکھانے اور خیر کثیر کے اجراء کی جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ درحقیقت اگر طالبین کی کوتاہی پر نظر رکھی جائے تو اسرار حق کا ایک حرف بھی بیان نہیں کیا جا سکتا، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اہلِ طلب کو طریقہ عالیہ کے قواعد سکھائے جائیں، (اس طرح) ہر آدمی اپنی استعداد کے مطابق بہرہ ور ہوگا۔ نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَاءً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا، فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ سَامِعٍ''

یعنی: اللہ تعالیٰ اس آدمی کو سرسبز و شاداب رکھے، جس نے ہم سے

ایک چیز سنی، پھر اس کو اُسی طرح آگے پہنچایا، جیسے اسے سنا تھا، سو بہت سے
پہنچائے ہوئے، سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں۔

بزرگوں کا جو طریقہ یہاں تک پہنچا ہے، وہ یہی ہے کہ (آپ کو) اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ جو طالب بھی آئے، (آپ) اسے طریقہ سکھانے کا حق ادا کریں۔ ''فَکُلُّ نَصِیْبٍ یُصِیْبُهٗ''۔ یعنی: سو ہر شخص اپنا نصیب پالے گا۔ اگر (آپ کا) طریقہ کا اظہار نہ کرنا عدم اجازت کی وجہ سے ہے، جو کہ طریقہ کے اظہار کی شرط ہے، تو آپ اس فقیر کی طرف سے اجازت سمجھیں۔

اس فقیر کو عالم ارواح میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح پُرفتوح سے اجازت ہے اور صاحب طریقہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی اجازت ہے۔ ظاہر میں عارف ربانی، ماہر اسرار سبحانی حضرت سیّد عبداللہ قُدِّسَ سِرُّهٗ سے اجازت ہے اور ان کو (حضرت) شیخ آدم بنوری (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کو (حضرت) مجدد الف ثانی قُدِّسَ سِرُّهٗ سے اجازت ہے۔ نیز اس فقیر کو قدوۃ العارفین، زبدۃ العارفین، زبدۃ المخلصین (حضرت) خواجہ ابوالقاسم قُدِّسَ سِرُّهٗ جو خلیفہ جیو (کے لقب) سے مشہور ہیں، اجازت ہے، ان کو اعلم علماء اور اعرف عرفاء (حضرت) ملا ولی محمد قُدِّسَ سِرُّهٗ اور ان کو صاحب طریقہ وسلوک (حضرت) میر اکبر علی آبادی قُدِّسَ سِرُّهٗ سے اور ان کو (حضرت) خواجہ عبداللہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے اور ان کو اپنے ماموں (حضرت) خواجہ محمد یحییٰ قُدِّسَ سِرُّهٗ سے ان کو (حضرت) مولانا خواجہ عبدالخالق قُدِّسَ سِرُّهٗ سے اور ان کو اپنے ماموں پیشوائے ابرار (حضرت) خواجہ عبیداللہ احرار قُدِّسَ سِرُّهٗ سے اجازت ہے اور طریقہ قادریہ وچشتیہ کے اسماء (گرامی) جو حضرت مجدد الف ثانی قُدِّسَ سِرُّهٗ تک پہنچتے ہیں، لکھ کر بھیجے جائیں گے۔

مکتوب نمبر-۱۵

بنام فیض اللہ (رحمۃ اللہ علیہ)

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا۔

ترجمہ: حمد کرتے ہوئے اور درود وسلام پڑھتے ہوئے۔

اَمَّا بَعْدُ، برادر فیض اللہ، ہمیشہ اللہ کے فیض کے منتظر رہیں۔ اے بھائی! اللہ کا فیض اچانک پہنچتا ہے، مگر دل آگاہ کو نصیب ہوتا ہے۔ جانتے ہو کہ دل آگاہ کون ہے؟ ایسا دل جو آداب سے آراستہ ہو۔ ادب کی تین قسمیں ہیں: اللہ کا ادب، اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ادب اور اللہ کی مخلوق کا ادب۔ ''فَمَنْ حَافَظَ الْاَدَبَ بَلَغَ مُبْلَغَ الرِّجَالِ.''

یعنی: پس جس نے ادب کی حفاظت رکھی، وہ (کامل) مردوں میں شامل ہو گیا۔

(حضرت) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ (منورہ) کی گلیوں میں کبھی سوار نہ ہوئے، اس لیے کہ جس جگہ پروردگار عالمین کے محبوب اور سردار الانبیاء علیہ افضل التحیات واکمل التسلیمات پیدل چلے ہیں، وہاں سوار ہونا بے ادبی ہے۔ وہ بزرگ امام جس جگہ قدیم عمارت دیکھتے تھے، پورے ادب سے (اسے) چوما کرتے تھے، اس امید کے ساتھ کہ شاید گلستان نبوت کے پھول اور باغ رسالت کے ثمرہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اپنا ہاتھ (مبارک) لگایا ہو۔ جب فیض پہنچے گا تو آنکھ کھل جائے گی اور آپ فیض مقدس کا نظارہ کریں گے اور اس کے قرار پکڑنے کے بعد آپ فیض اقدس کے اسرار تک پہنچ جائیں گے۔ اس قدر افاضہ وفیض پاؤ گے کہ افاضہ وفیض کا اثر نظر سے پوشیدہ ہو جائے گا (اور) فیاض (ذاتِ الٰہی) کے سوا کچھ نہیں دیکھو گے۔ جب سعادت ازلی حاصل ہو گی تو تمہیں ایمان ویقین کا کمال نصیب ہو جائے گا (اور) تم تمام فیوض سے فنا ہو جاؤ گے اور فیاض (ذات الٰہی) سے باقی ہو جاؤ گے۔

''اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ فَهُوَ اللّٰهُ'' (۷۵) یہی ہے:

این است کمال مردِ راہِ خدا

در ہر چہ نظر کند خدارا بیند

یعنی: اللہ کے راستے کے مرد کا کمال یہ ہے کہ وہ جس میں نگاہ کرتا ہے (اس میں) خدا کو دیکھتا ہے۔

ع۔ قلم اینجا رسید و سر بشکست

یعنی: قلم اس جگہ پہنچا تو (اس کا) سر ٹوٹ گیا۔

مکتوب نمبر-۱۶

بنام شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ)

اَسرَارِ کَمَاھِیَ (۷۶) کے ماہر، یعنی میاں شیخ محمد سلمہ اللہ تعالیٰ (اللہ انہیں سلامت رکھے)۔آپ کا سلام پورے اشتیاق سے مطالعہ میں آیا۔ واضح ہو کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے:

''مَنِ اسۡتَوٰی یَوۡمَاہُ فَھُوَ مَغۡبُوۡنٌ.''

یعنی: جس کے دو دن برابر ہوں، وہ نقصان والا ہے۔

پس چاہیے کہ ایک سانس بھی جدوجہد سے غافل نہ رہا جائے اور نسبت کی مقدار و کیفیت کے اضافے میں پوری سعی کی جائے۔ اگر (حضرت) نوح (علیہ السلام) کی عمر بھی اس میں صَرف ہو جائے تو ذرہ بھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ''عَزِیۡمٌ لَایَقۡضِیۡ دَیۡنَہٗ وَغَرِیۡبُ لَایُؤَدِّی حَقَّہٗ'' (۷۷) سے یہی مراد ہے۔

متفرق اشغال اور مختلف اوراد کو چھوڑ دینا چاہیے اور قوی جمعیت (کے حامل امور) سے دائم متوجہ رہنا چاہیے:

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

یعنی: نہ میں رات ہوں (اور) نہ (ہی) رات کو پوجنے والا ہوں کہ رات کی بات کروں، کیونکہ میں سورج کا غلام ہوں، (لہٰذا) سب (کچھ) سورج (ہی) سے (متعلق) کہتا ہوں۔

اے بھائی! ''اَلسُّکُوۡنُ عَلٰی قَلۡبِ الۡاَوۡلِیَآءِ حَرَامٌ اَصۡلاً''۔

یعنی: اولیاء کے دل پر سکون اصلاً حرام ہے۔ اس (قول) پر سب کا اتفاق ہے۔

ماضی و حال کا موازنہ کرنا طریقت کے واجبات میں سے ہے۔ اس حقیر کو جو اصول پنجگانہ عطا فرمائے گئے ہیں، ان کی ادائیگی میں ہمت صَرف کرنی چاہیے اور دائم (ان امور کا لحاظ رکھنا چاہیے):

''اَلذِّكْرُ وَالتَّقْوىٰ عَلىٰ كُلِّ حَالٍ وَاِيْصَالُ النَّفْعِ لِخَلْقٍ مِّنْ غَيْرِ تَفْرِقَةٍ وَعَدَمَ تَفْضِيْلِ نَفْسِهٖ عَلىٰ اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَالتَّوَاضُعُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَبِخَلْقِ اللّٰهِ.''

یعنی: ہر حال میں ذکر و تقویٰ اور مخلوق کو بغیر کسی تفریق کے نفع پہنچانا، اور اللہ کی کسی (بھی) مخلوق سے خود کو افضل نہ سمجھنا اور اس کے حکم کے لیے اور اللہ کی مخلوق کے لیے تواضع اختیار کرنا۔

وَالسَّلَامُ (اور سلام ہو)۔

مکتوب نمبر-۱۷

بنام میاں شیخ ابو معظم (رحمۃ اللہ علیہ)

بھائی میاں شیخ ابو معظم ہمیشہ یادِ حق میں مستغرق رہیں۔ یاد کو برباد کرو، دیکھو کہ پھر کیا رہ گیا۔ اور سلام ہو۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ. (سورۃ الانعام، آیت ۹۱)

یعنی: آپ فرمائیں: اللہ! (اور) پھر اُن کو چھوڑ دیں۔

درویش عبدالرحیم کی طرف سے سلام کے بعد واضح ہو کہ انبیاء اور اولیاء کی شرمندگی کیا ہے؟ بلندی سے نیچان میں آنا۔ ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ.''(۷۸)

یعنی: ابرار کی نیکیاں، مقربین کے (نزدیک) گناہ ہیں۔

بارگاہِ الٰہی کا مقرب ہزار شغل سے آگاہ نہیں ہے۔ آگاہ کون ہے؟ جو آگاہی سے بے خبر ہے۔ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَكْبَرُ.(۷۹) یعنی: علم سب سے بڑا پردہ ہے۔ (حضرت) امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے: علماء کا علم میرے عمل کو نہیں پہنچتا اور میرا علم صوفیہ کے علم کو نہیں پہنچتا اور صوفیہ کا تمام علم اس لطیفہ میں (مذکور) ہے: اَلْوَقْتُ سَيْفٌ قَاطِعٌ. یعنی: وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔

جس کام میں (تمہارے لیے) نفع نہ ہو، اسے مت پسند کریں۔

ع یارے کہ ردو نفع نیابد مگزیں

یعنی: جس دوست میں نفع نہ ہو، اسے مت اپنا۔

چاہیے کہ درس اس قسم کا ہو کہ اس سے آگاہی (نصیب) ہو اور درجہ اعتدال (میں) ہو۔ جو احباب طریقت کے موافق اور باشریعت ہوں، ان کے ساتھ التفات کرتے رہیں اور مراقبہ، محاسبہ، مشارطہ، معاقبہ اور مجاہدہ سے لحظہ بھر بھی خالی نہ رہیں،

کیونکہ اس طریقہ (نقشبندیہ) کی بنیاد نفس (سانس) پر ہے اور دوسرے طریقوں کی بنیاد زبان سے حق حق کہنے پر ہے۔

ان دنوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات (اقدس) سے بلاواسطہ بعض معارف اخذ کیے گئے ہیں۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی لکھا جائے گا اور یہ حقائق وہ ہیں جو پہلے گزرے ہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کَرَمِہٖ وَمَنِّہٖ. یعنی: ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اس کے کرم اور اس کے احسان پر۔

بھائی محمد معظم اور شیخ عبدالوہاب وغیرہ جو کہ معنوی اور صوری رابطہ رکھتے ہیں، کو سلام پہنچائیں۔

مکتوب نمبر-۱۸

بنام میاں شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ)

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا۔

ترجمہ: حمد کرتے ہوئے اور درود وسلام پڑھتے ہوئے۔

اَمَّا بَعْدُ، حقائق سے آگاہ، معارف سے باخبر، بزرگی کے لائق، کمالات کا اکتساب کرنے والے، یعنی میاں شیخ محمد سلمہٗ، بحر احدیت میں ہمیشہ مستغرق رہ کر خوش حال رہیں۔ پسندیدہ مکتوب ملا۔ خوشی حاصل ہوئی۔ میں نے غوث محمد کے لیے ایک کتاب تحریر کی تھی جو حقائق و دقائق کے عجائب و غرائب پر مشتمل تھی۔ اس کتاب میں نیز لکھا گیا تھا کہ اختیار کی لگام کس کے ہاتھ میں ہے؟ باتیں میں لکھتا تھا، لیکن (یہ) ایک راز سے خالی نہیں کہ کون لکھواتا تھا؟ (اور) میں نہیں جانتا کہ کس شخص کے لیے لکھوائی جاتی تھیں اور وہ اس بھائی کے لائق نہ تھا اور وہ آخری مکتوب جو اپنی ہمت کو سکر سے (باہر) نکال کر محمد غوث کی اہلیت کے مطابق لکھا گیا تھا، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ دوبارہ کسی خط میں لکھا جائے گا۔

برادرم محمد غوث، سلام کے بعد آگاہ ہوں کہ جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآءِ وَرَزَقَکُمُ اللّٰہُ عِشْقَہٗ وَشَوْقَہٗ، یعنی: اللہ تمہیں جزائے خیر سے نوازے اور اپنے عشق و شوق (دیدار) کو تمہاری روزی (مشغلہ) بنا ڈالے۔

برادرم شیخ معظم سلمہٗ کو سلام پہنچائیں اور حقائق و معارف سے آگاہ اور مقربان درگاہ الٰہی کے سجادہ نشین میاں شیخ محمد عاقل سلمہٗ کی خدمت میں سلام اور اشتیاق پہنچائیں۔ عبدالحفیظ، میاں شیخ عبدالحکیم، میاں جان محمد سلمہٗ، میاں عبدالباقی، میاں انور اور حافظ فقیر اللہ سلمہٗ کی خدمت میں سلام مسنون پہنچائیں۔

مکتوب نمبر-۱۹

بنام میاں شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اُس کے رسول حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر درود ہو اور آپ کی تمام آل (اطہارؓ) پر۔

اَمَّا بَعْدُ، فقیر عبدالرحیم کی جانب سے حقائق و معارف سے آگاہ، حضرت الٰہی کے اسرار کے ماہر، مقرب درگاہ (یزدانی)، حضرت احد کے طالبین کے پیشوا، یعنی میاں شیخ محمد سلمہٗ کی خدمت میں (واضح ہو کہ) وہ ہمیشہ معارج فی اللہ کی ترقی میں رہیں۔ عرصہ دراز ہوا کہ اس بھائی کی طرف سے کوئی پیام، سلام اور خبر نہیں آئی۔ دل پریشان ہے، (لہٰذا) چاہیے کہ وہ اس جانب کسی آنے والے کے ہاتھ اپنی سلامتی کی خبر ضرور بھیجیں، کیونکہ (ادھر آنے والے) اکثر لوگ اس جگہ موجود ہیں۔

مشیخت مآب اور کمالات اکتساب میاں شیخ محمد عاقل جیو کی خدمت میں بندہ کا سلام پہنچائیں اور بھائیوں اور محبت رکھنے والوں کو سلام پہنچے۔ (اس سے) زیادہ فرصت نہیں۔

مکتوب نمبر-۲۰

بنام میاں شیخ محمد عارف (رحمۃ اللہ علیہ)، والدہ (ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا) شیخ میاں محمد (رحمۃ اللہ علیہ) اور میاں محمد معظم (رحمۃ اللہ علیہ)

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا۔

ترجمہ: حمد کرتے ہوئے اور درود وسلام پڑھتے ہوئے۔

اَمَّا بَعْدُ، درویش محمد عبدالرحیم کی جانب سے بزرگوار برادرم میاں شیخ محمد عارف، والدہ میاں شیخ محمد اور برادر میاں محمد معظم (کو واضح ہو کہ آپ کا) خط ملا۔ رضا وصبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۶)

ترجمہ: ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

حق جل شانہٗ انہیں مغفرت نصیب فرمائے اور آپ کو (اپنی) محبت وشوق عطا فرمائے۔ میاں شیخ محمد اور میاں محمد عاقل کی بیماری کی شدت کا سُن کر بڑی تشویش لاحق ہوگئی ہے۔ حق سبحانہٗ (اپنی) حفظ وامان میں رکھتے ہوئے (انہیں) صحت عطا فرمائے۔

ہر لحظہ خط کا انتظار ہے۔ چاہیے کہ جلد کسی اس جانب آنے والے کے ہاتھ وہاں کی خبر ضرور ضرور لکھ بھیجیں کہ دل اسی جانب متوجہ ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اس کے کرم اور احسان سے مصیبت مکمل طور پر رفع ہو جائے گی۔

تمام بھائیوں اور دوستوں کو سلام پہنچے۔ برادرم دلدار بیگ کو بہت زیادہ سلام پہنچے اور وہ یادِ حق میں مصروف رہیں، کیونکہ زندگی بڑی قیمتی (شے) ہے۔ آپ خود بہتر جانتے ہیں، لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مکتوب نمبر-۲۱

بنام شیخ محمد (رحمۃ اللہ علیہ) اور میاں شیخ محمد معظم (رحمۃ اللہ علیہ)

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا۔

ترجمہ: حمد کرتے ہوئے اور درود وسلام پڑھتے ہوئے۔

خیر انجام سلام کے بعد ہر ایک بھائی، یعنی میاں شیخ محمد اور میاں شیخ محمد معظم کو معلوم ہو کہ جونہی میاں شیخ محمد کی بیماری کی خبر پہنچی، ہم پوری طرح اس جانب متوجہ ہو گئے، اس کے بعد جب آپ کی بیماری کی خبر ملی تو بہت زیادہ فکر و غم لاحق ہو گیا۔ چنانچہ اکثر دوستوں کو (یہ) محسوس ہوتا تھا۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ فقیر پوری طرح شیخ محمد کی طرف متوجہ ہوں۔ جو کچھ ہو گا، وہ ہو گا، لیکن میرے دل کی خواہش ہے کہ شیخ محمد زندہ رہیں اور صحت یاب ہوں۔ ہر چند بعض احباب نے کہا کہ دوسرے کے بارے میں بھی متوجہ ہوں، (مگر) میں نے کہا کہ طبیعت طبعی طور پر انہی کی جانب متوجہ ہے (اور) کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ مدتوں ہم اس توجہ میں (محو) رہے، بلکہ دوسرے اشغال کو ترک کر بیٹھے۔ جب اس خط میں تمہاری صحت کی خبر پہنچی تو فرحت حاصل ہوئی۔ اَلشُّكْرُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ، یعنی: اللہ کا شکر و احسان ہے۔

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ قصبہ کے تمام بھائیوں کے بارے میں (توجہ) ہے اور دعا کی جائے گی۔ وَالْمَرْجُوْ مِنَ اللّٰهِ الْقُبُوْلُ، یعنی: اللہ سے قبولیت کی امید ہے۔

بارہا میں احباب سے یہی کہتا تھا کہ جو کچھ رہتا ہے، رہے اور جو کچھ ہوتا ہے، ہو، (لیکن) شیخ محمد کو حق سبحانہٗ صحت و عافیت کے ساتھ رکھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالشُّكْرُ، یعنی: اللہ کی تعریف اور شکر ہے کہ حضرت حق (تعالیٰ) نے قبول فرمایا۔ جب دل اس توجہ سے فراغت پائے گا تو اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عام توجہ کی جائے گی اور (اس میں) سبھوں کو شامل کیا جائے گا۔

مکتوب نمبر-۲۲

بنام شیخ عنایت اللہ (رحمۃ اللہ علیہ)

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا۔

ترجمہ: حمد کرتے ہوئے اور درود و سلام پڑھتے ہوئے۔

بزرگی کے لائق اور کمالات کا کسب کرنے والے میاں شیخ عنایت اللہ سلمہٗ، ہمیشہ حق جل شانہٗ کی عنایت میں رہتے ہوئے محفوظ اور خوش رہیں۔ زخمی دل درویش عبدالرحیم کی جانب سے سلام پہنچانے کے بعد آگاہ ہوں کہ آپ کا خط شریف ملا اور (اس میں) دعا کرنے کی تاکید لکھی تھی۔

اے بزرگوار محترم! طبیعت کی غفلت، راستے کی طوالت، نیز موسم کی گرمی اور شفیق دوست کی نایابی کی بدولت (آپ کی) ملاقات شریف کی لذت پانے سے معذور رہا ہوں۔ حقیر و فقیر کے خیال میں طریقت کی حقیقت یہ (ہے کہ) خدا سے واصل، ہر شخص کے درمیان، ہر آدمی کے ساتھ، لیکن ہر شخص سے الگ رہو۔

مولانائے بزرگ، یعنی شیخ محمد دریافت کرتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ (اسے) سننے اور سمجھنے کے بعد معاف فرمادیں گے۔ واصل حق شیخ محمد سلمہٗ (کی ملاقات) کا بہت زیادہ شوق ہوا، مدت مدید اور عرصہ دراز ہوا کہ ان بھائی کو دیکھا نہ سنا ہے، دل اسی طرف متوجہ ہے۔ اَلْعِشْقُ وَالصَّبْرُ، ثُمَّ تَسْلِیْمُ۔ یعنی: (اوّل) عشق اور (پھر) صبر چاہیے (اور) بعد ازاں تسلیم (یعنی رضائے الٰہی)۔

مکتوب نمبر-۲۳

بنام ایک نیک خاتون (رحمۃ اللہ علیہا)

زمانہ کی صالحہ اور مخلصانہ یگانہ، محبت بھرے سلام کے بعد واضح ہو کہ اپنے قیمتی اوقات کو غفلت اور بیکاری میں ضائع نہ کریں اور اپنی نفیس سانسیں حق تعالیٰ کے ذکر کے بغیر نہ گزاریں۔

ہر یک نفس کہ میرود از عمر گوہر یست
کانرا خراج ملک دو عالم بود بہا
مپند این خزانہ دہی رائیگان بود
وانگہ بروئے خاک نہی دست بے نوا

ترجمہ: ہر سانس جو گزر رہا ہے، وہ زندگی کا ایک موتی ہے، کہ دو جہان کی سلطنت کا خراج اس کی قیمت ہے۔

○ اس خزانہ کو ضائع کرنے کی چیز مت سمجھ، (کہ بالآخر) ایک روز تو (اپنا) بے نوا ہاتھ خاک پر رکھے گا (یعنی تو مر جائے گا)۔

پس خلقت کی صحبت چھوڑ دیں اور خالق کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اپنے اوقات کو قرآن کی تلاوت، ہمیشہ کے ذکر اور کامل توجہ کی حضوری سے معمور رکھیں۔ آیت کریمہ: "اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ"[۸۰] (سورۃ الفرقان، آیت ۴۵) پڑھیں اور خود کو آئینہ کی صورت و سایہ کی مانند سمجھیں۔ سایہ ہمیشہ بے مایہ ہے اور صورت کی نمائش بے بود (فانی) ہے۔ حق تعالیٰ کی معیت مخلوق کے ساتھ نہ گفتگو میں آسکتی ہے اور نہ سنی جا سکتی ہے۔ پس "صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ"[۸۱] (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۷۱) عارفوں کا نصیب ہے۔ ہستی حقیقی کا جاننا نادانوں اور غافلوں کا کام ہے۔ جس شغل (وظیفہ) کی میں

نے تلقین کی ہے، اسے اپنا نصب العین بنائیں اور ایک سانس بھی غفلت میں نہ گزاریں۔ اگر تم اوپر دیکھو تو سب اللہ ہے اور اگر نیچے دیکھو تو سب اللہ ہے۔ اگر دائیں طرف دیکھو تو سب اللہ ہے اور اگر بائیں جانب دیکھو تو سب اللہ ہے۔ اگر خود میں دیکھو تو سب اللہ ہے۔ تمام حرکتیں اور ارادے اللہ ہی کی جانب سے ہیں۔ پس ہمیشہ اسی نسبت میں کوشش کرو اور خود کو اپنی نگاہ سے پوشیدہ رکھو۔

ع۔ ماند الّا اللّٰہ باقی جملہ رفت

یعنی: اللہ ہی دائم رہا، باقی سب کچھ فنا ہو گیا۔

اَللّٰہُ لَیۡسَ فِیۡ الۡوُجُوۡدِ غَیۡرُ اللّٰہِ ،یعنی: اللہ ہی ہے، اللہ کے سوا کوئی شے وجود میں نہیں۔

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرۡھُمۡ. (سورۃ الانعام، آیت ۹۱)

یعنی: آپ فرمائیں اللہ! پھر ان کو چھوڑ دیں۔

یعنی: (کہو) اللہ بس، غیر اللہ (سب) ہوس اور سانس رک گئی۔

دوہڑا:

ہون یا نہیں ہوناں رے ہونا نہیں ہوناں
سبھی اندھیارا سٹ گیا دیپک دیکھت یا نہ

یعنی: کسی کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، جب حق آجائے تو باطل کا اندھیرا چلا جاتا ہے۔

نسبت باطنی کے سبب (نماز) چاشت اور تہجد فوت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ اس میں بے شمار ثمرات وکمالات ہیں۔

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است
تعلیم کن اگر ترا دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ
در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ: دل نے کہا کہ مجھے علم لدنی کی تمنا ہے، اگر تو (اسے) جانتا ہے تو مجھے اس کی تعلیم دے۔

۞ میں نے کہا (پڑھو) الف، کہنے لگا آگے، میں نے کہا کچھ نہیں۔ (کیونکہ) اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

وَالسَّلَامُ ثُمَّ الْاِشْتِيَاق.

یعنی: اور سلام پہنچے (اور) پھر شوق (نصیب رہے)۔

مکتوب نمبر-۲۴

بنام شیخ عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) اور میاں شیخ معظم (رحمۃ اللہ علیہ)

کمالات کے مالک اور (اچھی) صفات اور نیکیوں کے حامل برادرم شیخ عبدالوہاب اور میاں شیخ محمد معظم دونوں کو (اللہ تعالیٰ) اپنے عشق و محبت میں (مستغرق) رکھے اور نبی (اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور آپؐ کی آل امجادؓ کے صدقے نہایت بلند مراتب جو انسانی کمالات کی انتہا ہیں، سے مشرف فرمائے۔ حالات لائق شکر ہیں۔ ان بھائیوں کی دونوں جہان کی بھلائی مطلوب ہے۔ اے بھائی! حق تعالیٰ نے فلاح کو ذکر کثیر سے وابستہ فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (سورۃ الجمعۃ، آیت ۱۰)

ترجمہ: پس تم اللہ کی یاد بہت زیادہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

ذکر کثیر یہ ہے کہ میں اپنی ذات اور تمام ماسوی اللہ (چیزوں) کو بھلا دوں اور بھولنے کی نسبت کو بھی بھلا دوں۔ فَلَا يَبْقٰى غَيْرُ اللّٰه۔ یعنی: ''پھر غیر اللہ باقی نہ رہے۔'' ہمارا حال بن جائے، یعنی وجود موہوم کی بجائے وجود موہوب قرار پائے (اور) فَاِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ، (۸۲) یعنی: ''جب فقر کمال کو پہنچے تو وہ اللہ ہے'' رہ جائے۔

حقیقی فلاح و نجات یہ ہے:

ہر کرا آن آفتاب آنجا بتافت
آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

یعنی: جیسے اس سورج نے وہاں گرمایا، جس چیز کا وعدہ وہاں کا تھا، اسے وہ یہاں ہی مل گئی۔

رَزَقَ اللّٰهُ اِيَّانَا وَاِيَّاكُمْ، یعنی: اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں (یہ حالت) نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر-۲۵

بنام شیخ حسام الدین (رحمۃ اللہ علیہ)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور درود ہو اللہ کے رسول (مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ کی تمام آل (اطہارؓ) اور تمام صحابہ (کرامؓ) پر۔

اَمَّا بَعْدُ، جناب فضیلت مآب اور حقائق و معارف کے کسب کرنے والے حسام الدین والملۃ والدین کے لیے ربانی تائیدیں اور سبحانی جذبات راہنما ہوں اور بے انتہا معارف کے درجات تک پہنچانے کے لیے لگاتار اور مسلسل شوق الٰہی انہیں نصیب ہو۔

محبت بھرا سلام پیش کرنے کے بعد واضح ہو کہ یہ نحیف اس بھائی کی مبارک حالت سے بہت زیادہ محظوظ ہے اور محبت ایک ایسے درجہ میں سے ہے کہ نہ وہ رشتۂ تحریر میں لائی جا سکتی ہے اور نہ ہی میزان تقدیر میں سما سکتی ہے۔ اس فقیر کی محبت کا اندازہ اپنی محبت سے کریں۔ فَنَطْوِیْ لِسَانَ الْقِیْلِ وَالْقَالِ وَنَنْظُرُ حَقِیْقَۃَ الْحَالِ:

یعنی: ہم قیل وقال سے زبان کو روکتے ہیں اور حقیقت حال کو دیکھتے ہیں۔

حق سبحانہٗ وعم احسانہٗ سے آپ بھائی کے حق میں دعا کی گئی ہے کہ اے اللہ! تو کمال توحید، جو کہ ولایت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ثمرہ اور صراطِ مستقیم اور نہج قدیم سے عبارت ہے، ظاہری و باطنی طور پر بغیر کسی سابقہ عمل کے، محض اپنے فضل و کرم سے ان بھائی کو نصیب فرما۔ اور تجلی ذاتی کی نسبت کا ایسا کمال جس سے بڑھ کر کسی چیز کا تصور نہیں، وہ ان کی چشم بصر و بصیرت پر ظاہر فرما، ان کو ہمت کی بلندی عنایت فرما۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ، یعنی: بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کی بلندی کو دوست رکھتا ہے۔

ابرار کی بلندی ہمت کیا ہے؟ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس معنی میں کہ لَافَاعِلَ وَلَامَصْرِفَ فِي الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰه، یعنی: وجود میں کوئی فاعل اور تصرف کرنے نہیں والا ہے۔ ایسے لوگوں کی شان ہے کہ بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرُ وَ بِیْ یَبْطِشُ وَ بِیْ یَنْطِقُ.[۸۳]

یعنی: وہ میرے ذریعے سنتا ہے، میرے ذریعے دیکھتا ہے، میرے ذریعے پکڑتا ہے اور میرے ذریعے بولتا ہے۔

(اپنی) حاجتوں اور ضرورتوں کی تکمیل کے لیے تمام تدبیروں میں تصرف نہ کرنا، ان کی شان کی علامت ہے۔

تا ترک علائق و عوائق نہ کنی
یک سجدہ شائستہ و لائق نہ کنی
ہر گز بمراد خویش و اصل نہ شوی
تا ترک خود و جملہ خلائق نہ کنی

ترجمہ: جب تک تو تعلقات اور رکاوٹوں کو ترک نہ کر دے، اس وقت تک تو ایک شایانِ شان سجدہ بھی نہیں کرسکتا۔

* تو ہرگز اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکتا، جب تک خود اور تمام مخلوق کو ترک نہیں کرتا۔

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ[۸۴] ان بزرگوں کا حال ہے۔ تجلی صفاتی ان بزرگواروں کا مقام ہے۔ اس بلند مقام کی حقیقت صفات حقیقیہ اور صفات خلقیہ ہیں۔

منقول ہے کہ جب نمرود مردود نے رب جلیل کے خلیل (علیہ السلام) کو آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ کے بدن مبارک سے لباس اتار کر آگ میں پھینک دیا۔ تمام مقربین اور فرشتوں نے روتے ہوئے حیرت زدہ ہو کر چیخ و پکار بلند کی کہ (یہ) ایک عجیب معاملہ اور راز ہے کہ اپنے دوستوں کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں، دوسروں کے ساتھ کیا کریں گے۔ (حضرت) جبرئیل (علیہ السلام) نے رب جلیل سے اجازت مانگی کہ اے باری تعالیٰ آگ کو خلیل (علیہ السلام) کے لیے سرد بنا دوں۔ حکم (الٰہی) ہوا کہ اگر اپنی عاقبت کی بھلائی چاہتے ہو تو پھر ہمارے خاص دوستوں کے اسرار میں دخل اندازی مت کرو۔ عرض کی گئی کہ

اگر حکم ہو تو خلیل (علیہ السّلام) کی معذرت کروں۔ فرمان ہوا کہ معذرت کرو، لیکن ان کی مرضی کے بغیر ہرگز کوئی کام نہ کرنا۔ (حضرت) خلیل علیہ السّلام آگ کی فضا میں پہنچے تھے کہ یہ آزمائش ہوئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے کہا:

اے ابراہیم (علیہ السّلام)! ''اَلَکَ اِلَیَّ حَاجَۃٌ؟'' یعنی: کیا آپ کو میری کسی خدمت کی ضرورت ہے؟

حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) نے فرمایا: ''اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا''۔ ''نہیں! تمہارے لائق کوئی کام نہیں!''

حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے کہا: ''قُلْ رَبِّکَ''۔ یعنی: فرمائیں، اپنے رب سے (کوئی حاجت ہے)۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا: ''حَسْبِیْ سُئُوَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ''۔ یعنی: وہ میرے سوال کے لیے کافی ہے (اور) وہ میرے حال سے آگاہ ہے۔

فرشتوں نے جب خاکی (حضرت ابراہیم علیہ السّلام) کی بلند ہمتی کو دیکھا تو وہ اپنی عاجزی و نادانی کے معترف ہو گئے اور انہوں نے اعراض و روگردانی کے غرور کو اپنے سر سے نکال دیا۔

پس طالب حق کو چاہیے کہ اپنے تمام کاموں میں، خواہ زیادہ ہوں، یا خواہ کم حضرت خلیل (علیہ السّلام) کی طرح رب جلیل کو اپنا وکیل (کارساز) بنائے اور مخلوقات سے بالکل امید و لالچ نہ رکھے۔

مروی ہے کہ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی) رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس دنیا کی پستی سے اس جہان کی بلندی کی طرف سفر فرمایا تو حضرت باری تعالیٰ نے لطف و انبساط کے طور پر خطاب فرمایا کہ (اے) بایزید! ہماری درگاہ میں کیا تحفہ اور ہدیہ لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ راستے کا گدا اگر حضرت شہنشاہ کی درگاہ میں کیا لا سکتا ہے؟ وہ حضرت بادشاہ (حقیقی) سے عطا کی امید کے سوا کیا رکھتا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: ''گدا کو اپنی حیثیت کے مطابق ہماری درگاہ میں ہدیہ نیاز پیش کرنا چاہیے (اور)

بعدازاں ہماری درگاہ سے بدلہ اور عطا حاصل کرنی چاہیے۔" سلطان العارفین نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ تیری درگاہ میں توحید لایا ہوں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: "اے بایزید! دودھ والی رات یاد رکھتے ہو؟" حضرت بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) نے شرمندگی سے سر جھکا لیا اور عرض کیا کہ اے خداوند! "مَاوَجَدْنَاکَ حَقَّ تَوْحِیْدِکَ"۔ یعنی: میں نے تیری توحید کا حق ادا نہیں کیا۔

دودھ والی رات کا قصہ یوں ہے کہ ایک رات عارفوں کے اس پیشوا نے دودھ پیا تھا اور اُن کے پیٹ میں درد پیدا ہو گیا۔ ان کے دوستوں نے پوچھا کہ حضرت! درد کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (یہ) دودھ پینے سے (ہوا) ہے۔ آپ مسبب (درد پیدا کرنے والی ہستی) سے غافل ہوئے اور (درد کی) نسبت دودھ کی طرف کر دی۔ چونکہ یہ نسبت غفلت کی بنا پر تھی، لہٰذا حضرت بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) پر عتاب ہوا، وگرنہ نسبت کے ساتھ حضوری رکھتے ہوئے اشیاء کو حق تعالیٰ کا مظہر و مجلی قرار دیتے ہوئے انبیاء و اولیاء سے اکثر ایسے واقعات ظاہر ہوئے ہیں اور حدیث کی حقیقت کا مطلب یہی نسبت ہے:

"بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ حَضُوْرٌ۔"

یعنی: بِسْمِ اللّٰہ (کہنا) مؤمن کے دل میں حضوری ہے۔

ہمیں ظاہر میں پڑھنا چاہیے:

قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰہِ (۸۵) (سورۃ النساء، آیت ۷۸)، وَاللّٰہُ الْمَرْجِعُ وَالْمَعَادُ (۸۶)، وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ۔ (۸۷) (سورۃ الصافات، آیت ۹۶)

ہمیں ذات و صفات کے تمام ممکنات، تمام نسبتوں و اضافات اور سب آثار و اطوار کو حق تعالیٰ کی جانب منسوب کرنا چاہیے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَاھِیَ (۸۸) وَخَلِّصْنَا عَنِ الْمَنَاھِیْ اَقْطَعْ عَنِّیْ مَایَقْطَعُنِیْ عَنْ شَھُوْدِکَ وَمَعْرِفَۃِ کَمَالَاتَ وَجُوْدِکَ۔

یعنی: اے اللہ! تو ہمیں چیزوں کے حقائق سے آگاہ فرما، جیسی کہ وہ ہیں اور ہمیں مناہی سے خلاصی عطا فرما اور اس چیز کو مجھ سے دور ہٹا دے جو

تیری ہستی کے کمالات کے شہود اور معرفت سے دور رکھنے والی ہے۔

مقربین احرار کی ہمت کی بلندی یہ ہے کہ جب جذبات الٰہی میں سے کوئی جذبہ سالک طریقت اور طالب حقیقت کو پاتا ہے تو اس کے لیے اپنے اور غیر کے وجود میں سوائے ذات باری تعالیٰ وتقدس کے کچھ بھی نہیں رہتا۔ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَتَسبِحُ وَتَنزِہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ.

یعنی: ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور وہ تسبیح و پاکی بیان کرتے ہیں ان چیزوں سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

بحکم: ''اَلْعِشقُ نَارٌ فِی الْقُلُوْبِ یَحْرِقُ مَاسِوَی الْمَحْبُوْبِ.''

یعنی: عشق دلوں میں ایسی آگ (کا نام) ہے، جو محبوب کے سوا سب چیزوں کو جلا ڈالتا ہے۔

بحکم: لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ (سورۃ المؤمن، آیت ۱۶)، کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ. وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ. (سورۃ الرحمٰن، آیت ۲۶-۲۷)

یعنی: آج کے دن کس کے لیے بادشاہت ہے؟ اللہ کے لیے جو واحد زبردست ہے۔ جو کچھ روئے زمین پر ہے، وہ سب فنا ہو جائے گا اور آپ کے پروردگار کی ذات جو عظمت و اکرام والی ہے، وہ باقی رہے گی۔

قہر و جبر کی حقیقت یہاں معلوم ہوتی ہے اور وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ [(۸۹)] (سورۃ الصافات، آیت ۹۶) کا راز اس جگہ سمجھ میں آتا ہے۔ وجود کے فعل و قدرت اور اطوار کی جو نسبت ہماری طرف ہے، وہ نظر شہود میں اس (اللہ) سے ہے (جب) اس کا کوئی اپنا وجود نہیں تو فعل کس طرح ہو سکتا ہے اور قدرت کیسے ہو سکتی ہے؟

شیرین مثلے بشنو مکن روئے ترش

ثَبِّتَ الْعَرُشُ اَوَّلاً ثُمَّ النَّفسُ

یعنی: ایک بھلی مثال سن لے اور غصہ مت کر کہ اوّل عرش بنا اور پھر

نفس۔

دو معبود سمجھنا کفر شریعت ہے اور دو موجود جاننا کفر حقیقت ہے۔ جب ہم اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (سورۃ الفرقان، آیت ۴۵)، یعنی: کیا تو نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلایا؟ کی حقیقت تک پہنچے تو اپنی ہستی اور اس کے لوازم سے چھٹکارا پالیا۔

مثنوی:

ما ہمہ ظلم و اصل باخدا
سایہ خود از اصل کے باش جدا
ماہمہ شیران ولے شیر علم
حملہ شان ازباد باشد دمبدم (۹۰)

ترجمہ: ہم سب سایہ ہیں اور اصل خدا کے ساتھ ہے، سایہ اپنے اصل سے کب جدا ہوتا ہے۔

٭ ہم سب شیر ہیں، لیکن جھنڈے کے شیر جس کا مسلسل حملہ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے۔

جب تک آفتاب احدیت مطلع عزت و کبریا سے طلوع نہ ہو، اس وقت تک کوئی آدمی سایہ کو، جو کہ آفتاب کا ہمسایہ ہے، نہیں پاتا۔ عجیب بات یہ ہے کہ جہاں آفتاب نہیں، وہاں سایہ نہیں ہوتا، آفتاب کے بغیر سایہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔

باجنس دست نیست مادام
سایہ متحرک است ناکام
چون سایہ ز دست یافت مایہ
پس نیست خود اندر اصل سایہ
چیزے کہ وجود را بخود نیست
ہستیش نہادن از خرد نیست

ہستی کہ بہ حق قوام دارد
او نیست و لیک نام دارد

ترجمہ: جنس کے ساتھ جب تک ہاتھ نہیں ہے، سایہ نا کام متحرک ہے۔

- جب سایہ نے ہاتھ سے مقدار پائی، پھر وہ خود اصل میں سایہ نہیں ہے۔
- جس چیز کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے، اس کی ہستی رکھنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔
- جو وجود حق سے قائم ہو، وہ نہیں ہے، لیکن نام رکھتا ہے۔

اَلْحَدَثُ اِذَا قُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ، وَالْعَاشِقُ الْمِسْکِیْنُ اِذَا تَلَاشٰی فِیْ اَنْوَارِ حُسْنِ مَعْشُوْقِہٖ وَلَمْ یَبْقَ لَہٗ عِلْمٌ وَلَا خَبَرٌ.

یعنی: جب گندگی پرانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا اور (ایسے ہی) عاشق مسکین جب اپنے معشوق کے حسن کے انوار میں غرق ہو جاتا ہے تو اس کا علم اور خبر باقی نہیں رہتی۔

جب پروانہ شمع میں فنا ہو گیا تو اسے کوئی پروانہ رہی۔ **اِنَّ فِی الْعُبُوْدِیَّۃِ سِرًّا لَوِانْکَشَفَ لَطِیْفُ الرَّبُوْبِیَّۃِ** [۹۱] کا معنی یہاں واضح ہوتا ہے اور **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** کا راز، جو خاص الخاص کی توحید ہے، اس مقام پر روشن ہوتا ہے اور **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** کی حقیقت، جو کہ خاص کی توحید ہے، وہ یہاں معلوم ہوتی ہے۔ نعرۂ انا الحق زمزمہ سبحانی اس حال میں بلند ہوتا ہے اور اسلام کی حقیقت جو کہ ایمان سے بلند ہے (یہاں) دکھائی دیتی ہے۔

خیال کژ مبر اینجا و بشناس
کہ ہر کو در خدا گم شد خدا نیست
معشوق را اگرچہ نہایت بے رنگیست
اما عشق را بسیار بوالعجب نیرنگیست

ترجمہ: یہاں کج خیال مت بن اور سمجھ لے کہ جو چیز خدا میں گم ہوئی، وہ خدا نہیں ہے۔

- معشوق اگرچہ بہت ہی بے رنگ ہے، لیکن عشق کو بہت عجیب وغریب نیرنگیاں حاصل ہیں۔

ع۔ کہ حقیقت کند برنگ مجاز

یعنی: کیونکہ (عشق) حقیقت کو مجاز کے رنگ میں کر ڈالتا ہے۔

فوق وتحت اس راستے میں گم اور یمین وشمال ان مسالک میں معدوم ہیں۔

مکتوب نمبر-۲۶

بنام شیخ حسام الدین (رحمۃ اللہ علیہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور درود اس کے رسول حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل (اطہارؓ) پر اور صحابہ (کرامؓ) پر۔

اَمَّا بَعْدُ، کمالات کے حاصل کرنے (اور) بے انتہا انوار کے نزول کے مقام، اسرار و آیۂ الٰہی کے آثار کے مظہر، حقائق و معارف سے آگاہ، فضائل اور نعمتوں کے حامل، ہمارے شفیق اور ہمارے حبیب میرک شیخ حسام الدین کی جناب میں متواتر اور بہت ہی زیادہ تائیدات ربانی اور توفیقات سبحانی ہوں۔ محبت بھرے سلام اور شوق انتظام کے بعد ضمیر فیض تاثیر پر واضح ہو کہ پُر لطف خط، جس کا ہر حرف ایک موتی، ہر لفظ ایک راز اور ہر سطر موتیوں کی لڑی جیسی تھی، موصول ہوا۔ مسرت پر مسرت حاصل ہوئی۔ اس کا مضمون لشکر ظفر اثر کے جانے کے سوال پر مبنی تھا۔ واضح رہے کہ عالم غیب اور مقام لاریب سے ظاہر کیا گیا ہے کہ جانا بھی مبارک اثر ہوگا اور آنا بھی خیریت اور فتح کے ساتھ ہوگا۔ اِلَيْنَا الْمَرْجِعُ وَاِلَيْنَا الْمَآب وَسَلَامٌ مِنْ رَّبِّ الرَّحِيْمِ. یعنی: ہماری جانب لوٹنا ہے اور ہماری طرف آنا اور نہایت مہربان رب کی طرف سے سلامتی ہے۔

اے مخدوم! یہ ایک بہت بڑی بشارت ہے:

با دوست رسیدیم چو از خویش گذشتیم
از خویش گذشتن چہ مبارک سفرے بود

یعنی: جب ہم خود سے گزر گئے (یعنی اپنے آپ کو چھوڑ دیا) تو دوست تک پہنچ گئے۔ خود سے گزر جانا کتنا ایک مبارک سفر تھا۔

خود سے گزر جانا چاہیے اور دوست سے مل جانا چاہیے۔ ظاہر و باطن سے سفر اختیار کرنا چاہیے۔ اور باطن سے بطن البطون، یعنی مرتبہ ظلّیت سے مرتبہ اصلیت حقائق علیہ تک پہنچنا چاہیے اور حقائق (کے درجہ سے نکل کر) حقیقۃ الحقائق (کے مرتبہ سے) پیوست ہونا چاہیے۔ اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ فَھُوَ اللّٰہُ (۹۲) سے یہی مراد ہے۔ نہ ممکن واجب بنتا ہے اور نہ واجب ممکن:

گوید آنکس درین مقام فضول
چہ تجلی نداند اُو ز حلول

یعنی: وہ آدمی اس مقام کے بارے میں فضول بکتا ہے، جو تجلی و حلول میں فرق نہیں جانتا۔

شعر:

تَعَالَی الْعِشْقُ عَنْ ھِمَمِ الرِّجَالِ
وَعَنْ وَصْفِ التَّفَرُّقِ وَ اِتِّصَالِ
مَتٰی مَا حَلَّ شَیْ ءٌ عَنْ خِیَالِ
تَحُلُّ عَنِ الْاِحَاطَۃِ وَالْمِثَالِ

ترجمہ: عشق لوگوں کے دکھوں سے جدائی و وصال سے بلند ہوتا ہے۔

* جب کوئی چیز خیال میں آتی ہے تو وہ محبوب کے تمام وجود کا احاطہ اور مثال پیش کرتی ہے۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ اِعْتِقَادِ الزَّنْدَقَۃِ وَالْعَتِیْدِ وَضَلَالِ اَھْلِ الشِّرْکِ.

یعنی: اللہ تعالیٰ ہمیں زندیقوں کے اعتقاد اور اہلِ شرک کے عقیدہ و

گمراہی سے محفوظ رکھے۔

ایک پگڑی، ایک بوتل سرکہ مقطر اور دو بوتل عرق گلاب موصول ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے کرم واحسان سے اپنی محبت ذاتیہ کا لباس آپ بھائی کو عنایت فرمائے اور (ان کے) دماغ کو اپنی معرفت کے عطر کی خوشبو سے معطر فرمائے۔

خاتمہ

آپ کے ملفوظات جو راسخین کے ممتاز، بہت بڑے علم و عمل کے مالک شیخ محمد بدرالحق (بدرالدین) پھلتی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیے تھے۔

(فرمایا) سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ رات دن ذاکر رہے اور بہت زیادہ کوشش کرے اور اس طرح حبس کرے کہ (اس کا) ہر بال ذاکر بن جائے۔ کبھی بھی حبس کے بغیر ذکر نہ کرے۔ حبس کرنے میں یوں مشغول ہو کہ ہوش جاتا رہے اور ہلاک ہو جائے۔ پھر جب افاقہ ہو تو نئے سرے سے اسی طرح مشغول ہو جائے اور نفس کو آرام نہ دے۔

(فرمایا) طالب حق کو چاہیے کہ نمازِ فجر سے لے کر ایک پہر سے کچھ زیادہ دن گزرنے تک مراقبہ میں بیٹھا رہے۔ مراقبہ کے بعد جب تک نماز (نفل) ادا نہ کر لے، کسی سے بات نہ کرے اور جب زوال کا وقت آ جائے تو ظہر کے وقت تک بیٹھا رہے۔ نماز عصر اوّل وقت میں ادا کرے۔ (بعد ازاں) مغرب تک دو مراقبے کرے۔ مغرب سے عشاء تک بیٹھا رہے اور جب آدھی رات ہو جائے تو نمازِ تہجد ادا کر کے (نماز) فجر تک بیٹھا رہے۔ جب نیند غلبہ کرے تو اپنے چہرے پر پانی چھڑکے، تاکہ نیند دور ہو جائے، کیونکہ ان اوقات میں غیبی فتوحات زیادہ ظاہر ہوتی ہیں اور (آدمی) اپنے آپ میں بہت زیادہ کشائش پاتا ہے۔ خصوصاً شبِ جمعہ جو کہ بہت فضیلت رکھتی ہے، اس میں سوئے نہیں۔ اگر کسی کی اہلیہ ہو تو اسے چاہیے کہ ہفتہ میں ایک بار اس کے ساتھ سوئے۔ اس رات بھی نماز تہجد کو فوت نہ کرے، کیونکہ یہ وقت پھر لوٹ کر نہیں آتا، بلکہ نماز (تہجد) کی ادائیگی کے بعد نہ سوئے اور زیادتی نہ کرے، کیونکہ اختلاط کی کثرت سے نفس مر جاتا ہے۔

بلکہ طالب حق کو چاہیے کہ آنکھ بند کر کے تمام اوقات مراقبہ میں رہے اور بے مراقبہ کبھی نہ بیٹھے اور دو زانو ہو کر بیٹھنے پر ہمیشہ عمل کرے۔ کیونکہ طالبانِ خدا کے بیٹھنے کا انداز یہی ہے۔ جس وقت بھی بیٹھے، خود کو خود سے خالی کرے اور چاہیے کہ ہمیشہ جمال یار کے خیال میں (مستغرق) رہے، تاکہ شیطان ڈاکہ زنی نہ کر سکے اور جو کچھ عجائبات کی صورت میں ظاہر ہو (اسے) اس کی توجہ کا اثر سمجھیں اور اپنی کوشش (کا ثمرہ) نہ سمجھیں۔ اور جب کسی درویش کی صحبت میں جائے اور متاثر ہو تو اس کو اپنے پیر کی نگاہ کی برکت سمجھے کہ یہ قابلیت انہی کی نگاہ سے پیدا ہوئی ہے۔

فرمایا: اگر کسی درویش نے ایک بار توجہ کی ہے اور ہستی کی قید سے آزاد کر دیا ہے، اگر وہ (طالب) مشغول رہے تو اس کے لیے یہی کافی ہے۔ پھر وہ (طالب) نہیں مرتا، یہاں تک کہ اس کا کام (مقصد حقیقی) پورا ہو جاتا ہے۔

فرمایا: سالک کو اگر توجہ کی قوت سے مراتب کی بلندی پر لے جایا جائے تو وہ سیر قلیل میں رہ جاتا ہے اور ترقی نہیں کر سکتا۔ پس اوّل تھوڑی توجہ دے کر جدوجہد کے مقام میں لایا جائے اور اس کے بعد اسے نسبت کی جانب پہنچایا جائے، تاکہ وقت صاف نسبت میں (صرف) ہو اور نسبت یوں غلبہ کرے کہ ہلاکت کے قریب ہو جائے اور چاہیے کہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو، تاکہ ہلاک نہ ہو۔

فرمایا: اگر طالب حق یگانوں کی صحبت میں جائے تو دو تین گھڑی سے زیادہ نہ بیٹھے اور اس وقت آنکھ کھول کر حبس دم کرے، لیکن حبس دم یوں کرے کہ ان کی بات کو نہ سمجھے اور اگر بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو زبان سے بات کرنی چاہیے اور دل شغل یا حبس دم میں مشغول رہے، تاکہ وقتِ عزیز جو کہ نعمت بے بہا ہے، ضائع نہ ہو۔ تعلیم و تعلّم کے وقت اور آمد و رفت کے دوران بھی دل کی طرف سے حبس دم میں متوجہ رہے، یہاں تک دشمنوں کے ساتھ جنگ کے وقت بھی حبس دم نہ چھوڑے۔ جب سونا چاہے تو بھی حبس دم میں رہے، یہاں تک نیند میں چلا جائے۔ جب بھی حبس دم کرے، یوں کرے کہ ہلاک ہو جائے۔ اگر غایت حبس کی وجہ سے اس بدن سے باہر نکل جائے (اور) پھر واپس نہ آئے تو کتنی بڑی

سعادت ہے، کیونکہ بعض بزرگوں کو اس حالت سے واسطہ پڑا ہے۔

عشق و محبت اور سوز و درد کے بغیر حق تعالیٰ کا وصول میسر نہیں آتا۔ عاشق صادق کو چاہیے کہ اس کی ہمت کرے، تا کہ قبر کے کنارے تک اپنی زندگی کو مولیٰ (تعالیٰ) کی یاد میں صَرف کرے اور دل میں یہ خیال نہ لائے کہ یہ ایک ایسا کام ہے، جس سے میں جلد فارغ ہو جاؤں، وگرنہ اس پر کبھی کوئی چیز کشادہ نہیں ہوگی، بلکہ (وہ) حصول اور عدم حصول سے بھی نظر ہٹا لے۔ کمال حصول یہی جانے کہ حق تعالیٰ نے اپنی یاد کی توفیق عنایت فرمائی اور کام (مراد) کا حصول اسی پر موقوف ہے۔ جب اس کی ہمت درست ہوئی تو کام حاصل ہو گیا۔

اگر قبض [۹۳] ہو جائے تو (بھی) ناامید نہ ہو، بلکہ اسی طرح جد و جہد کرتا رہے اور شاکر رہے۔ اگر سالہا سال قبض رہے تو بھی ناامید نہ ہو، تا کہ حق تعالیٰ اچانک ایسی بسط و کشائش نصیب فرما دے کہ جو چیز سالہا سال میں حاصل نہیں ہوئی، وہ ایک لمحہ میں حاصل ہو جائے۔

چاہیے کہ سالک اپنے کام میں یوں سرگرم رہے کہ کسی دوسرے کی اصلاح (کرنے) میں اپنا قصور (نقصان) سمجھے، خواہ وہ دوست ہو، ہرگز اس کے حال پر متوجہ نہ ہو اور اپنا کام احسن طریقے سے انجام دے کر اس جہان سے جائے۔

منقول ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وصیت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ اے علیؓ! میں فرصت نہیں رکھتا۔

طالب کو چاہیے کہ جمال محبوب کے انتظار میں رہے اور کسی لمحہ یا لحظہ اس فکر سے فارغ نہ رہے، تا کہ ہر چیز اس کے باطن میں چراغ کی طرح روشن ہو جائے اور وجود کی تاریکی دور ہو جائے۔

(طالب) ہر وقت خود کو مبتدی خیال کرے اور جد و جہد میں یوں مشغول رہے کہ گویا مرشد نے اسی وقت ارشاد فرمایا ہے۔ یاد حق میں اپنے جگر کو کباب بنائے اور جہاں بھی ہو، اپنی عمر کا خاتمہ وہیں سمجھے اور اس جگہ سے اٹھنے کا خیال چھوڑ دے۔ موت کو حاضر سمجھے، تا کہ موت سے پہلے مر جائے اور مرتبہ "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" [۹۴] حاصل ہو جائے۔ پرانی

قبروں کا تصور کرے اور عبرت سے عبرت پکڑے کہ ایک روز میرا حال بھی یونہی ہوگا۔

منقول ہے کہ ایک آدمی زمین کھود رہا تھا۔ اسے ایک بوسیدہ کھوپڑی ملی۔ اس نے اس سے عبرت پکڑی۔ اسے گھر میں لایا اور محفوظ کیا۔ مولیٰ (اللہ) کی یاد میں مشغول ہو گیا اور صبح و شام اسے دیکھنا لازم ٹھہرایا، تا کہ دنیا سے رغبت نہ ہو اور یادِ حق سے غافل نہ ہو۔ یہاں تک کہ دنیا سے چلا گیا۔

(طالب کو) جاننا چاہیے کہ اگر میری عمر پچاس برس ہے تو بھی ہوا کی مانند گزر جائے گی اور وہ (موت کا) دن آج ہی ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنیَا سَاعَۃٌ فَاجْعَلْهَا طَاعَۃً۔ (۹۵)

یعنی: دنیا ایک گھڑی ہے، پس اسے طاعت بناؤ۔

منقول ہے کہ حضرت نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ (اللہ کے حضور) آئے تو (باری تعالیٰ نے) ان سے پوچھا: ''اے پیغمبروں میں عمر کے لحاظ سے طویل ترین! تم نے دنیا کو کیسے پایا؟'' انہوں نے کہا: ''جس طرح کہ دو دروازوں والا گھر ہو کہ ایک دروازے سے اندر آئیں اور دوسرے سے باہر جائیں۔''

(اے طالب! تو خود کو) بلکہ قبر میں تصور کر اور اس طرح (سمجھ) کہ تجھے کسی سے کام نہیں اور نہ کسی کو تجھ سے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''کُنْ فِی الدُّنیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِیْ سَبِیْلٍ وَّعُدَّ نَفْسَکَ مِنَ الْقُبُوْرِ۔'' (۹۶)

یعنی: تو دنیا میں یوں رہ کہ مسافر ہے، یا اس طرح کہ راستہ چلنے والا ہے اور اپنے نفس کو اہلِ قبور میں سمجھ۔

اگر کوئی ملامت کرے تو تنگ دل نہیں ہونا چاہیے اور طالب کو چاہیے کہ خلقت کے سامنے یوں کام کرے کہ لوگ اسے ملامت کریں اور نفرت اختیار کریں۔ لوگوں سے ستائش کا طالب نہ بنے۔ اگر کوئی سو بات کرے تو ایک جواب بھی نہیں دینا چاہیے۔ تندی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ تحمل کرنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگر ایک جواب بھی دیا جائے تو گویا کہ

سبھی جواب دے دیے۔

اگر کوئی غصہ کرتا ہے تو خود میں غور کرے، اگر وہ خود کو ترک دنیا اور جاہ وعزت میں پائے تو ڈرے نہیں اور خیال کرے کہ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی اور کسی آدمی کا غصہ اثر نہ کرے گا۔ اگر وہ خود میں دنیا کا میلان پائے تو سمجھ لے کہ ہر چیز سے نقصان پہنچ سکتا ہے، بلکہ یہ دنیاوی میلان عین ضرر ہے۔ دل دنیا کو دینا اور اہلِ دنیا سے محبت کرنا، اس سے زیادہ بڑا کوئی نقصان نہیں ہے اور جب خلقت ردّ کر دے تو خوش ہونا چاہیے، کیونکہ خلقت کا ردّ کیا ہوا، اللہ تعالیٰ کا مقبول ہوتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اگر لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، تو یہ حقارت چند روز سے زیادہ نہیں ہے۔ اس دنیا کی عزت کے لیے، اس جہاں کے کام کو، جس سے ہمیشہ کا سروکار ہے، برباد نہیں کرنا چاہیے۔

نادان نفس کی ذلت روح لطیف کی تازگی کے لیے ہے۔ روح حسن و جمال میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مانند ہے، بلکہ اس سے بھی ہزار درجے بہتر، پس اس کو دشمن نفس کے لیے خوار نہیں کرنا چاہیے۔

اگر کوئی آدمی گفتگو کرے تو سخن پروری کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، بلکہ دشمن کو کہنا چاہیے کہ آپ کی بات صحیح ہے، کیونکہ اس بات سے نفس کافر مر جاتا ہے۔

اگر اہل اللہ کسی کو حقیر سمجھتے ہیں تو نقص کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور عیب خود میں سمجھتے ہیں۔ (طالب کو چاہیے کہ) ان کی بات کو صحیح طرح سمجھے اور خامی کو خود سے ملائے، تاکہ نقصان نہ اٹھائے اور خود میں ترقی پائے اور یقین جانے کہ ہدایت اور گمراہی خدا کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شخص کی مرضی سے یہ دونوں چیزیں نہیں ہوتیں۔

جاننا چاہیے کہ جب کوئی آدمی مرتا ہے تو سب لوگ، کیا ماں باپ اور بیوی بچے، جلدی کرتے ہیں کہ اسے گھر سے نکال کر قبر میں دفن کر دیا جائے اور دیر نہیں کرنی چاہیے۔ پس افسوس ہے کہ آدمی ان لوگوں سے مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوں۔ آخر اس جہاں سے چلے جانا ہے اور اس کو چھوڑ دینا ہے۔ فَدَعِ الْیَوْمَ اِخْتِیَارًا مَاتَدَعُ الْغَدِ اِضْطِرَارًا۔ یعنی: پس اسے آج (اپنے) اختیار سے چھوڑ دے، جسے کل مجبوراً چھوڑنا ہے۔

(اے طالب!) تو عورت سے وفاداری طلب نہ کر، کیونکہ عورت سے ہرگز وفاداری نہیں ہوتی اور عورت طالب حق کو یاد (الٰہی) سے باز رکھتی ہے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے نکاح کیا۔ تین رات دن بیوی کے ساتھ مشغول رہے۔ درود (شریف) جو وہ ایک ہزار مرتبہ (ہر روز) ورد کے طور پر پڑھتے تھے، وہ (پڑھنے سے) رہ گیا۔ انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم (اپنی) گوہر بار زبان (مبارک) سے فرما رہے ہیں کہ تین دن ہو رہے ہیں کہ تم سے درود نہیں پہنچ رہا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو بیوی کو طلاق دے دی اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

جو مشکل بھی پیش آئے، حضرت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روحانیت سے مدد طلب کرنی چاہیے اور حبیب خدا (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے علاوہ کسی کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیے، تاکہ کام جتنا بھی مشکل ہو، وہ حل ہو جائے۔

اگر کسی کی ایذا کی وجہ سے حق تعالیٰ سے دعا طلب کرے تو اس کے حق میں بددعا نہ کرے، بلکہ اپنی جمعیت (سلامتی) اللہ تعالیٰ سے مانگے، خواہ اللہ تعالیٰ اس موذی کو مصیبت میں مبتلا فرمائے، یا نیکی کی توفیق بخشے۔

اندھے دل والے، جو اہل اللہ کے طریقہ کے منکر ہیں، کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہیے اور اُن کے ساتھ میل جول سے بچنا چاہیے۔

مسلمانوں میں سے کسی آدمی کو خود سے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ ممکن ہے کہ آخر کار اللہ تعالیٰ توفیق کو اس کا رفیق بنا ڈالے، اور بلکہ کافر کو بھی خود سے بُرا خیال نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ دنیا سے مسلمان ہو کر رحلت کرے۔

عوام کے سامنے پہلے بزرگوں کے کمالات کے بیان میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ خود میں ایک ایسی حالت پیدا کرنی چاہیے، کیونکہ بزرگوں کے حالات کے مطالعہ سے یہی نفع ہوتا ہے کہ کوشش کی جائے، تاکہ حق تعالیٰ وہ حالت نصیب فرمائے (اور) اپنی مفاخرت کا افسانہ نہ پڑھا جائے، کیونکہ افسانہ گوئی سے وہ حالت نصیب نہیں ہوتی۔

کتابوں کا پڑھنا اور اُن کا مطالعہ کرنا سب دنیا ہے، آخرت میں ان کی مشغولیت سے سوائے نقصان کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہے، وہ یاد مولیٰ (تعالیٰ) ہے، باقی سب بے فائدہ ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں چل نہیں سکتا، جب تک کہ یکسو نہ ہو جائے۔ کبھی کبھار صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ یہ طالب کی قوت عزم کو بڑھاتا ہے، لیکن مطالعہ کے دوران بھی دل پر نظر اور حبس دم کا ہونا ضروری ہے، لیکن کتابیں جمع کرنے میں مشغول نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ چیز یادِ حق میں خلل پیدا کرتی ہے اور طبیعت کو افسردہ بناتی ہے۔

اگر نماز قضا ہو گئی ہو تو جب تک نماز ادا نہ کر لے (اس وقت تک) کسی کام میں مشغول نہ ہو، کیونکہ نماز ادا کیے بغیر کسی کام میں مصروف ہونا بدقسمتی ہے۔

جو خوراک بادی ہو، وہ وضو میں خلل ڈالتی ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ نماز میں خلل نہ آئے۔

جو کچھ عالم ملکوت سے طالب پر ظاہر ہو، وہ کسی سے نہ کہے، بلکہ اس طرح رندانہ حالت میں رہے کہ خود کو صالحین کے لباس میں نہ رکھے (اور) اہل دنیا کے طریقے پر نظر آئے۔

اگر اپنے ابنائے جنس کے علاوہ کوئی اور آدمی خود کو دوست (کے طور پر) ظاہر کرے تو اس کا دیوانہ نہ بن جائے، کیونکہ اہل دنیا مکار ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو اپنا دوست بنائے تو اس پر اپنا راز ظاہر نہ ہونے دے، جب تک کہ اسے صادق نہ پائے، اور اسے اہل اللہ کی جوتیاں اٹھانے والا اور ان کا فرمانبردار نہ پائے۔

اصل کام یہ ہے کہ اپنے اختیار کو درمیان سے اٹھا دے اور خود کو اہل اللہ کے سپرد کر دے، تاکہ مقصود حاصل ہو جائے، وگرنہ کبھی حاصل نہ ہوگا اور خود کو اس کے عقیدت مندوں میں سے ایک آدمی بنا لے اور طلب فیض کی نیت دو جگہوں سے نہ کرے، وگرنہ کسی جگہ سے بھی فیض نہیں ملے گا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی.

یعنی: سلامتی ہو اس شخص پر، جس نے ہدایت کی اتباع کی۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے بعض حالات اور وظائف

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض حالات اور وظائف، جو حضرت مولانا و بفضل اولنا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انفاس العارفین میں تحریر فرمائے ہیں، درج ذیل ہیں:

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا نوافل میں وظیفہ تہجد تھا، جس کی رکعت کی تعداد میں کوئی پابندی نہیں تھی، بلکہ چاہت و ذوق کو ملاحظہ فرماتے ہوئے جتنا ہوسکتا، ادا فرماتے تھے۔ اشراق، چاشت اور دو رکعت (نماز) مغرب کے بعد والدین اور اپنے بڑے بھائی کے (ایصال) ثواب کے لیے ادا فرماتے اور سوائے عذر کے تلاوت میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔ تلاوت انتہائی خوش آوازی اور تجوید کے قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے فرماتے تھے۔ غالباً احباب کے حلقہ میں ہر روز کی تلاوت کے علاوہ دو تین رکوع تدبّر اور معانی کو بیان کرتے ہوئے بھی پڑھتے تھے۔

ایک ہزار مرتبہ فجر سے پہلے نفی و اثبات کا ذکر کرتے، کچھ جہری اور کچھ خفی طور پر۔ خارج اوقات میں بڑھاپے اور ضعف کے باوجود بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر ہمیشہ لازمی کرتے تھے۔ جب بھی متوجہ ہوتے تھے، غیبت کا غلبہ طاری ہوجاتا تھا۔

سیّدنا و مخدومنا شیخ ابوالرضا محمد (رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات کے بعد بعض احباب کی درخواست پر انہی کے انداز میں اکثر مشکوٰۃ، تنبیہ الغافلین اور غنیۃ الطالبین سے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آخری دور میں تفسیر شروع فرمادی تھی۔ جب زہراوین (سورۃ آلِ عمران اور سورۃ النسا) کے بیان سے فارغ ہوئے تو ضعف غالب آگیا اور یہ سلسلہ رک گیا۔

اس فقیر نے کئی بار آپ کی زبان سے سنا ہے کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے، وہ صرف درود اور توجہ کی بدولت نصیب ہوا ہے۔

علاوہ ازیں آپ ہر روز سورۃ المزمل گیارہ بار اور غنائے ظاہر کی خاطر ایک ہزار ایک سو مرتبہ یامغنی پڑھا کرتے تھے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیشہ تمام حالات میں ظاہری اسباب کے بغیر بندوں کے دلوں کو آپ کی خدمت میں مصروف رکھتا تھا۔

آپ کی آخری عمر میں جب رمضان المبارک آیا تو آپ نے روزے وتراویح کے قیام کا اہتمام اپنی پرانی رسم کے مطابق پورا فرمایا، ہر چند شریعت کے مطابق افطار کی رخصت ثابت تھی، کیونکہ آپ بہت ہی زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے اور روزہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

یہ فقیر اور تمام گھر والے جب آپ سے سوال کرتے کہ شرعی رخصت کے باوجود اس قدر مشقت اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ میں ضعف کے سبب بے ہوش ہو جاتا ہوں اور یہ (حالت) میں نے خود اپنے ہوش (وحواس) سے اختیار کی ہے، جس میں ہم تھک جاتے ہیں، یعنی غیبوبیت کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔

جب شوال کا مہینہ آیا تو اچانک بھوک ختم ہو گئی اور ضعف کا غلبہ ہو گیا اور ہیضہ میں مبتلا ہو گئے۔ اس طرح کہ زندگی کی امید جاتی رہی اور بے جان کی مانند گر پڑے۔ اس گرنے کے دوران یہ فقیر حاضر تھا۔ اس وقت آپ کی زبان سے کلمہ ''اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ الَّذِیۡ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ''[(۹۷)] نکلا۔ بعد ازاں روبصحت ہو گئے اور درحقیقت افاقہ نصیب ہو گیا۔ یہاں تک کہ صفر کے شروع میں مرض نے پھر غلبہ پایا اور صبح صادق سے پہلے جب موت کے آثار ظاہر ہوئے تو اُن کی زیادہ کوشش یہ تھی کہ نمازِ فجر فوت نہ ہو۔ اس ضعف میں (بھی) چند بار دریافت فرمایا کہ صبح طلوع ہو گئی ہے یا نہیں؟ حاضرین نے عرض کیا: ''نہیں۔'' جب موت قریب پہنچی تو انہوں نے جواب دینے والوں سے ارشاد فرمایا: ''بس کرو! اگر تمہاری نماز کا وقت نہیں ہے تو ہماری نماز کا وقت تو آ پہنچا۔'' اسی لحظہ فرمایا: ''مجھے

قبلہ رُو کر دو۔'' پھر اشارہ سے نماز ادا فرمائی، حالانکہ وقت میں شک تھا۔ بعد ازاں زیرِ لب ذکر اسم ذات میں مصروف ہو کر جان جانِ آفریں کے سپرد فرما دی۔

یہ واقعہ بروز بدھ ۱۲؍صفر ۱۱۳۱ھ، فرخ سیر کے آخری عہد میں رونما ہوا۔ آپ کی رحلت کے پچاس روز بعد فرخ سیر قید ہوا اور بہت زیادہ گڑبڑ پھیل گئی۔ آپ کی عمر مبارک ستتر (۷۷) برس تھی۔ آپ کو تجوڑ کی فتح اور شاہ جہان کی جامع مسجد کے تعمیر کا واقعہ یاد تھا۔

قطعہ تاریخ وفات

در ہزار و یکصد و سی و یک از ہجر رسولؐ
بامداد چار شنبہ از صفر ثانی عشر
ہادی راہ طریقت شیخ دین عبدالرحیم
کرد از دنیائے دون در جنت الماویٰ سفر

ترجمہ: ایک ہزار، ایک سو اکتیس سال ہجرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صبح کے وقت بروز بدھ بارہ صفر ماہ۔

۞ راہ طریقت کے ہادی اور دین کے شیخ (حضرت) عبدالرحیم (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس دنیائے دون سے جنت الماویٰ کی طرف سفر فرمایا۔

حواشی انفاس رحیمیہ

۱۔ صحیح البخاری، نمبر۷۳۷۶، کتاب التوحید، ص ۱۲۶۹

۲۔ ترجمہ: نیکی کا راستہ بتانے والا ایسا ہے، جیسا کہ نیکی کرنے والا۔

۳۔ دیکھئے: کنز العمال نمبر ۴۴۱۵۴، جلد ۱۶: ۱۲۸، کشف الخفاء، جلد ۱: ۴۷۲۔ نیز اس کے قریب: خَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ۔ (دیکھئے: جامع صغیر، جلد ۲: ۸)۔

۴۔ ترجمہ: ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے گناہ ہیں (دیکھئے: اتحاف السادۃ المتقین، جلد ۸: ۶۰۸؛ الفوائد المجموعہ للشوکانی، ص ۲۵۰؛ کشف الخفاء، جلد ۱: ۴۲۸)۔

۵۔ ترجمہ: اپنے اخلاق کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظہر بناؤ (دیکھئے: احیاء العلوم، جلد ۴: ۲۱۸)۔

۶۔ ترجمہ: میرے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں (تفصیل کے لیے دیکھئے: حاشیہ نمبر ۱۱۶ اور ۸۳)۔

۷۔ ترجمہ: فقر جب کامل ہو جائے تو وہ عین ذات اللہ ہے (دیکھئے: الرسالۃ الغوثیہ، ص ۵۴)۔

۸۔ ترجمہ: اپنے اخلاق کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظہر بناؤ (دیکھئے: احیاء العلوم، جلد ۴: ۲۱۸)۔

۹۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد ۴: ۱۳۸

۱۰۔ ترجمہ: اور تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے۔

۱۱۔ ترجمہ: اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔

۱۲۔ ترجمہ: (اے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ فرمادیں کہ میں تو (ان کے) پاس ہوں۔

۱۳۔ ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا (دیکھئے: اللؤلؤ المرصوع، ص ۸۶؛ کنوز الحقائق، ص ۹)۔

۱۴۔ ترجمہ: پس ہم نے تیرے اوپر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

۱۵۔ ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے نور و ظلمت کے ستّر ہزار حجابات ہیں (دیکھئے: مرصاد العباد، ص ۵۷؛ اشعۃ اللمعات، ص ۷۷، ۷۸)۔

۱۶۔ ترجمہ: بندہ نوافل کے ذریعے مجھ (اللہ) سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ پس میرے اور اس کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ (الفاظ کی معمولی کمی بیشی کے ساتھ دیکھئے: صحیح البخاری، نمبر ۶۵۰۲؛ کتاب الرقاق، باب التواضع، ص ۱۱۲۷؛ مسند احمد بن حنبل، جلد ۶: ۲۵۶)۔ نیز دیکھئے: حاشیہ نمبر ۸۳۔

۱۷۔ ترجمہ: آپ فرما دیں کہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

۱۸۔ ترجمہ: اور جو نعمتیں تم کو میسر ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں۔

۱۹۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ ہے جو دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے (دیکھئے: مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۹؛ احیاء العلوم، جلد ۴: ۵۶؛ کشف الخفاء، جلد ۱: ۳۹۷)۔

۲۰۔ ترجمہ: آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا اور غالب ہے۔

۲۱۔ ترجمہ: اس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

۲۲۔ ترجمہ: وہ (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات سے) پوشیدہ ہے۔

۲۳۔ ترجمہ: میں وہ ہوں جو سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں اور کون ہے جو مجھ سے محبت کرے؟

۲۴۔ ترجمہ: میں نے جس چیز کو بھی دیکھا، اللہ ہی کو دیکھا۔

۲۵۔ ترجمہ: میں نے رب سے پوچھا کہ علم کا علم کیا؟ تو رب نے ارشاد فرمایا کہ علم کا جہل (دیکھیے: الرسالۃ الغوثیہ، ص۱۰۴؛ اسی طرح: مَا عِلْمُ الْعِلْمِ؟ قَالَ لِیْ یَاغَوْثُ الْاَعْظَم: عِلْمُ الْعِلْمِ عَنِ الْعِلْمِ۔ یعنی: پس میں نے عرض کیا: اے رب! علم کا علم کیا ہے؟ فرمایا: علم کا علم اس علم سے جاہل ہوجانا ہے)۔

۲۶۔ ترجمہ: میں نے اپنے رب کو رب کے ذریعے پہچانا۔

۲۷۔ ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

۲۸۔ ترجمہ: اور اللہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

۲۹۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۱: ۳۳

۳۰۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۲: ۱۷۳

۳۱۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۳: ۳۴۹، ۳۶۷

۳۲۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۲: ۱۷۴

۳۳۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۳: ۳۶۶

۳۴۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۵: ۶۹

۳۵۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۲: ۱۷۵

۳۶۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۱: ۳۳

۳۷۔ ترجمہ: کمان کے دو کناروں کے (فاصلے کے) برابر رہ گیا یا اس سے بھی کم۔

۳۸۔ بحارالانوار، ص۶، نیز دیکھیے: کشف الخفاء، جلد۱: ۳۱۰، ان الفاظ میں: اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہِ نُوْرِ نَبِیّکَ یَاجَابِرُ.

۳۹۔ شرح تعرف، جلد۲: ۴۶؛ اللؤلؤ المرصوع، ص۶۶

۴۰۔ شرح تعرف، جلد۲: ۴۶

۴۱۔ ترجمہ: (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔

۴۲۔ ترجمہ: اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں، مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

۴۳۔ ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے نور و ظلمت کے ستر ہزار حجابات ہیں (دیکھئے: مرصاد العباد، ص ۵۷؛ اشعۃ اللمعات، ص ۷۷، ۷۸)۔

۴۴۔ جامع الصغیر، جلد۲: ۱۶

۴۵۔ ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور آگ سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔

۴۶۔ جامع الصغیر، جلد۲: ۱۶

۴۷۔ الفاظ کی کمی و بیشی کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں: دیکھئے: احادیث مثنوی، بہ نقل از شرح خواجہ ایوب، ص ۵؛ المنہج القوی، جلد۴: ۱۸۳

۴۸۔ ملاحظہ فرمائیں: حاشیہ نمبر۴

۴۹۔ اتحاف السادۃ المتقین، جلد۸: ۶۰۸

۵۰۔ ترجمہ: عشق دلوں میں ایک آگ ہے، جو محبوب کے علاوہ (سب کچھ) جلا ڈالتی ہے اور حادث اگر قدیم کے مقابلہ میں آجائے تو باقی نہیں رہتا۔

۵۱۔ دیکھئے: شمائل ترمذی، ص ۱۶۶، باب کیف کان کلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: عَنِ الْحَسَنِ بِنْ عَلِیّ، قَالَ سَاَلْتُ خَالِیْ هِنْدَبْنَ اَبِیْ هَالَةَ وَ کَانَ وَصَّافًا. قُلْتُ صِفْ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَانِ دَائِمُ الْفِکْرَةِ لَیْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ طَوِیْلُ السَّکْتِ لَایَتَکَلَّمُ فِیْ غَیْرِ حَاجَةٍ ۔یعنی: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اکثر اوصاف بیان فرماتے تھے، کہا کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمائیں تو انہوں نے کہا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم غم میں متواتر مشغول رہتے، ہر وقت سوچ میں رہتے تھے۔ کسی وقت بھی آپ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی۔ آپ اکثر خاموش رہتے تھے، بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔

۵۲۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
۵۳۔ دیکھئے: حاشیہ نمبر ۲۵
۵۴۔ مسند احمد، جلد ۵: ۱۹۴؛ جامع الصغیر، جلد ۱: ۱۴۵؛ احیاء العلوم، جلد ۳: ۲۵
۵۵۔ ترجمہ: اس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔
۵۶۔ ترجمہ: میں نے جس کو بھی دیکھا، اس میں اللہ کو دیکھا۔
۵۷۔ ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر۔
۵۸۔ ترجمہ: ہم ایک گھڑی ایمان کی باتیں کریں (دیکھئے: صحیح البخاری، نمبر ۲، کتاب الایمان، باب قول النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم "بنی الاسلام علی خمس"، ص ۵ (ان الفاظ میں: "وَقَالَ مُعَاذ: اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنُ سَاعَةً"۔ یعنی: حضرت معاذؓ نے حضرت اسود بن بلالؓ سے کہا: ہمارے پاس بیٹھ، ایک گھڑی ایمان کی باتیں کریں)۔
۵۹۔ ترجمہ: اور یہ اکثر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔
۶۰۔ ترجمہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والے تو بہت ہیں، لیکن مومن کم ہیں۔
۶۱۔ صحیح البخاری، نمبر ۱۱۳۰، کتاب التہجد، باب قیام النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اللیل، ص ۱۸۱، نیز نمبر ۴۸۳۶، کتاب التفسیر، ص ۸۵۶، نمبر ۶۴۷۱، کتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم اللہ، ص ۱۱۲۲۔
۶۲۔ ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے گنا بخش دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے (دیکھئے: صحیح البخاری، نمبر ۱۱۳۰، کتاب التہجد، باب قیام النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اللیل، ص ۱۸۱)۔
۶۳۔ اصل: کُنْ فِی النَّاسِ کَاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ.
۶۴۔ دیکھئے: حاشیہ نمبر ۴
۶۵۔ اشارہ بہ آیت ۶، سورۃ الانعام
۶۶۔ دیکھئے: حاشیہ نمبر ۳

۶۷۔ ترجمہ: (یعنی ایسے) لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے، نہ خرید و فروخت۔

۶۸۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۹۲؛ مکتوبات امام ربانیؒ، دفتر اوّل، مکتوب ۲۴، ص ۵۸

۶۹۔ جامع الصغیر، جلد ۲: ۱۶

۷۰۔ اس مفہوم کے قریب یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(الف) یالیتہ مات فی غیر مولدہ (دیکھئے: مسند احمد بن حنبلؒ، جلد ۲: ۱۷۷؛ کنز العمال، نمبر ۱۶۶۹۲)۔

(ب) یالیتہ مات بغیر مولدہ (دیکھئے: مشکات المصابیح، نمبر ۱۵۹۳، کشف الخفاء، جلد ۲: ۴۰۰)۔

(ج) یا لیتنی کنت نسیاً منسیاً واللہ ما انتکھت (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق، نمبر ۲۰۹۶۷)۔

۷۱۔ ترجمہ: اس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

۷۲۔ شاید اس سے ماخوذ ہے: ''مَنْ لَمْ یَذُق لَمْ یَعْرِف''۔ یعنی جس نے نہیں چکھا، اس نے نہیں پہچانا (دیکھئے: الرسالۃ الغوثیہ ص ۶۶)۔

۷۳۔ رسالۃ الغوثیہ، ص ۹۶

۷۴۔ الفاظ کی کمی و بیشی کے ساتھ دیکھئے: مسند احمد، جلد ۲: ۲۸۵، احیاء العلوم، جلد ۳: ۱۹۰، جامع الصغیر، جلد ۱: ۷۳، نیز صحیح مسلم، جلد ۸: ۱۱

۷۵۔ ترجمہ: فقر جب کامل ہو جائے تو وہ عین ذات اللہ ہے (دیکھئے: الرسالۃ الغوثیہ، ص ۵۴)۔

۷۶۔ اس طرح: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَآءِ کَمَاھِیَ. یعنی: اے اللہ ہمیں چیزوں (حقیقت) کو دکھا، جیسے وہ ہیں۔ (دیکھئے: مرج البحرین، ص ۷۱، احادیث مثنوی، ص ۴۵، بہ نقل از شرح خواجہ ایوب)۔

۷۷۔ ترجمہ: ایسا قرض دار جس کا قرض ادا نہ ہوا اور ایسا مسافر جس کا حق ادا نہ ہو۔

۷۸۔ دیکھئے: حاشیہ نمبر ۴

۷۹۔ دیکھئے: الرسالۃ الغوثیہ، ص ۱۰۴

۸۰۔ ترجمہ: کیا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کیسے دراز کر (کے پھیلا) دیتا ہے۔

۸۱۔ ترجمہ: (یہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کچھ) سمجھ ہی نہیں سکتے۔

۸۲۔ الرسالۃ الغوثیہ، ص ۵۴

۸۳۔ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا، فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ، وَمَاتَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ. وَمَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ، حَتّٰی اُحِبَّہٗ، فَاِذَااَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ، وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ، وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا، وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا، وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ. یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے، میں اس کو یہ خبر کیے دیتا ہوں کہ میں اس سے لڑوں گا اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے، جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نوافل ادا کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کا پاؤں ہوتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں (دیکھئے: صحیح البخاری، نمبر ۶۵۰۲؛ کتاب الرقاق، باب التواضع، ص ۱۱۲۷؛ مسند احمد بن حنبل، جلد ۶: ۲۵۶)۔

۸۴۔ ترجمہ: تم اپنے اخلاق کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظہر بناؤ (دیکھئے: احیاء العلوم، جلد۴: ۲۱۸)۔

۸۵۔ ترجمہ: فرمادیں کہ (رنج وراحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

۸۶۔ ارشادالٰہی ہے: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورۃ القصص، آیت ۸۸)۔ یعنی: اس کی ذات (پاک) کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۸۷۔ ترجمہ: اور اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو۔

۸۸۔ شرح ایوب، ص۵ (دیکھئے: احادیث مثنوی، ص۴۵)۔

۸۹۔ ترجمہ: اور اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو۔

۹۰۔ مثنوی مولوی معنوی، جلد۱: ۹۱

۹۱۔ ترجمہ: بے شک عبودیت میں ایسا راز ہے کہ اگر وہ ظاہر ہو جائے تو ربوبیت لطیف ہو جائے۔

۹۲۔ ترجمہ: فقر جب کامل ہو جائے تو وہ عین ذات اللہ ہے (دیکھئے: الرسالۃ الغوثیہ ص ۵۴)۔

۹۳۔ ''سالکین کو حالات کا غلبہ ہمیشہ نہیں ہوتا خاص طور پر مبتدی کو تو بہت ہی تغیر و تبدل پیش آتا ہے اور اس تغیر کو اصطلاح میں ''تلوین'' کہتے ہیں۔ مقام تلوین میں سالک کو مختلف حالتیں پیش آتی ہیں۔ پس کبھی خدا کی تجلی جلالی یعنی اس کی بزرگی اور بے نیازی کے آثار کا غلبہ ہوتا ہے اور اس سے کسی مصلحت کی بنا پر واردات اور حالات کا ہونا سالک پر بند ہو جاتا ہے اور اس سے نفس کی پریشانی لطائف خمسہ کو منتشر و مشوش کر دیتی ہے۔ اس حالت کو اصطلاح میں ''قبض'' کہتے ہیں۔ قبض کے مقابل کی حالت کو ''بسط'' کہتے ہیں۔ یعنی ذاتِ حق کے لطف وفضل کے ورود سے قلب کو جو سرور و فرحت وخوشی ہوتی ہے اور نفس لطائف خمسہ کے ساتھ موافقت کر کے ترقی کی طرف مائل اور عبادت میں ذوق وشوق کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔ (دیکھئے: عمدۃ

السلوک، ص۲۵۲)۔

۹۴۔ ترجمہ: فنا ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تمہیں موت آئے (دیکھئے: اللؤلؤ المرصوع، ص ۹۴)۔

۹۵۔ احادیث مثنوی، بہ نقل از اللؤلؤ المرصوع، ص ۳۶

۹۶۔ صحیح البخاری، نمبر ۶۴۱۶؛ کتاب الرقاق، ص۱۱۱۴؛ مشکاۃ المصابیح، جلد ۱، نمبر ۱۶۰۴، جلد ۳، نمبر ۵۲۷۴ (الفاظ کی کمی وبیشی کے ساتھ)۔

۹۷۔ کنز العمال، حدیث نمبر ۳۵۳۶، جلد ۲: ۱۵۰ (ابن السنی وابن النجار عن معاذؓ)۔

ماخذ و منابع

مقدمہ اور متن کے حواشی میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اتحاف السادۃ المتقین (عربی)
زبیدیؒ، بیروت: تصویر، س۔ن، جلد ۸
۲۔ احادیث مثنوی (عربی۔فارسی)
جمع وتدوین: بدیع الزمان فروزانفر، تہران، ۱۳۶۲
۳۔ احیاء العلوم (عربی)
امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ، مصر: مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۸ھ، جلد ۳، ۴
۴۔ ارشاد ارحیمیہ در طریق حضرات نقشبندیہ مع رسالہ متبرکہ حضرت خواجہ باقی باللہ (فارسی۔اُردو)
(مصنف) حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، باہتمام محمد عبدالاحد، دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء
۵۔ اشعۃ اللمعات (عربی۔اُردو)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ/ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی (مترجم)، لاہور: فرید بک سٹال، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء
۶۔ اُنسیہ (فارسی۔اُردو)
حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ/ محمد نذیر رانجھا (تصحیح وترجمہ ومقدمہ)، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء
۷۔ انفاس العارفین (فارسی)
حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، دہلی: مطبع احمدی، س۔ن
۸۔ انفاس رحیمیہ (فارسی)، یعنی مکتوبات حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(مرتب و جامع) حضرت شاہ اہل اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، دہلی، مطبع مجتبائی،

۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء

۹۔ برصغیر پاک وہند میں تصوف کی مطبوعات: عربی فارسی کتب اور اُن کے اُردو تراجم (اُردو)

محمد نذیر رانجھا، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۹۹۹ء

۱۰۔ تاریخ دعوت وعزیمت (اُردو)

مولانا سیّد ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء، جلد ۵

۱۱۔ تذکرہ علمائے ہند (اُردو)

مولانا رحمٰن علی رحمۃ اللہ علیہ/ پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم (مترجم)، کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

۱۲۔ ترجمہ انفاس رحیمیہ (اُردو)

(مصنف) حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، (جامع ومرتب) حضرت شاہ اہل اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، (مترجم) قدیر محمد قریشی اکبرآبادی، کراچی: المصطفیٰ اکادمی، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

۱۳۔ ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی (فارسی)

اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر)، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۱۴۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند (عربی)

مولانا سیّد عبدالحئی حسنی رحمۃ اللہ علیہ، دمشق: المجمع العلمی، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء

۱۵۔ جامع الصغیر (عربی)

جلال الدین عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، بیروت، ۱۴۰۱ھ، جلد ۱، ۲

۱۶۔ الرسالۃ الغوثیہ (عربی۔اُردو)

محبوب سبحانی سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ/ غلام دستگیر القادری ناشاد رحمۃ اللہ علیہ

(مترجم)، جھنگ، دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ: حضرت غلام دستگیر اکادمی، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۱۷۔ سنن ابن ماجہ (عربی)

حافظ ابی عبداللہ محمد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ/ صالح بن عبدالعزیز، ریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

۱۸۔ شمائل ترمذی

حافظ محمد بن عیسیٰ بن شورۃ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ/ مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ (مترجم)، کراچی: نور محمد، اصح المطابع، ۱۳۴۴ھ

۱۹۔ صحیح البخاری (عربی)

امام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ریاض: دارالسلام، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء

۲۰۔ صحیح مسلم (عربی)

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ/ محمد فواد عبدالباقی (تحقیق)، بیروت: ۱۳۹۸ھ، جلد ۸

۲۱۔ عمدۃ السلوک (اُردو)

مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء

۲۲۔ فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین (اُردو)

مولانا مجیب اللہ ندوی، لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۸۸ء

۲۳۔ الفوائد المجموعہ (عربی)

شوکانیؒ، السنۃ المحمدیہ، س۔ن

۲۴۔ کشف الخفاء (عربی)

عجلونی، مکتبہ دارالتراث، س۔ن، جلد ۱، ۲

۲۵۔ کنز العمال فی سنن الاعمال (عربی)

شیخ علاء الدین علی متقی رحمۃ اللہ علیہ، بیروت: موسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، جلد۲، ۱۶

۲۶۔ مثنوی مولوی معنوی (فارسی۔اُردو)
مولانا جلال الدین بلخی رومی رحمۃ اللہ علیہ/ قاضی سجاد حسین (مترجم)، لاہور: الفیصل، س۔ن، جلد۱، ۲، ۳، ۵

۲۷۔ مرج البحرین
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، لاہور، مکتبہ نبویہ، س۔ن

۲۸۔ مرصاد العباد (فارسی)
نجم الدین ابوبکر محمد بن شاہاور بن انوشیروان رازی، معروف بہ دایہ رحمۃ اللہ علیہ، باہتمام: ڈاکٹر محمد امین ریاحی، تہران: بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب، ۱۳۵۲ش

۲۹۔ مسند احمد بن حنبلؒ (عربی)
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، بیروت: المکتب الاسلامی، س۔ن، جلد۲، ۵، ۶

۳۰۔ مشکوٰۃ شریف (عربی، اُردو)
شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب رحمۃ اللہ علیہ، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س۔ن

۳۱۔ مصنف عبدالرزاق (عربی)
حافظ ابی بکر عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ، بیروت: المکتب الاسلامی، س۔ن

۳۲۔ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (اُردو)
مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ/ مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (مترجم)، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء جلد۱

۳۳۔ مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ (فارسی)
حضرت شاہ محمد مظہر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، دہلی: اکمل المطابع، ۱۲۷۷ھ

۳۴۔ نزھۃ الخواطر (عربی)

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، حیدرآباد دکن: ۱۳۷۶ھ/۱۹۷۵ء جلد ۶

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی

vprint.vp@gmail.com
051-5814796